تاریخ قلات

میر رحیم داد شاہوانی

بلوچی اکیڈمی پٹیل روڈ کوئٹہ

ذکر الانبیاء عبادۃ و ذکر الصلحاء کفارۃ

تاریخ قلات

(حصہ اوّل)

جغرافیہ

میر رحیم داد شاہوانی

(مولائی شیدائی)

سکھر ۱۹۲۵ء

جملہ حقوق بحقِ پبلشر محفوظ

پبلشر	بلوچی اکیڈمی کوئٹہ
مطبوعہ	قلات پریس کوئٹہ
تعداد	پانچ صد (۵۰۰)
سال	۱۹۸۳ء
قیمت	150 روپے

تمہید

میرے والد ماجد میر شیر محمد خان شہوانی۔ صوبہ سراوان کے موضع کھڈ کوچہ نیابت مستونگ کے رہنے والے تھے۔ اگرچہ یہ چھوٹا سا گاؤں ہے۔ مگر تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ میں قبیلہ شہوانی کے طائفہ سوری زئی سے تعلق رکھتا ہوں۔ ۱۸۷۱ء خان میر داد خان۔ خلد آشیان کے دور حکومت میں سراوان کے قبائل نے بغاوت کی اسکو فرو کرنے کے لئے خان موصوف کے وزیر اعظم شاہ غاسی ولی محمد خان نے اسی کھڈ کوچہ کے مقام پر جہاں باغی قبائل مورچہ بند تھے۔ حملہ کر کے باغیوں کو شکست دے کر۔ کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ میرے ننہال والے گاؤں پندران کے زند قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب ۱۸۳۹ء میں انگریزوں نے بلوچستان کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اور بلوچستان پر حملہ کیا۔ تو بلوچستان کا مجاہد حکمران خان میر محراب خان ثانی اپنے پایہ تخت قلات میں انگریزی افواج جو زیر کمان

جنرل ولشائیر، لڑ رہی تھیں۔ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمائی۔ انگریزی تسلط کے بعد ملک میں بے یقینی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ جس وجہ سے میرے بزرگوں کو مجبوراً بلوچستان کو خیرباد کہنا پڑا اور سندھ میں سکونت اختیار کرنا پڑی۔ اس ہجرت سے ایک فائدہ ضرور ہوا کہ مجھے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ کیونکہ ۱۹۲۳ء میں انگریز سندھ پر قبضہ کر چکے تھے۔ اور ٹالپر میروں کی حکومت ختم ہو چکی تھی۔ نئے فاتح حکمرانوں نے سندھ میں اپنی انگریزی طرز تعلیم کی بنیاد ڈال چکے تھے۔ مجھے بچپن سے بلوچستان کے تاریخی حقائق معلوم کرنے کا شوق دامن گیر تھا۔ بلوچستان کی تاریخ کے متعلق پہلی بار ۱۸۷۷ء میں مسٹر اے۔ ڈبلیو۔ ہیوز۔ فیلو آف جغرافیکل سوسائٹی لندن نے انگریزی حکومت کی ایما پر اپنی کتاب شائع کی اس کے بعد رائے بہادر ہیتو رام جو کہ بلوچستان پولیٹیکل ایجنسی کے محکمہ میں منشی کے عہدے پر فائز تھے۔ دوران ملازمت ترقی کر کے اسسٹنٹ کمشنر ہوئے۔ انگریزوں نے انہیں سی۔ آئی۔ ای کے خطاب سے نوازا۔ اپنے آخری ایام ملازمت میں انگریزوں کے کہنے پر "تاریخ بلوچستان" مرتب کی۔ یہ کتاب ۱۸۸۱ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ رائے صاحب نے اپنی "تاریخ" کی تکمیل کے لئے آخوند محمد صدیق کی تاریخ خوانین بلوچ جو فارسی میں تھی۔ استفادہ کیا۔

آخوند محمد صدیق اور ان کے اجداد خوانین قلات کے دور حکمرانی میں دربار قلات میں مختلف اہم عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ اخوند محمد صدیق خود خان میر مہراب خان ثانی کی شہادت کے بعد بلوچستان میں انگریز حکمرانوں کے مشیر خاص کے عہدے پر فائز رہا ہے۔

اس دور میں جبکہ میں بلوچستان کی "تاریخ" لکھنا چاہتا تھا۔ بلوچستان کے ادوار کی تاریخ کے متعلق مواد بہت ہی کم تھا۔ صرف دو ہی کتابیں تھیں۔ آخوند محمد صدیق کی تاریخ خوانین قلات اور دیوان ہیتو رام کا بلوچی نامہ جن سے بلوچستان کی تاریخی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے استفادہ کیا جا سکتا تھا۔ مسٹر۔ اے۔ ڈبلیو۔ ہیوز کی تاریخ بلوچستان جس کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ میرے دور میں دستیاب نہ تھا۔ چونکہ بلوچستان کی تاریخ پر دیگر کوئی اور مستند کتاب موجود نہ تھی۔ مسٹر جے۔ ایم سی۔ ڈوئی نے ۱۸۸۵ء میں انگریزی جاننے والوں کے لئے رائے بہادر ہیتو رام کی تاریخ کا انگریزی ترجمہ کر کے کلکتہ سے شائع کیا۔ بلوچستان کے تاریخی مواد کے فقدان کی بنا پر ۱۹۰۷ء میں رائے بہادر ہیتو رام کی تاریخ بلوچستان دوبارہ لاہور سے شائع کرائی گئی۔ پھر ۱۹۲۶ء تک بلوچستان کی تاریخ پر کوئی مواد شائع نہیں ہوا۔

۱۹۲۱ء میں حضرت جنت مکان خان میر اعظم خان اپنے

بھائی خان میر محمود خان ثانی کی وفات کے بعد تخت نشین
ہوئے اور ۱۹۳۲ء میں ان کی تاجپوشی ہوئی اسی دوران
مولوی دین محمد گھوکھر نے یادگار تاجپوشی قلات کی کتاب شائع
کی۔ اس میں احمد زئی شاہی خاندان کا مختصر ذکر ہے۔

اس کتاب کی اشاعت سے پہلے ۱۹۰۶ء تک بلوچستان
کے ہر ضلع کے گزیٹیئر حکومت برطانیہ نے شائع کی تھیں
مگر ان کتابوں کا دستیاب ہونا بھی مشکل تھا۔ لہذا ان مشکل
حالات میں جب کہ کوئی کتاب حوالہ بھی مشکل سے ہاتھ
آتی تھی۔ میں نے ریاست عالیہ قلات بلوچستان کی تاریخ لکھنے
کا مصمم ارادہ کر لیا۔ تاکہ قارئین کی معلومات میں مزید اضافہ
ہو۔ میں نے اس تاریخ کو جدید طرز پر لکھنے کی کاوش کی
ہے۔

ہر صفحہ کے نیچے حوالے اور نوٹس دیئے گئے ہیں۔
اس تاریخ کے لکھنے سے پہلے میں نے وزیر اعظم ریاست
عالیہ قلات بلوچستان سے بہ مقام سبی شرف باریابی حاصل
کر کے امداد کی درخواست کی۔ انہوں نے ازراہ مہربانی
امداد بھی دی۔ یہ تاریخ ریاست عالیہ قلات کی پہلی جلد
ہے۔ اس کے بعد اس کی دو اور جلدیں بھی لکھی جائیں گی
اس کتاب میں میں نے واقعات بہت اختصار سے بیان
کئے ہیں۔ بلوچ ایشیا کی ایک عظیم قوم ہے۔ جس کی حکومت
اب بھی قائم دائم ہے۔ چونکہ بلوچی تاریخ اور بلوچی

زبان کی علم و ادب کے بہت سی اصل دستاویزات مرور زمانہ میں غفلت کی وجہ سے ضائع ہو چکی ہیں لہٰذا اس قوم کے گزشتہ تاریخی حالات کو سند کے ساتھ تحریر کرنا مشکل ہے۔ تاہم مجھے جہاں کہیں سے کوئی مستند "حوالہ کتاب" دستیاب ہوئی ہے۔ میں نے اس سے استفادہ کیا ہے لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ اس تاریخی کتاب میں قارئین کو حوالہ جات مستند ملیں گے۔ جن میں افسانویت کا رنگ بالکل نہ ہوگا۔

خادم قوم و وطن
میر رحیم داد شاہوانی مولائی شیدائی
شیدائی منزل۔ عیدگاہ روڈ سکھر

مورخہ ۸ ر جولائی ۱۹۸۲

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱-	حدود اربعہ آبادی و آمدنی	۳
۲-	سررابرٹ سنڈیمن منتظم اعلیٰ بلوچستان	۱۱
۳	لفظ قلات کی تشریح	۱۶
۴-	ریاست قلات کی قدرتی ساخت	۱۸
۵ -	پہاڑ	۱۹
۶ -	ندیاں	۲۱
۷-	جھیلیں	۴۴
۸-	زلزلے	۴۸
۹-	ساحل	۵۰
۱۰-	باب السلام	۵۲
۱۱ -	بندرگاہیں	۵۴
۱۲-	جزیرے	۶۰
۱۳-	قدیم نام	۶۴
۱۴-	اسلام کے بعد	۶۸
۱۵-	آب و ہوا	۷۲
۱۶-	قدرتی نظارے	۷۹
۱۷-	زرعی پیداوار	۸۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸-	قحط	۹۲
۱۹-	معدنی وسائل	۹۶
۲۰-	مویشی	۹۹
۲۱-	جنگلی جانور	۱۰۵
۲۲	مچھلیاں	۱۰۶
۲۳	صنعت وحرفت	۱۰۷
۲۴-	بلوچستان کے قبائل	۱۱۳
۲۵-	وجہ تسمیہ لفظ براہوئی	۱۱۷
۲۶-	براہوئی قبائل	۱۲۰
۲۷-	وجہ تسمیہ لفظ بلوچ	۱۲۲
۲۸-	مکران کے قبائل	۱۲۳
۲۹-	لس بیلہ کے قبائل	۱۳۹
۳۰-	خاران کے قبائل	۱۴۳
۳۱-	سراوان کے قبائل	۱۵۰
۳۲-	جھالاوان کے قبائل	۱۵۵
۳۳-	کچھی کے قبائل	۱۵۹
۳۴-	زبانیں	۱۸۵
۳۵-	بلوچی علم تاریخ و علم وادب	۱۹۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۶-	مذہب	۲۵۷
۳۷-	راستے	۲۶۶
۳۸	ضلع اور نیابتیں ایرانی بلوچستان	۲۸۱
۳۹-	ضلع اور نیابتیں ریاست عالیہ قلات بلوچی	۲۸۷
۴۰-	آثار قدیمہ	۳۰۳

تعارف

زیر نظر کتاب "تاریخ ریاست عالیہ قلات بلوچستان" کے فاضل مصنف، میر رحیم داد خان شاہوانی مولائی شیدائی صاحب ہیں۔ مولائی شیدائی بلوچ قوم کے ایک نامور عالم گزرے ہیں۔ قبائلی لحاظ سے اُن کا تعلق شاہوانی قبیلہ سے ہے۔ وہ اپنے اجداد کی انتقال سکونت کے بارے میں خود بیان فرماتے ہیں۔ کہ کن حالات کے تحت اُن کو بلوچستان سے سندھ منتقل ہونا پڑا۔ وہ تحریر کرتے ہیں۔ کہ جب ۱۸۳۹ء میں انگریزوں کی سامراجی طاقت نے بلوچستان پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنا کر حملہ کیا۔ تو بلوچ قوم کے اس وقت کے مجاہد اور غیور حکمران خان میر محراب خان ثانی۔ بلوچستان کی آزادی اور بلوچ قوم کی ننگ و ناموس کا دفاع کرتے ہوئے سرفروشانہ جذبہ کے تحت انگریزوں سے لڑ کر جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کے بعد بلوچستان میں سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالات ایسے ابتر اور

خراب ہوئے۔ کہ ان کے اجداد کے لئے بلوچستان میں سکونت دوبھر ہو گئی۔ اُن کو بہ امر مجبوری اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر سندھ منتقل ہونا پڑا البتہ اس انتقال سکونت سے ایک فائدہ ضرور مولائی شیدائی کو پہنچا وہ یہ کہ اُن کو سندھ میں تعلیم حاصل کرنے کے بہت مواقع فراہم ہوئے۔ اور انہوں نے اس شوق کو پورا کر کے مکمل تعلیم حاصل کر لی۔ اگر وہ بلوچستان میں رہتے تو ممکن ہے۔ اس زمانے میں اُن کو علم کی یہ دولت نصیب نہ ہوتی۔ چنانچہ فارسی کے اس شعر کے مصداق

"کہ چنان شرے برانگیزد، کہ درآن خیر ما باشد"

اسی طرح اس شر کے برپا ہونے سے مولائی شیدائی صاحب کو علم کی دولت ملی اور انہوں نے اپنے حب الوطنی کے جذبہ کی تشنگی اس طرح بجھا دی۔ کہ "ریاست عالیہ قلات بلوچستان اور" بلوچستان کی تاریخ" لکھ دی۔

بہرحال یہ معلوم نہیں۔ کہ وہ وجوہات کیا تھیں۔ جس کے تحت مولائی شیدائی صاحب ان دونوں تاریخی کتابوں کو اپنے حین حیات میں چھپوا نہ سکے۔ چند سال ہوتے ہیں۔ کہ میر عبدالقادر شاہوانی اسیر جو بلوچی اکیڈمی کے مجلس عاملہ کے ممبر تھے۔ نے اکیڈمی کی مجلس انتظامیہ کو درخواست کی کہ مولائی شیدائی صاحب کے ان دو تاریخی مسودوں کو چھپایا جائے۔ چنانچہ مجلس انتظامیہ

بلوچی اکیڈمی نے ان دونوں مسودوں کو بغرض جانچ پڑتال "بک سلیکشن کمیٹی" کے سپرد کر دیا۔ جنہوں نے ان دونوں مسودوں کو قابل اشاعت سمجھ کر سفارش کی کہ ان کو چھاپا جائے۔ چنانچہ مزید جانچ پڑتال کے لیئے "تاریخ بلوچستان" کا مسودہ اکیڈمی کے جنرل سیکریٹری مسٹر عزیز محمد بگٹی صاحب کو دیا گیا۔ اور "تاریخ ریاست عالیہ قلات بلوچستان" میرے سپرد ہوا۔ زبان کی درستی کرنے کے بعد مسودے کی کتابت ہوئی۔

اس کتاب کی سب سے بڑی تعریف یہ ہے کہ اس میں تاریخی حوالے بہت ہیں۔ جو بلوچستان کے تاریخی پہلوؤں کو اجاگر کرنے والے اہل قلم کے لئے ایک اہم "حوالہ کتاب" کے طور پر کارآمد ہو سکتا ہے۔ جس سے اہل قلم حضرات استفادہ کر کے تاریخ کے کئی گمنام پہلوؤں پر روشنی ڈال کر کتابیں لکھ سکتے ہیں۔

مصنف نے بلوچ قوم کے دو گروہوں۔ براہوئی اور رند جنہیں انگریزوں نے بلوچ قرار دیا ہے۔ ان کی نسلی حقیقت پر حوالوں کے تحت روشنی ڈال کر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور قارئین کو انگریزوں کے اس شر انگیز فتنہ سے آگاہ کر کے اس کی وضاحت کی ہے۔ کہ انگریزوں نے ہندوستان کو فتح کرنے کے لیئے ہر جگہ کوئی نیا فتنہ کھڑا کیا اور لوگوں کو آپس میں لڑا کر

ملک پر قبضہ کرتے گئے - چنانچہ جب سندھ کی فتح کی باری آئی - تو انھوں نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ٹالپوروں کو بلوچوں سے ایک الگ قوم ثابت کرنے کے لئے زبانی اور تحریری طور پر مذموم پروپیگنڈے شروع کر دیئے، جب ان کی حکمرانی کا صفایا ہوا - تو وہ بلوچستان اور بلوچوں کی طرف متوجہ ہوئے - بلوچستان کی حکومت کو ٹھکانے لگانے کا منصوبہ بنایا - براہوئیوں کو غیر بلوچ اور بلوچوں سے الگ ایک قوم ثابت کرنے کے لئے کئی ایک کتابیں لکھوائیں - اس سے مقصد یہ تھا کہ جب انگریزی فوجیں قلات پر حملہ آور ہوں تو دوسرے بلوچ براہویوں کو غیر بلوچ سمجھ کر برہم نہ ہوں -

اس تاریخ کو مرتب کرتے وقت مولانا شیدائی صاحب نے وسیع مطالعہ کیا ہے - اور ایسی نایاب کتابوں کے حوالے دیئے ہیں - جو اس وقت ماسوائے چند ایک قدیم لائبریریوں میں دیگر کہیں بھی دستیاب نہیں ہیں - تاریخ کے علاوہ مصنف نے بلوچستان کے جغرافیکل حالات کو بھی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے - جیسے کہ پہاڑی سلسلے ندیاں، درے، جھیلیں قدرتی نظارے، صنعت و حرفت، جنسی پیداوار، معدنیات، مویشی، علاقائی موسم، زلزلے، شہر گاؤں، بندرگاہیں - اہم راستے وغیرہ، گویا اُن کی یہ

کتاب ایک صورت میں ریاست عالیہ قلات کی جغرافیائی تاریخ ہے۔

مولائی شیدائی جس نے ۱۹۳۰ء میں لکھ پڑھ شروع کی۔ جن کا پہلا مضمون رسالہ توحید میں چھپا۔ بعد ازاں اس نے متواتر لکھنے شروع کئے۔ اس طرح ۱۹۳۴ء میں انہے سندھ کے بہتر ادیب کی حیثیت سے انعام دیا گیا۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران الہ بخش سومرو نے شیدائی صاحب کو آزاد اخبار کراچی کا ایڈیٹر تعین کیا۔ بعد میں مولائی صاحب نے حیدرآباد کے اخبار ہلال میں بحیثیت چیف ایڈیٹر کام کیا۔ اس کے علاوہ اسی دوران وہ حیدرآباد میں ملٹری آفیسروں کو اردو بھی پڑھایا کرتے تھے

شیدائی صاحب نے سندھ اور بلوچستان کے بارے میں متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں تاریخ بلوچستان (اردو) اور تاریخ قلات (اردو) کے علاوہ تاریخ بلوچستان (سندھی) اردو انسائیکلو پیڈیا۔ جنت السندھ، سفینۃ النوح، تاریخ سکھر۔ روضۃ السندھ۔ تمدن سندھ۔ تاریخ عبدی قابل ذکر ہیں۔

آغا میر نصیر خان احمدزئی بلوچ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہٖ
محمدٍ والہٖ واصحابہٖ اجمعین ہ

جامی از خاک خراسان چہ کنی قصد حجاز
چون ترا کعبہ مقصود بہ ترکستان است

قلات حدود اربعہ آبادی و آمدنی

مملکت قلات بلوچستان کی ایک دیسی ریاست ہے ۔ یہاں خان میر احمد یار خان اول ۔ مرحوم و مغفور نے ایک اسلامی حکومت قائم کی ۔ اور میر نصیر خان اعظم نے اس کی حدود کو وسعت دی ۔ یہ دارالمملکت ۔ عرض بلد ۲۵ درجہ ایک دقیقہ اور ۳۰ درجہ ۸ دقیقہ ۔ طول بلد ۶۱ درجہ ۳۷ دقیقہ اور ۶۹ درجہ ۲۲ دقیقہ پر واقع ہے ۔ مملکت قلات ۔ بلوچستان کی وسطی ۔ مشرقی اور جنوب مغربی حصوں پر پھیلی ہوئی ہے ۔ اس کے شمال میں چاغی اور کوئٹہ پشین کے اضلاع ۔

مشرق میں سندھ اور پنجاب - جنوب میں بحیرہ عرب
مغرب میں ایران واقع ہے -

ریاست قلات - سرزمین بلوچستان - کی - سب سے
بڑی اسلامی ریاست ہے - جس کا رقبہ - بلوچستان کے کل رقبہ
کے ۲/۳ حصہ کے برابر ہے - اگرچہ صحیح رقبے کے
متعلق مورخین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے - مسٹر اے
ڈبلیو ہیوج - اس کا رقبہ ۸۰,۰۰۰ مربع میل بیان کرتا
ہے[1] -

نیو ایئر بک میں رقبہ ۵۴,۰۰۰ مربع میل بیان کیا گیا ہے[2]
اسٹیٹسمین لندن کی سالانہ رپورٹ میں - اس ریاست کا
کل رقبہ ۷۲,۲۷۸ مربع میل درج کیا گیا ہے[3]
۱۸۹۲ کی مردم شماری رپورٹ میں ریاست قلات کا رقبہ
۷۳,۲۷۸ مربع میل درج ہے - امپیریل گزیٹیر کا مصنف
آر - ہیوز بکر - جلد بلوچستان میں اسی ریاست کے رقبہ

1- A. W. HUGHES : BALUCHISTAN CHP III P. 62
LONDON 1877

۲- S. C. SARKAR : THE NEW YEAR BOOK
1944. THE INDIAN STATES, P. 129. CALCUTTA.

۳- THE STATESMAN, S YEAR BOOK 1923,
BALUCHISTAN, P. 110, LONDON.

کو ۵۹۴ ۷۲ مربع میل بیان کرتا ہے[۴] جو غالباً درست معلوم ہوتا ہے۔ از روئے مردم شماری ۱۹۳۱ء اس ریاست کی مردم شماری قریباً چار لاکھ ہے۔ اور صحیح تعداد جو (۳) بیان کی گئی ہے، وہ ۳،۱۸،۷۰۰ ہے۔ چونکہ ریاست قلات کے اکثر علاقے صحراؤں اور کوہستانوں پر مشتمل ہیں۔ اس لئے ہندوستان کی مردم خیز ریاستوں کے مقابلے میں اس کی آبادی ریاست جیند اور جودھپور سے کم ہے۔

۱۷۶۵ء میں میر نصیر خان اعظم کے دور حکومت میں اس حکومت کی حدود بہت وسیع تھیں، یہ براعظم ایشیا کی ایک وسیع و عریض مملکت شمار ہوتی تھی۔ یہ مملکت شمالاً جنوباً۔ گوادر سے ہلمند تک پھیلی ہوئی تھی۔ مکران، خاران، سراوان، جھالاوان، کوئٹہ، پشین، کچھی، کراچی، ڈیرہ جات، دوآبہ سندھ، ساگر و ملتان، اس عظیم الشان بلوچ سلطنت کے حصے تھے[۵] ان مذکورہ بالا علاقوں میں سے کراچی، ملتان، ڈیرہ جات، کوہستان، ایرانی مکران، کوئٹہ، پشین کے ضلعوں کو، امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ۔ درانی، ٹالپر،

۴- R. HUGHES, BULLER . I MEERIAL CAZELTEER OF INDIA, VOL, BALUCHISTAN, P.151 CALCUTTA 1908

۵- DR. H. R GUPTA . LATTER MOGHAL HISTORY OF THE PUNJAB, 1707, 1793, P.217 LAHORE, 1944

خالصہ - قاچار - برطانیہ سلطنتوں کے فرمانروایاں نے یکے بعد دیگر ریاست قلات کے احمد زئی فرمانرواؤں سے چھینتے گئے۔ مثال کے طور پر - ایرانی مکران جو ۔۔۔ - وزگ - سرباز وگہ کے اضلاع پر مشتمل ہے - جس کا رقبہ ساٹھ ہزار مربع میل ہے - اُس پر ایران کے قاچاری فرمانرواؤں نے قبضہ کیا۔

اسی خطرے کے پیش نظر - معاہدہ مستونگ سے پہلے ایرانی حکومت کی توسیع پسندانہ پالیسی کو روکنے کے لئے حکومت برطانیہ نے میجر سر فریڈرک گولڈ سمتھ کی نگرانی میں - ریاست قلات اور ایرانی مملکت کی سرحدوں کی حد بندی اور تعین کے لئے ایک کمیشن قائم کیا - جس نے ریاست قلات اور ایرانی مملکت کی سرحدوں کی حد بندی کی - اور ایران کو آگے بڑھنے سے روکا اس دور میں افغانستان میں کش مکش جاری تھی - دنیا برٹش بحری قوت کا لوہا مان چکی تھی - مگر افغان برطانوی طاقت کو ماننے کے لئے آمادہ نہ تھے - جس کی وجہ سے افغانستان میں فیصلہ کن جنگوں کا سلسلہ جاری تھا - جس کے نتیجے میں افغانوں کی ان شعلہ فشاں جنگوں کی چنگاریوں نے لاہور کی خالصہ حکومت - سندھ کے ٹالپر حکمران اور بلوچستان کی احمدزائی فرمانروائی کو اپنی لپیٹ میں لے کر ایشیا میں ان کے سقوط کا سبب بنا - ان آزاد حکومتوں کی بھینٹ

چڑھ جانے کے بعد بھی بلوچی خون کا جذبہ آزادی۔ موجزن رہا۔ اپنی ہستی کو نیست و نابود ہونے سے بچایا۔ اور اس وقت ریاست قلات کی امارت کے نام سے براعظم ایشیا میں اپنے وجود کو برقرار رکھا۔ افغانستان کی جنگوں کا سلسلہ ۱۸۳۸ء سے ۱۸۸۸ء تک جاری وساری رہا۔ دوسری افغان جنگ کے خاتمہ پر۔ امیر عبدالرحمٰن خان کے افغانستان کے تخت پر برسراقتدار آنے سے۔ شوریدہ سر افغانوں کو کچھ ستانے کا موقع ملا۔ اور پوری ایک صدی کی خونریزی کے بعد۔ انگریزوں نے بھی یہ محسوس کیا کہ کابل کی وادی جس طرح خوشنما اور زرخیز ہے۔ اُتنی ہی پُر خطر اور ہیبتناک ہے۔ جس کے دو مشہور دروازے خیبر اور بولان ہیں۔ جن کے باشندے۔ فطرتاً۔ ۔ ۔ آزاد منش اور طبعاً جنگجو ہیں۔ بہ الفاظ دیگر انیسویں اور بیسویں صدی کے شروعات میں ہندوستان اور ہمسایہ ملکوں میں جو واقعات رونما ہوئے، اُن کی مختصر تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ راجپوتانہ ، بہاولپور ، کچھ بھج ، نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کر لیا۔

۲۔ ۱۸۴۳ء میں سندھ کے تالپر حکومت کا انگریزوں کے ہاتھوں خاتمہ ہوا۔

۳۔ ۱۸۵۴ء میں بیگلر بیگی خان آف قلات نے برطانوی اقتدار

کو تسلیم کر لیا۔

۴۔ ایران و افغانستان میں۔ برطانوی حکومت جس کی قومی علامت شیر، اور روس جس قومی نشان ریچھ ہے۔ سیاسی ریشہ دوانیاں شروع ہوئیں۔ شیر اور ریچھ کی ان ریشہ دوانیوں کے سبب۔ افغانستان کی پہلی، دوسری، تیسری جنگیں وقوع پذیر ہوئیں۔ جن کے بعد افغانستان ایک آزاد مملکت کی صورت میں وجود میں آیا۔ اور غازی امان اللہ اس کا تاجدار بنا۔ مگر بعد میں انہی انگریز اور روسیوں کی سازشوں کے سبب اسے معزول ہونا پڑا۔

۵۔ دسمبر ۱۸۴۵ء میں فیروز پور اور فروری ۱۸۴۶ء میں سوبراؤں کی جنگوں کے بعد۔ انگریزوں نے لاہور پر قبضہ کر کے۔ پنجاب میں خالصہ حکومت کا خاتمہ کیا۔

۶۔ ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں عام بغاوت ہوئی۔ جو غدر کے نام سے مشہور ہے۔ جس کے نتیجے میں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی سے ۱۸۵۸ء میں۔ ہندوستان کی زمام حکومت۔ تاج برطانیہ کے سپرد کر دی گئی۔ اور مملکت ہندوستان۔ اس طرح تاج برطانیہ سے وابستہ ہو گئی۔ اور اسی انیسویں صدی کے آخیر میں۔ آل انڈیا کانگرس کا قیام عمل میں آیا۔

۷۔ ہندوستان پر بیرونی حملے کا خطرہ اس وقت پیدا ہوا جب ۱۸۰۷ء میں نپولین بونا پارٹ آف فرانس اور الیگزنڈر

زار روس نے ہندوستان پر حملہ کرنے کا معاہدہ کیا۔
مگر اس معاہدہ پر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے یہ
خیال ہندوستانیوں کے دلوں سے محو ہو گیا جب روسی
حکومت نے ۱۸۸۲ء میں حکومت ایران کے شہر
استرآباد تک کے علاقوں پر حملہ کیا۔ تو اس محو شدہ
وہم نے ہندوستانیوں کے دلوں میں آب و تاب
کے ساتھ دوبارہ جنم لیا۔ اور اسی بہانے سے
انگریزوں نے ان کو بیوقوف بنا کر غلام رکھا۔ اور
خلیج فارس بحیرہ عرب میں اپنی بحری طاقت کو مزید
استقامت بخشی۔ ۱۹۰۵ء کے جنگ میں جب
روسیوں کو جاپانیوں کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی
تو ہندوستان پر روسی حملے کا خطرہ دوبارہ ٹل گیا۔(۱)

اسی انیسویں صدی میں ریاست عالیہ قلات نے
جو سیاسی نشیب و فراز دیکھے اور ملک میں جو تغیر و تبدل
رونما ہوئے، ان کی مختصر تفصیل یہ ہے۔ بلوچستان کا کل
رقبہ ۱۳۴,۶۳۸ مربع میل ہے۔ اس کی کل آبادی
۷۹۹,۶۲۵ ہے۔ اس وقت یہ تمام علاقہ تین حصوں
پر منقسم ہے۔

---

(1) SIR-A LAYALL. BRITISH - DOMINION IN INDIA, CHPI XIX, P. 375-376 LONDON 1914.

۱- برٹش بلوچستان اس کا رقبہ ۹٫۰۹۹ مربع میل ہے۔ ی
حصہ ان علاقوں پر مشتمل ہے۔ جہاں سے فوجی و تجار
حمل و نقل کے راستے گزرتے ہیں۔ یہ علاقے ۱۸۷۹ء
کے معاہدہ کے رو سے انگریزوں کے قبضہ میں آئے

۲- ایجنسی کے علاقے اس علاقے کا رقبہ ۴۵٫۱۳۲ مربع
میل ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً انگریزوں نے اجارے پر لے
ہیں۔ یا پر براہِ راست قبضہ کیا ہے۔ ان علاقوں کا انتظا
بھی برطانوی عملداروں کے نگرانی میں ہے۔

۳- دیسی ریاستیں۔ یہ علاقہ (ا) قلات (ب) لس بیلہ کی دو
ریاستوں پر مشتمل ہے[1]۔ خاران بھی قلات کا حصہ ہے۔ اس
ریاستی حصے کا کل رقبہ ۸۰٫۴۱۰ مربع میل ہے، لس بیلہ
کا رقبہ ۶٫۴۴۱ مربع میل ہے۔ جو پب و ہالا پہاڑوں کے
درمیان ایک ہموار میدان کی صورت اختیار کرتا ہے۔ خاران
کا رقبہ، ۱۲٫۲۱۰ مربع میل ہے۔ یہ ایک صحرا ہے۔ جس
کے تین طرف پہاڑوں کا سلسلہ ہے۔ اس کی مغربی سرحد ایران
سے ملتی ہے۔ جس طرح تیسری صدی عیسوی میں۔ آرمینیا۔
رومۃ الکبریٰ اور پارتھیا کی دو عظیم سلطنتوں کے درمیان واقع
ایک چھوٹی ریاست تھی۔ اسی طرح جیسے پہلے بیان کیا جا
چکا ہے۔ انیسویں صدی کے شروعات میں۔ افغانستان اور

۱- لس بیلہ و خاران ریاست عالیہ قلات کے حصے ہیں۔ لس بیلہ جام مالی کھتور یہ کے زمانہ
میں آزاد ہوا۔ اور خاران کے نوابوں میں میر آزاد خان نوشیروانی نے خاران آزاد کرایا تھا

بلوچستان کی دو ریاستیں، سلطنت روس اور برطانیہ کے درمیان واقع تھیں۔ گویا یہ دو ریاستیں یورپ کی دو حریف طاقتور شہنشاہیوں روس اور برطانیہ کے درمیان مقید تھیں۔ ۱۸۳۸ء میں لارڈ آکلینڈ کے زمانہ میں کابل اور قندھار پر حملہ ہوا۔ تو فرنگی سپاہ کو سندھ سے گزر کر درہ بولان سے گزرنا پڑا۔ اس لئے پہلی مرتبہ قلات کے دربار میں۔ انگریزوں کو ریذیڈنٹ رکھنا پڑا۔

سر رابرٹ سنڈیمن منتظم بلوچستان

سر رابرٹ سنڈیمن جس نے برٹش بلوچستان کی بنیاد ڈالی۔ ۱۸۷۵ء میں بلوچستان میں وارد ہوا۔ ۱۸۷۵ء میں انگریزوں کا خان آف قلات کے ساتھ معاہدہ ہوا۔ جس کی رُو سے انگریزوں نے خان آف قلات کی بعض حکومتی ذمہ داریاں اپنے ذمے لے لیں۔ اس سے پہلے خوانین قلات خودمختار تھے۔ ۱۸۷۶ء میں کوئٹہ۔ برٹش بلوچستان کا صدر مقام قرار دیا گیا۔ یہاں انگریزوں نے ایک فوجی چھاؤنی کی بنیادی رکھی۔ اور خان آف قلات سے تحصیل کوئٹہ پر حکومت کرنے کی اجازت لے لی۔ ۱۸۸۱ء میں دوسری افغان جنگ کے بعد پشین۔ شاہرود۔ دکی۔ سبی۔ اور شارگ کے علاقے برٹش حکومت کو بطور تاوان جنگ ملے۔ انگریزوں نے ان علاقوں کو ۱۸۸۷ء میں برٹش بلوچستان میں شامل کر دیا۔ ۱۸۸۸ء میں خان آف قلات نے تحصیل کوئٹہ پچیس

ہزار روپیہ سالانہ اور درہ بولان، تیس ہزار روپے
سالانہ اجارے پر برٹش حکومت کو دے دیے۔ برطانوی
امپیریل ازم کو مزید مستحکم کرنے کے لئے جو علاقے فوجی
نقطہ نگاہ سے اہم تھے۔ ان پر انگریزوں نے براہِ راست
قبضہ کیا۔ جیسے موجودہ لورالائی چھاؤنی۔ جو وادی بوری
میں واقع ہے۔ انگریزوں نے اس پر ۱۸۸۶ء میں قبضہ
کیا۔ قبیلہ کھیتران کا علاقہ جسے موجودہ وقت بارکھان
کہتے ہیں۔ ۱۸۸۶ء میں برطانوی عملداری میں شامل کر دیا گیا
اسی طرح وادی ژوب اور کاکڑ خراسان کے علاقے
۱۸۸۹ء میں برطانیہ کے عملداری میں شامل کر دیئے گئے۔
۱۸۹۶ء میں برٹش حکومت نے بلوچستان کے مغربی علاقے
چاغی اور مغربی سنجرانی اپنے عملداری میں شامل کر دیئے
۱۸۹۹ء میں۔ حکومت برطانیہ نے خان آف قلات سے
تحصیل نوشکی۔ مبلغ نو ہزار روپے سالانہ اجارے پر
حاصل کر لی۔ بیسویں صدی کے شروعات میں ۱۹۰۳ء
میں برٹش حکومت نے تحصیل نصیر آباد مبلغ ۱۱۷,۵۰۰ روپے
سالانہ اجارے پر خان آف قلات سے لے لی۔ بلوچستان
کا کل رقبہ ۱۳۴,۶۳۸ مربع میل ہے۔ چنانچہ وہ علاقے
جو اجارہ پر حکومت برطانیہ نے خان آف قلات سے
حاصل کئے ہوئے اور دیگر وہ قبائلی علاقے جن پر انگریزوں
نے بے مالک سمجھ کر۔ قبضہ کیا۔ ان کا کل رقبہ ۵۴,۳۲۸

مربع میل بنتا ہے۔ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق۔
بلوچستان کی کل آبادی ۷،۹۹،۶۲۵ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔
جس میں ۴،۲۵،۶۳۸ لاکھ برٹش بلوچستان کی آبادی
ہے۔ برٹش بلوچستان کے انگریز حاکم اعلیٰ کو چیف کمشنر
کہتے ہیں۔ اور یہی حاکم اعلیٰ ریاستی بلوچستان میں انگریزی
حکومت کی طرف سے اپنی حکومت کی نمائندگی کے فرائض
بھی سرانجام دیتا ہے۔ اس لحاظ سے اُسے ایجنٹ ٹو دی
گورنر جنرل کہتے ہیں۔ بلوچستان کے وہ علاقے جو انگریزوں
کے زیر انتظام ہیں چھ اضلاع میں منقسم ہیں۔

۱۔ کوئٹہ پشین ۲۔ سبی ۳۔ ژوب ۴۔ لورالائی
۵۔ درہ بولان ۶۔ چاغی۔ ان اضلاع کے حاکم اعلیٰ کو
پولیٹیکل ایجنٹ کہتے ہیں۔ درہ بولان کا پولیٹیکل ایجنٹ
علاوہ اپنے فرائض کے ریاست قلات و لس بیلہ میں
برٹش مفادات کا نگران اعلیٰ بھی ہے۔ ۱۸۷۶ء میں سر رابرٹ
سنڈیمن کی حکمت عملی کی وجہ سے ریاست قلات
و لس بیلہ میں برطانیہ کے مفادات کی نگرانی۔ پولیٹیکل ایجنٹ
درہ بولان کے سپرد کر دی گئی۔ برطانیہ حکومت نے کوئٹہ
چمن فورٹ سنڈیمن۔ لورالائی میں فوجی چھاؤنیاں قائم کی
ہیں اسی طرح مکران۔ چاغی۔ ژوب میں لیوی پولیس
کا عملہ تعین کیا۔ بلوچستان کی ایجنسی۔ سب سے بڑی
ایجنسی ہے ہندوستان کے شمال مغرب میں واقع ہے

ی وجہ مملکت ریاست قلات کی حدود۔ افغانستان اور ایرا
سے ملتی ہیں۔ اس لئے محل وقوع کی وجہ سے بین الاق
سیاست میں اسے بہت اہمیت حاصل ہے۔ او
گورنمنٹ برطانیہ اُس کے ساتھ مستقلاً۔ دوستانہ روا
رکھنا چاہتی ہے۔ ریاست عالیہ قلات کے فرمانروا
کا لقب (خان) ہے۔ یہ لفظ اپنی نوعیت کے لحاظ
تاتاری لفظ ہے۔
بیگلر بیگی: ایشیا کا ایک بہت مشہور فاتح نادر شاہ اف
نے خوانین قلات کو دوستانہ مراسم کے پیش نظر
بیگلر بیگی کا جس کے معنی ہیں۔ امیرالامراء۔ موجودہ فر
ہز ہائینس امیرالامرا۔ بیگلر بیگی، کپتان، الحاج۔ میر
احمد یار خان، جی۔ سی۔ آئی۔ ای، غالب جنگ بہادر
سربراہان۔ قبائل کی رضا مندی سے ۱۹۳۳ء میں۔ تخت
قلات پر جلوہ افروز ہوا۔ یوں تو ریاست عالیہ قلات۔
کے لحاظ سے۔ بڑودہ۔ بھوپال۔ گوالیار۔ میسور
بڑی ہے۔ مگر آبادی کم ہے۔ اس لئے آمدنی بھی کم
ریاستی باشندے زیادہ تر۔ خانہ بدوش ہیں۔ ۱۹۳۸ء کی
سالانہ رپورٹ کے مطابق ریاست قلات کی سا
آمدنی ۲۹،۰۰۰، ۱۲ لاکھ روپیہ تھی[1] برٹش انڈ

1- S. C. SARCAR. HINDUSTAN YEAR BOOK, P. 301 CALCUTTA 1938.

کے تحت تقریباً سات سو چھوٹی اور بڑی دیسی ریاستیں ہیں۔ جن کو تین درجوں میں منقسم کیا گیا ہے۔

۱۔ حیدرآباد دکن میسور بڑودہ۔ گوالیار۔ کشمیر۔ پہلے درجہ کی ریاستیں ہیں۔ ان کے حکمران۔ براہِ راست وائسرائے ہند سے خط و کتابت کرتے ہیں۔

۲۔ دوئم درجہ کی ریاستوں کی تعداد (۱۷۰) ہے۔ اور یہ تین ایجنسیوں میں منقسم ہیں۔

(الف) سینٹرل انڈین ایجنسی۔ اس میں ۱۲۸ ریاستیں ہیں جن میں۔ اندور۔ بھوپال۔ اور ریوا۔ بڑی ریاستیں ہیں۔

(ب)۔ راجپوتانہ ایجنسی۔ جس میں تقریباً بیس بڑی ریاستیں ہیں۔ جیسے، جودھ پور، اُدھیپور، جے پور، بیکانیر، بھرتپور، کوٹاہ وغیرہ۔

(ت)۔ بلوچستان ایجنسی اس میں صرف دو ریاستیں ہیں۔ قلات لس بیلہ۔

۳۔ سوئم درجے کی ریاستیں۔ جیسے۔ رامپور۔ بہاولپور۔ کولاپور۔ پٹیالہ۔ کچھ۔ ٹراونکور۔ کوچین۔ نابھ۔ کپورتھلہ۔ جلیند وغیرہ۔ ان ریاستوں پر صوبائی گورنر نگرانی کرتے ہیں۔

ریاست عالیہ قلات ان ریاستوں میں دوئم نمبر کی اسلامی ریاست ہے۔ مگر سیاسی نقطہ نگاہ سے پہلے درجے کی ریاستوں میں شمار ہوتی ہے۔ ہندوستان کے دوام

راستے۔ مکران کا ساحلی علاقہ اور درہ بولان اسی ریاست میں واقع ہیں۔ جو ہندوستان کی ایک معاون ریاست ہے۔ خان آف قلات کی آمدنی کم ہے مگر رتبہ بڑا ہے۔ خان آف قلات کو بحیثیت حکمران انگریزوں کی طرف سے ۱۹ توپوں کی سلامی دی جاتی ہے وہ اپنی ریاست کی اندرونی نظم ونسق چلانے میں بالکل خودمختار ہے۔ افغانستان اور ایران کی سرحدات پر واقع ہونے کی وجہ سے ریاست کی خارجی پالیسی۔ انگریزوں کے پولیٹیکل ایجنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ جو مستونگ میں مقیم ہے۔ ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل و چیف کمشنر بلوچستان کے توسط سے گورنر جنرل ہند کی ہدایات کے مطابق ریاست کی خارجہ پالیسی کو چلاتا ہے۔ خان آف قلات کو وائسرائے ہند بازدید کرتا ہے[1]

لفظ قلات کی تشریح:-

لفظ قلات عربی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں 'پہاڑ کی چوٹی' اسلامی دنیا میں بلوچستان کے علاوہ افغانستان، ایران، ایشائے کوچک اور شام کے ملکوں میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس نام سے بے شمار قلعے اور شہر ان خطوں میں اب بھی موجود ہیں۔ افغانستان کا قلات غلزئی / سیستان کا قلات

---

[1] یادگار تاج پوشی قلات - مولوی دین محمد ص ۲ لاہور ۱۹۳۲ء

نادری فارس کا قلات کازران ۔ شام کا قلات حمن ۔ مکران میں بھی ایک شہر کا نام قلات آشال ہے ۔ جو بلوچوں کے ایک مشہور سردار میر چاکر خان رند کی جائے ولادت ہے ۔ ان امثال سے لفظ قلات بین الاقوامی استعمال کی مقبولیت ثابت ہوتی ہے ۔ درحقیقت بلوچوں نے جہاں کہیں بھی شہر بسائے ہیں ۔ شہروں کے نام رکھنے میں لفظ قلات یا ڈیرہ کا اکثر و بیشتر استعمال کیا ہے ۔ لفظ قلات کا ذکر ہو چکا ہے ۔ (ڈیرہ) عربی لفظ (دیر) کا معرب ہے دیر کے معنی ہیں ۔ پانی کا کنواں ۔ براہوئی زبان میں (دیر) کے معنی ہیں ۔ پانی ۔ صحرائی زندگی میں پانی بڑی دولت ہے ۔ جہاں پانی ملا ۔ وہاں ڈیرہ ڈال دیا ۔ بعد میں وہاں ایک چھاؤنی بن گئی ۔ لفظ قلات کی طرح فارس ۔ شام ۔ سندھ و پنجاب میں بلوچوں کے (ڈیرے) یا ڈیرہ مشہور ہیں[1] جن دنوں سندھ پر برہمن راجاؤں کی حکمرانی تھی اس زمانے میں قلات پر سیوا خاندان کے ہندو راجے حکومت کرتے تھے ۔ یہ ہندوؤں کی ایک قدیم خاندان کی راجدھانی تھی ۔ جن کا تعلق مہابھارت سے تھا ۔ قلات ان

---

[1] فارس میں ڈیرہ مغان ۔ شام میں ڈیرہ کچھ ۔ بلوچستان میں ڈیرہ بگٹی ۔ سندھ میں ڈیرہ محبت ۔ ڈیرہ عیسیٰ ۔ پنجاب میں ڈیرہ غازیخان صوبہ سرحد میں ڈیرہ اسماعیل خان تمام بلوچی ناموں کی یادگاریں ہیں ۔

کا پایۂ تخت تھا۔ اور قلات سیوا کہلاتا تھا۔ فتح اسلام کے بعد۔ قلات۔ ہمیشہ کے لئے قلات بلوچ کے نام سے موسوم ہوا۔ سیوا خاندان کے راجاؤں نے اسلام قبول کر لیا۔ بہ مطابق بیان رائے بہادر ہیتو رام۔ سیوازئی فرقہ اسی خاندان کے پس ماندگان میں۔ اے۔ ہیوج۔ نے اپنی کتاب "بلوچستان" میں سیوا خاندان کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ قلات۔ قدامت کے لحاظ سے۔ بلخ۔ پاٹنا۔ اصطخر۔ پالمیرا۔ میمفس و اُجین کا ہم عصر ہے۔ ہیروڈوٹس اور استرابو قلات سے واقف تھے۔

ریاست قلات کی قدرتی ساخت

ریاست عالیہ۔ طبعی لحاظ سے دو حصوں میں منقسم ہے۔

۱۔ پہاڑی علاقہ۔ جس میں سر بہ فلک پہاڑوں کے علاوہ پہاڑوں کے کئی متوازی سلسلے جنوب میں بحیرہ عرب تک اور مغرب میں ایران تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان پہاڑی سلسلوں میں۔ کشادہ اور تنگ زرخیز وادیاں ہیں۔ مثال کے طور پر، کوئٹہ، مستونگ، قلات۔ منگچر۔ پنجگور۔ بلیدہ۔ رخشان۔ باغبانہ۔ نال۔ وڈ۔ خضدار کی وادیاں بہت مشہور ہیں۔ لس بیلہ ملا اور پب پہاڑی سلسلوں کے درمیان ایک ریتلی وادی ہے

۲۔ میدانی یا صحرائی علاقے۔ کچھی و خاران میدانی علاقے ہیں۔

ان میں صحرائی خطے بھی ہیں۔ ویسے میدانوں کا سلسلہ مکران و ایران تک پھیلا ہوا ہے۔ قلات کا جنوبی حصہ ساحل سمندر ہے۔ جس کے باشندے ماہی گیری کرتے ہیں۔ ریاست عالیہ قلات میں کوئی ایسا علاقہ نہیں جہاں پہاڑ نہ ہوں۔ مکران کے ساحلی پہاڑی سلسلوں کے بعد۔ وسطی مکران کے پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ان پہاڑی سلسلوں کے شمالی جانب خاران میں سیاہان اور راس کوہ کے سلسلے شروع ہوتے ہیں۔ براہوئی پہاڑ۔ ہالا۔ پب کھیرتر کے سلسلے بحیرہ عرب تک پھیلے ہوئے ہیں۔ کچھی کے میدانی علاقے کو ان پہاڑوں کے سلسلے نے تین طرف سے آغوش میں لے رکھا ہے۔ ان سلسلوں کا تفصیل وار بیان ضروری ہے

پہاڑ

براہوئی

بلوچستان کے مرکزی خطے کے پہاڑوں کو براہوئی سلسلہ کوہ کہتے ہیں۔ جو افغان پہاڑوں کا تسلسل ہے۔ کوئٹہ سے لے کر جنوب میں لس بیلہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان سلسلہ ہائے کوہ کی لمبائی تقریباً ۲۲۵ میل ہے۔ شاہ رگ کے قریب ایک چوٹی خلیفت کہلاتی ہے۔ جو سطح سمندر سے ۱۱۴۰۰ فٹ بلند ہے۔ دوسری بلند چوٹی کوئٹہ کے قریب ہے۔ جسے زرغون کہتے ہیں اس چوٹی کی بلندی سطح سمندر سے ۱۱۷۳۸

فٹ ہے۔ یہاں ایک زیارت گاہ بھی ہے۔

کوہ کھیر تر:۔

سلسلہ کوہ کھیر تر جھالاوان کے علاقے کو سندھ سے
کرتا ہے۔ اس کی شاخیں برما اور آسام کی پہاڑی
طرح ہیں۔ اس کی مشہور چوٹی (پچ ناکبر) یعنی
ہے جو سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ بلند ہے
دوسری دو چوٹیاں، ایک مقام پر ایسے، آپس
ہیں کہ اس پہاڑی سلسلے پر، دو مسطح ٹکڑے واقع
(ڈبار) اور (دانا برج) کہلاتے ہیں (ڈبار) سطح
سے چھ ہزار فٹ بلند ہے۔ اس میدان کی تقریباً ایک
ایکڑ اراضی قابل کاشت ہے۔ اس کی زمین کی رنگت
مائل سرخ ہے۔ دانا برج کا میدان۔ سطح سمندر سے
چار ہزار فٹ بلند ہے۔ اس سلسلے میں۔ غازی لک
پنڑی، ہرباب۔ کماون۔ زمین۔ لیتی۔ پی روھیل۔
کشار۔ دان مانگ۔ چھوٹے چھوٹے درے ہیں۔ جن میں
برسات میں سیلاب کا پانی بہتا ہے۔ ان دروں
پانی۔ وادی سندھ کے کوہستانی علاقوں کو سیراب

JOURNAL ASIATIC SOCIETY BENGAL: VOLL
V PART II. P.324 - CALCUTTE 1886.

کارج کالوں کا پانی ۔ سندھ کے کوہستانی ریتیلے میدانوں کو سیراب کرتا ہے ۔ اور وہیں پر اس کا پانی ختم ہو جاتا ہے ۔ ان ندیوں میں سے بعض کا پانی جھیل منچھر میں گرتا ہے[1]

پب :-

پب کا پہاڑی سلسلہ ۔ وڈ کے شمال سے نکل کر ۔ راس ماری کے مقام پر ختم ہوتا ہے ۔ جس کی لمبائی ایک سو نوے میل ہے ۔ اس کی اونچی چوٹی (فراس) ہے ۔ اس پہاڑ پر مویشیوں کے لئے قدرتی گھاس کافی مقدار میں پیدا ہوتی ہے ۔ یہاں پہاڑی بکرے بھی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں ۔ ہالا پہاڑی سلسلہ اس کی شاخ ہے ۔

گرّ :-

گرّ کا سلسلہ کوہ سراوان کے مغرب سے گزرتا ہے ۔ یہ دراصل خواجہ عمران کی ایک شاخ ہے ۔ اس کے علاوہ ناگاہو ۔ بہار ۔ زاموری ۔ پہاڑوں کا سلسلہ سراوان سے گزر کر ۔ کچھی تک پھیلا ہوا ہے ۔ ان پہاڑوں کا رخ ۔ شرقاً غرباً ہے ۔ بنگلزئی پہاڑ کی دو اہم چوٹیاں (مورو) اور (دلبند) ہیں ۔

ہزلوئی :-

بنگلزئی پہاڑ کے جنوب سے ہزلوئی سلسلہ کوہ کی شاخ نکلتی

1- M.B. PITHAWALLA. THE LOWER INDUS BASIN, PP. 294-295 KARACHI-1986

ہے۔ اس سلسلے کے بعض مقامات سطح سمندر سے نوہزار فٹ
بلند ہیں ہرلائی کے مغرب میں کوہ ماران واقع ہے۔ اس کی چوٹی
۱۰٫۷۳۰ فٹ سطح سمندر سے بلند ہے۔ ہرلائی اور کوہ ماران
پر جنگلی درخت بہ کثرت پائے جاتے ہیں۔ ان جنگلات کے
مناظر بہت دلکش ہوتے ہیں۔ سلسلہ کوہ زہری گھٹ چلتن کی
شاخ ہے۔ جو مستونگ کی وادی کے مشرقی سمت سے گزرتی
ہے۔ گر سلسلہ کوہ مغرب کو مڑکر جھالاوان کو خاران و
مکران سے جدا کرتا ہے۔

دوبانزل :۔

جھالاوان کے مشرق میں کھیر تر۔ اور مغرب میں گر پہاڑوں
کے سلسلے واقع ہیں۔ وسطی جھالاوان میں ایک اور شکستہ
سلسلہ کوہ ہے۔ جسے دوبانزل کہتے ہیں۔ اس کی کئی ایک
بلند چوٹیاں ہیں جیلشتر ۷٫۳۰۴ فٹ شاشان ۷٫۲۶۰ فٹ
اور دراخیل ۸۱۰۲ فٹ سطح سمندر سے بلند ہیں

تلاربند :۔

مکران میں تین پہاڑی سلسلے ہیں۔
۱۔ تلار بند ۲۔ وسطی سلسلہ کوہ ۳۔ سیاہان
۱۔ ساحلی پہاڑی سلسلے کو تلار بند کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ کوہ لس بیلہ
کے مغربی جانب کے ہالا پہاڑی کے سلسلے کا تسلسل ہے
جو بحیرہ عرب کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف ۲۸۰ میل
کی لمبائی تک پھیلا ہوا ہے۔ ساحلی باشندے اس سلسلہ کو

ہجری گڑ بھی کہتے ہیں۔ اس سلسلے کا جنوب مغربی حصہ تلار بند کہلاتا ہے۔ مقام۔ اوشاب سے۔ اس سلسلے کی شاخیں وادی کیچ کے جنوب سے گزرتی ہیں۔ اس مقام پر اسے تلار سبر کہتے ہیں۔ اسی سلسلے کی شمال مشرقی شاخ جو سطح مرتفع داروں سے ملتی ہے۔ اس کی ایک چوٹی ٹپک سطح سمندر سے ۵،۱۷۷ فٹ اور دوسری چوٹی کاموئی بری ۳،۸۷۱ فٹ بلند ہے۔ اس سلسلے سے تین درے گزرتے ہیں۔ مزن راہ۔ چیلکی۔ اور ٹپک۔ داروں سطح مرتفع کے میدان کی جنوب میں رودینی کی چوٹی واقع ہے۔ جو ۴،۱۹۲ فٹ سطح سمندر سے بلند ہے۔ اسی سلسلے کی ایک شاخ جنوب کی طرف خم کھاتے ہوئے لس بیلہ کی حدود کے اندر داخل ہوتی ہے۔ یہاں اس کی دو چوٹیاں ہیں۔ گران گتی۔ اور تاوئی۔ جو علی الترتیب ۴،۱۰۱ فٹ اور ۳،۰۲۲ فٹ سطح سمندر سے بلند ہیں۔ وادی کلانچ کے شمال میں اسی سلسلہ کوہ کی کئی ایک چوٹیاں ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ زردان (۲،۳۸۳ فٹ بلند) ہتیاری (۲،۲۲۳ فٹ بلند) زہرو۔ (۲،۴۱۸ فٹ بلند) کھرگی (۱،۷۵۹ فٹ بلند) چپ برزگ (۲،۴۹۱ فٹ بلند)۔ دیگی برزگ (۲،۹۶۸ فٹ بلند) درواری برزگ (۳،۱۲۵ فٹ بلند) اس سلسلے کوہ میں پہاڑی دنبے اور بکریاں کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

سلسلہ وسطی مکران

جیسے کہ اس سلسلے کے نام سے ظاہر ہے۔ پہاڑوں کا یہ سلسلہ مکران کے وسطی علاقے سے گزرتا ہے۔ اس کے شمال میں۔ راغے گچک اور دشت شہباز کی وادیاں۔ جنوب میں کولواہ اور کیچ کی وادیاں واقع ہیں۔ اس کی شاخ۔ زنگی لک۔ راغئے اور گچک کو دریائے رخشان سے جدا کرتی ہے۔ اس کی شمال مشرقی شاخ۔ علاقہ مشکے میں کوہ پیاندر کہلاتی ہے۔ اس کی نشیبی شاخ۔ کمان کی شکل میں کولواہ اور کیچ سے گزر کر مند کو جاتی ہے۔ مقام سمی کے متصل اسکی چوٹی سمی کوہ کہلاتی ہے۔ کیچ اور بلیدہ کی شاخیں۔ کیچ بند۔ بلیدہی بند کہلاتی ہیں۔ مشرقی اور درمیانی شاخیں بالگتر کہلاتی ہیں وسطی مکران اور گرّ پہاڑی سلسلوں کے درمیان۔ راغئے۔ گچک گوارگو۔ اور پارود کی ندیاں بہتی ہیں۔ ان سلسلوں کی لمبائی ۲۵۰ میل ہے۔ اور درمیانی فاصلہ ۴۵ میل ہے۔ اس سلسلے کے وسطی اور مشرقی حصوں میں محمد حسنی۔ رخشانی اور ساجدی مال چرائی کے لئے گھاس کی تلاش میں آتے ہیں۔ مشکے کی حدود میں اسی سلسلے کی دو اہم چوٹیاں ہیں۔ زنگ (۷۴۹۰ فٹ بلند) اور راحت (۷۱۰۰ فٹ بلند)۔ اسی شاخ کی جنوبی چوٹی کیچ بند (۲۷۰۰ فٹ بلند) کہلاتی ہے۔ گرک پروش تلار۔ کی ایک اور شاخ ہے۔ جو کہ تلار سر سے نکل کر۔ جنوب میں کیچ کی وادی

گزر کر - ایرانی مکران کے وادی باہو قلات کے اندر داخل
ہے - قلاتی مکران میں پیدارک کو شہرک - سمی کو نگور، تپ
مند سے علیحدہ کرتی ہے - اسی طرح زاموران بھی وسطی مکران
پہاڑی سلسلے کی ایک مشہور شاخ ہے - اور یہ بھی ایرانی سرحد
عبور کرتی ہے - اس کے شمال میں وادی زہنگ اور جنوب میں
ہر) ندی اور بلیدہ ہے - اس کی چوٹیاں - زیروکی ۴۴۰۰ رم
- پچھی ۵۴۳۴ رم فٹ - ہشر ۸۷۵ رم فٹ - بزآپ ۲۷۰ رم
سطح سمندر سے بلند ہیں - اس علاقے میں چھوٹے چھوٹے
ں ہیں - جنہیں کلگ کہتے ہیں - ان وادیوں میں زیتون
بادام - جنگلی انجیر بہ کثرت پیدا ہوتے ہیں - ان بستیوں
آبادکاروں کو زامورانی کہتے ہیں - یہ پہاڑی علاقوں میں سفر
نے کے ماہر ہیں - شاہیں زئی - مہرانی - محمد زئی - آسکانی
ل اسی علاقے میں بود و باش رکھتے ہیں - یہ اکثر خوانین قلات
سرکشی کیا کرتے تھے - مگر ۱۹۰۳ء میں ان کی مکمل طور پر
شمالی کی گئی - مکران کی ندیاں - دشت - نہنگ کیل کور -
کور - انہی پہاڑی سلسلوں سے نکلتی ہیں - وسطی پہاڑوں
سلسلہ - شہرِ نزہ سے ایرانی مکران کے علاقہ بم پشت
کلوچکی ندی تک پھیلا ہوا ہے - یہاں سے جیبری - مشکے
اہ - پنجگور - اور رخشان جانے والوں کو ان پہاڑوں
عبور کرنا پڑتا ہے - زنگی لک شاخ - جسے درنجک بھی کہتے
- آٹھ میل لمبی ہے - اس کی درنجک چوٹی ۶,۶۱۶ فٹ

اور زراگو چوٹی ۴۵۵ر۵ فٹ سطح سمندر سے بلند ہے
حلول۔ مرغاپ۔ گر۔ کاشانی۔ کنذغ۔ اور درجدپ ا
پہاڑی سلسلے کے اہم درے ہیں۔

کوہ سیاہان:-

کوہ سیاہان۔ ریاست عالیہ قلات کا وہ پہاڑی
ہے جو خاران کے صحرا کو وادی رخشان کی زرخیز زمین
جدا کرتا ہے۔ مغرب کی طرف خم کھا کر ایران کے پہ
سلسلوں سے ملتا ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ جنوبی شاخ
سے نکل کر۔ جنوب مغربی رخ اختیار کرتی ہے۔ دوسری
شمال کی طرف خاران کے مقام واشک کی مشرقی طرف ہے
ایرانی بلوچستان میں وزک کے پہاڑی سلسلوں سے ملتی ہے
کے مقام پر اسی سلسلے کو سیاہان کہتے ہیں۔ اسی سلسلے
حصے کو رخشان لٹھ بھی کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ آگے پنجگو
شمال مغرب سے گزرتا ہے۔ یہاں اسے سبزکوہ کہتے ہیں
رخشان۔ جو درہ کورکیاں کے مشرق میں واقع ہے۔ یہاں
دوران سفر۔ مسافروں کو دو مرتبہ پہاڑ عبور کرنا پڑتا ہے
کے مشرقی حصے کی بلند ترین چوٹی (رزق) ہے۔ جو سطح
سے ۶٫۷۵۸ فٹ بلند ہے۔ اسی کے مغربی حصے میں دو اور
چوٹیاں ہیں۔ مغل پب (۵٫۹۷۹ فٹ بلند) جک (۵٫۷۸۴
بلند) اس سلسلے کی لمبائی ۱۰۶ میل ہے۔ اس کی شمالی شاخ

واشنگ اور رود پلاتنگ کے درمیان سے گزرتی ہے - اس مقام پر - سلسلے کوہ کو چیرڈیمی ٹ کہتے ہیں - اور وادی بھی چیرڈیمی کہلاتی ہے - یہاں اُس کی بلندی سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ ہے۔ مغرب میں اس کی ایک اور قابل ذکر چوٹی بھی ہے - جسے ہتیائی کہتے ہیں - یہیں سے ماشکیل ہامون کو راستہ جاتا ہے - کوہ سبز پر (گرگ) نام کا ایک قسم کا سرکنڈا کثرت سے اُگتا ہے - چھوٹے چھوٹے نخلستان جزیروں کی طرح نظر آتے ہیں - ان کی وجہ سے وادی نہایت دلفریب نظر آتی ہے - ان نخلستانوں کی وسعت تقریباً سات میل ہے - ندیاں ویسے خشک ہوتی ہیں - جب برسات ہوتی ہے تو ان ندیوں میں سے پانی تیز بہاؤ کے ساتھ گزرتا ہے - نخلستان کے کھجوروں کے درخت تقریباً دو سو فٹ بلند ہوتے ہیں یہاں صحرائی خانہ بدوش مال چرانے کے لئے آتے ہیں - جن کے نام یہ ہیں - محمد حسنی ر نسروئی - بلوزئی - سوپک - حاجی زئی - کوہک کے سیاہانی - خاران کے ریکی - سیاہ پاد - تقابی - اپنے ریوڑوں کو مال چرائی کے لئے لاتے ہیں - اس سلسلے کے خاص درے سنجی - سبزک - کاسغ - میانی - کیچی اور سورانی ہیں مگر یہ بولان یا مولہ کی طرح دشوار گزار درے نہیں ہیں - جس طرح نخلستانوں میں کھجور بکثرت ہوتی ہے - اسی طرح اس سلسلے میں (انیدا) کا درخت بھی بکثرت پیدا ہوتے ہیں[1]

---

1 - R. HUGHES. BULLER. BALOCHISTAN DISTRICT GAZETTEER C RE , MAKRAN MOUNTAIN LAI BOMBAY 1907.

راس کوہ

راس کوہ ۔ دراصل ۔ خواجہ عمران کی ایک شاخ ہے ۔ اس کی چوٹی اسپیدار کی بلندی سطح سمندر سے ۹,۸۹۹ فٹ ہے ۔ اس چوٹی پر ایک بزرگ کی قبر ہے ۔ جس کو (لنگر ملک) کہتے ہیں ۔ اصطخری نے اسعں پہاڑ کا نام (بارفین) لکھا ہے ۔ جہاں عہد بنو امیہ تک ۔ آتش پرست سکونت رکھتے تھے ۔ بارفین یا برفین کے نام سے اس لئے موسوم ہوا ۔ کہ اس کی چوٹی پر موسم سرما میں برف گرتی ہے ۔ اس پہاڑی سلسلے کی لمبائی ۱۲۰ میل ہے ۔ اور چوڑائی بیس سے تیس میل تک ہے ۔ اس کی مشرقی اور مغربی حصوں میں کئی ایک چوٹیاں ہیں ۔ جو مختلف ناموں سے موسوم ہیں ۔ جیسے شیخ حسینی (۶,۸۷۵ فٹ بلند) ورلکی دہیک (۶,۸۳۲ فٹ بلند) قنبر (۸,۶۹۰ فٹ بلند) ۔ زیرو (۶,۳۲۹ فٹ بلند) سورتائی سر (۷,۰۶۵ فٹ بلند) شاہین (۶,۸۹۸ فٹ بلند) ملک راسانی یا چاریاں (۵,۰۰۷ فٹ بلند) ۔ ملک سُرنیدا (۶,۵۳۲ فٹ بلند)

ندیاں

ریاست عالیہ قلات کے دریا ۔ برصغیر ہند و پاکستان کے دریاؤں کی طرح طویل نہیں ہیں ۔ نہ ہی اُن میں سال بھر مستقل طور پر پانی رہتا ہے

جب بحیرہ عرب سے بادل اٹھتے ہیں۔ مکران کے پہاڑوں سے ٹکرا
کر۔ بارش برساتے ہیں۔ تب ان ندیوں میں پانی بہنے لگتا ہے۔ ان
پہاڑوں کی چوٹیاں۔ سطح سمندر سے بارہ سو فٹ سے لے کر
دس ہزار فٹ کی بلندیوں تک واقع ہیں۔ ان دریاؤں کے ان
کوائف کو ہم نظر انداز کر سکتے ہیں۔ مگران کی قدامت فراموش
نہیں کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ان کے بہتے ہوئے پانی کے ریت
کے ہر ذرہ میں ایک انقلاب پوشیدہ ہے۔ اور انہی ندیوں میں
ریاست عالیہ قلات کی قدیم تاریخ مضمر ہے۔ اور یہاں کے
مکینوں کی زندگی کا انحصار بھی انہی دریاؤں کے سیلابوں پر ہے۔

ندی ناڑی

بلوچی قدیم اشعار میں۔ اس ندی کو (نالی) کہا گیا ہے۔ یہ
...ہ ندی ہے۔ جہاں رندوں نے پندرھویں صدی میں مکران سے
ہجرت کر کے اسی ندی کے قرب و جوار میں۔ بستیاں قائم کر
کے آباد ہوئے۔ انہی نئے آباد کاروں نے ہی اس کے مختلف
نام رکھے ہیں۔ یہ ندی (اسپیرزاغہ) پہاڑی سلسلہ سے نکل کر
علاقہ کچھی کے چٹیل میدانوں سے گزر کر۔ سندھ کی شمالی مغربی
سرحد کو عبور کر کے گھوڑو خیرو کے قریب سندھ کے کوہستانی علاقوں
میں دوسری برساتی ندیوں سے جا ملتی ہے۔ یہیں پر اس کی معاون
ندی (سیباں) اس سے ملتی ہے۔ اس مقام پر ندی (اناڑ) کے
نام سے مشہور ہے۔ جب یہ ندی لورالائی کے علاقہ سے

گزرتی ہے ۔ اسی مقام پر اسے ناڑی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔
سے گزر کر ۔ ندی مری علاقے میں داخل ہوتی ہے ۔ یہاں اس
نام بدل جاتا ہے اور یہ (بیجی) کہلاتی ہے۔ ببرکچھ کے قریب اس
دو معاون ندیاں (دادا) اور (سانگان) اس سے ملتی ہیں۔
چل کر یہ ندی (ناڑی) کا نام اختیار کر لیتی ہے ۔ ڈھاڈ
۱۲ ½ میل دور مشرق کی طرف کچھی کے پیاسے اور بنجر میدا
میں داخل ہوتی ہے ۔ جو سطح سمندر سے پانچ سو فٹ کی
پر ۔ ایک وسیع مخروطی میدان ہے ۔ اس کے پانی سے است
کرنے کے لئے انگریزی حکومت نے ۔ لورالائی میں اس پہ بند
تعمیر کیا ہے ۔ درحقیقت ۔ لورالائی سبی ۔ کچھی کے اضلاع
آبادکاری کا انحصار اسی ندی کے پانی پر ہے ۔ اس کے
ا تنے بلند ہیں ۔ جن سے نہریں نہیں نکالی جا سکتیں ۔ اس
آبپاشی کے لئے مفید نہیں ہے ۔

ندی مولہ

ندی مولہ ۔ جھالاوان کی پہاڑی سلسلوں کی شاخ ہزلوئی
نکل کر کچھی کے میدانوں میں داخل ہوتی ہے ۔ اس کی کل لمبا
(۱۸۰) میل ہے۔ یہ ندی دری مولہ کے عین وسط سے گزرتی
ناڑی ندی کی طرح ، اس کے بھی مختلف مقامات گزر پر مختلف
نام ہیں ۔ جہاں سے اس کی ابتدا ہوتی ہے ۔ اس مقام
اسے (سوینذہ) کہتے ہیں ۔ آگے چل کر (مشک بیل)

نام سے موسوم ہوتی ہے (پالیشتہ خان) کی مقام پر اسے (مولہ)
کہتے ہیں ۔ ملغاور۔ انجیرہ ، پسی بیل اور لیشرو۔ اس کی
معاون شاخیں ہیں ۔ علاقہ کچھی میں کوشرو کے مقام پر براہوئی
پہاڑی سلسلوں کی چند چھوٹی برساتی ندیاں اس سے ملتی ہیں ۔
س ندی کے پانی سے شمال مشرقی جھالاوان اور کچھی کے علاقے
سیراب ہوتے ہیں ۔

ندی شیریں آب و سراوان

خطہ سراوان کی آبادی کا دارو مدار، ندی شیریں آب سراوان
پر ہے ۔ ان ندیوں میں برساتی موسم کے علاوہ مستقل پانی بھی
بہتا ہے ۔ کہیں پانی بھی بہتا ہے ۔ کہیں پانی زیر زمین غائب
ہو جاتا ہے ۔ اور کہیں پھر نمودار ہوتا ہے ۔ اس پانی سے کافی
کاشت کاری کی جاتی ہے ۔ قلات کے جنوب مشرقی جانب سے
دو ندیاں موبی اور گرگینہ آ کر شیریں آب کی ندی میں شامل
ہوتی ہیں ۔ شیریں آب کی ندی آگے چل کر ۔ لوڑا پشین سے
ملتی ہے ۔ اس مقام پر ۔ اس ندی کو (شرارود) کہتے ہیں ۔
سراوان کی ندی ہزرلی پہاڑی سلسلوں سے نکل کر ۔ درہ
بولان میں بمقام (بی بی نانی) ۔ ندی بولان میں شامل ہوتی ہے ۔

ندی حب

حب ندی کوہ بپ سے نکلتی ہے ۔ سندھ کی سرحد کے

قریب بہتی ہوئی جھالاوان اور لس بیلہ سے گزر کر راس ..
کی مقام پر بحیرہ عرب میں گرتی ہے۔ اس کی لمبائی ساٹھ
ہے۔ بلوچستان کی دوسری ندیوں کی طرح اس کے کنارے
بلند ہیں۔ تمام سال اس میں پانی جاری رہتا ہے اس کی
پر سبزہ نظر آتا ہے۔ ندی سارونہ، سموتری اور ویئر
کی معاون ندیاں ہیں۔ انگریزی حکومت کے دور میں ..
سے سندھ کی ملحق اراضیات کو آباد کرنے کی غرض سے
شخص مراد خان کو انگریزی حکومت نے ۳۴ ہزار ایکڑ
دے دی۔ ایک انگریز انجینئر مسٹر اے، مولی ۲۷
نے برٹش انڈین حکومت کی ہدایات کی تحت گیارہ
لمبا بند اس ندی کی وسط میں تعمیر کیا، جسے بند مراد خان
ہیں۔ حب ندی کی مچھلیاں بہت لذیذ ہوتی ہیں۔ اس
میں کریا اور پیتو ہی اقسام کی مچھلیاں بکثرت پائی جاتی
جب حب ندی کا پانی خشک ہو جائے، تو اس میں جا
تالاب بن جاتے ہیں[۱]

ندی پورالی

موسم برسات میں پانی کی تیز دھار سے بہنے والی ..
ندی کا شمار ریاست عالیہ قلات کی بڑی ندیوں میں ہوتا ہے

1– A.W HUGHES. BALOCHISTAN PROVINCE OF LASLELLA. P. 125.

یہ ندی کوہ پب کے مقام (داد) سے نکلتی ہے جنوبی جھالاوان کی وادیوں کو سیراب کرتی ہوئی علاقہ لس بیلہ میں داخل ہوتی ہے۔ شمالی بیلہ کے کنرا چاری پہاڑی سلسلہ کے قریب سے جب گزرتی ہے، تو ایک مستقل ندی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ حب اور ہنگول کے درمیانی میدانی علاقہ کو سیراب کرتی ہوئی سونمیانی بندر کے قریب بحیرہ عرب میں گرتی ہے۔ برسات کے موسم میں اسمیں اسقدر شدید طغیانی آتی ہے۔ کہ بڑے سے بڑے پتھر اور درختوں کو بہا کر لے جاتی ہے۔ بیلہ کے قریب ندی کی چوڑائی قریباً ایک میل ہو جاتی ہے۔ اپنے ڈیلٹا کے قریب کئی ایک تالاب بناتی ہے جو لمبائی میں کئی میل اور چوڑائی میں ایک میل کے قریب ہوتے ہیں۔ گرم ہواؤں کے چلنے کی وجہ سے تالابوں کا پانی گھٹتا رہتا ہے۔ جہاں یہ ندی سمندر میں گرتی ہے وہاں بھی ایک تالاب کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ گرمی کے سبب تالابوں کا پانی نمکین ہو جاتا ہے۔ سیاح چارلس میسن اس کی وجہ پانی میں معدنی اجزا کی ملاوٹ کو قرار دیتا ہے[1] اگرچہ ان تالابوں کا پانی نمکین ہوتا ہے۔ مگر ان کے کناروں پر ہر طرف ہریالی نظر آتی ہے جن میں مختلف قسم کے آبی پرندے اور مرغابیاں بسیرا کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے دسویں صدی عیسوی

1- A. W. HUGSES, BALOCHISTAN, PROVINCE OF LASBELLA

کے عرب سیاح اور جغرافیہ دان ۔ اصطخری نے لکھا ہے ۔ کہ خدا وند تعالیٰ نے مکران کے باشندوں کو پرندوں اور مچھلی کے قدرتی گوشت سے نوازا ہے ۔ ایرین نے پورالی کا قدیم نام (آرا بیوس) بیان کیا ہے ۔ سکندر مقدونی اپنے واپسی کے سفر کے دوران ، مکران سے گزرا اس لئے یونانی مورخین نے اور جغرافیہ دانوں نے یہاں کے مقامات کے تذکرے تفصیل سے کئے ہیں لہ ۔

ندی ہنگول

ریاست عالیہ قلات کی سب سے بڑی ندی ہے اس کی لمبائی ۳۵۰ میل ہے ۔ یہ ندی جھالاوان کی وادی سوراب کے پہاڑی سلسلوں سے نکلتی ہے ۔ مغربی جھالاوان اور لسبیلہ کے میدانوں کو آباد کرتی ہوئی بحیرہ عرب میں گرتی ہے ۔ اس کی ایک شاخ (شکی) وادی کولواہ کو سیراب کرتی ہے ۔ ریاست عالیہ قلات کے علاقہ مکران اور ریاست لس بیلہ کی حد بندی کا کام دیتی ہوئی ان علاقوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے ۔ اس کے بھی مختلف مقامات پر مختلف نام ہیں ۔ مثال کے طور پر ناڑہ پہاڑ سے لے کر ہنگول کی پہاڑیوں تک کے حصہ ندی کو ہنگول کہتے ہیں

لہ SIR. T. HOLDICH. THE GATEWAYS OF INDIAN MAKRAN LONDON. 1910

ہنگول پہاڑ سے سمندر تک اس ندی کو آغور کہتے ہیں۔ ہنگلاج کا سلسلہ کوہ بھی اسی راستے میں آتا ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی سطح سمندر سے ۲۲۰۰ فٹ بلند ہے۔ سکندر مقدونی کے دورِ حکومت سے چار صدیاں بعد ارسطو بیولوس (AIRISTO BULUS) اور پریپلوس (PERIPULUS) بیان کرتے ہیں۔ کہ اُس زمانہ میں ہنگول پر بسے ہوئے شہر بہت گنجان آباد۔ اور تجارتی مراکز تھے[1]

ندی گشکور

کوُر۔ بلوچی زبان میں (ندی) کو کہتے ہیں۔ گشکور ندی۔ بلیدہ کے شمال مغرب سے نکل کر۔ بلیدہ اور وسط کمران کے مغربی حصّے کو سیراب کرتی ہے۔ (آب کلانی) کے موسم میں بلیدہ کی وادی میں سرکنڈوں اور کھور کے جنگلات اُگتے ہیں۔ جن میں درندے بسیرا کرتے ہیں۔ جن اراضیات کے اوپر سے یہ ندی گزرتی ہے۔ وہاں تالاب بن جاتے ہیں۔ انہی تالابوں سے کاشتکاری کی جاتی ہے۔ بند بلیدہ بند تیجی اور سمی کے پہاڑوں سے گزرنے کے بعد ندی جنوبی رُخ اختیار کرتی ہے۔ تالابوں اور جنگلات کو عبور کرتی ہوئی (کیلگ) کے شمال میں۔ کیل کوُر کی ندی سے جا ملتی ہے۔ اس ندی سے بنے ہوئے تالابوں میں سب سے بڑے تالاب کو (جوان مردان) کہتے ہیں۔

1- ORO GRAPHICAL MAP OF AFGHANISTAN AND BALOCHISTAN COMPILED BY S.R.T.H. HOLDICH.

ندی کیل کور

وسطی مکران سے جتنے بھی بارانی نالے نکلتے ہیں سب کیل کور سے آکر ملتے ہیں۔ وادی کیچ میں اس کا جنوبی کنارہ۔ پہاڑوں کے نشیب کے ساتھ ساتھ بہتا ہے۔ (گو دیری)۔ (دحم) اور (دزور) اس کی معاون شاخیں ہیں۔ اس ندی کے مقام (آزوک) اور (زیاک) کے قدرتی مناظر بہت دلفریب ہیں۔ کیچ اور کولواہ کی حدود پر (تنک پشت) سے بالگتر اور وشتک کے مشرق میں جنگلات سے گزر کر۔ وادی کیچ میں داخل ہوتی ہے۔ سمی کے مقام کے قریب کیلگ کے شمال میں۔ ندی گشکور اس سے ملتی ہے۔ کسی زمانے میں (تنک پشت) کے قریب اس ندی پر ایک بڑا پشتہ تعمیر کیا گیا تھا۔ جسے گور بند کہتے تھے۔ اس بند کے ٹوٹنے کے بعد ہوشاب اور بالگتر کی وادیاں غیر آباد ہو گیئں۔[1]

ندی نہنگ

یہ ندی سرپدم سے نکل کر پروم اور گیشتکان کو سیراب کرتی ہوئی زاموران اور بم پشت کے پہاڑوں کو عبور کرکے ریاست عالیہ قلات اور ایران کی حد بندی کرتی ہے۔ طغیانی کے موسم میں بہت نقصان کرتی ہے۔ ۱۹۰۳ء میں تمپ

---

1. R. HUGHES BULLER - MAKRAN RIVERS P.P: 18-19

کے کھیتوں اور نخلستانوں کو کافی نقصان پہنچایا۔ اسپ کہن کے مقام پر پہاڑوں سے نکلنے کے بعد۔ بیدہ کی پہاڑی سے ٹکراتی ہوئی۔ جنوب مشرق کی طرف ڈیلٹا بناتی ہے۔ اس کے پانی سے تالاب بن جاتے ہیں۔ جو کاشتکاروں کے لئے باعث نعمت بنتے ہیں۔ ملانت۔ کسانو۔ خشکابہ اور بالیچاہ اس کی معاون شاخیں ہیں۔ (کل بر) اور تگران کی معاون شاخیں اس سے اسپ کہن کے قریب آکر ملتی ہیں۔ اس کی ایک شاخ (مند کور) پر تین مقامات پر بند تعمیر کئے گئے ہیں۔ جن سے وادی مند کی سیرابی ہوتی ہے۔ جن پہاڑوں سے یہ ندی نکلتی ہے۔ وہاں بے شمار پھل دار درخت ہیں۔ تمپ کے مقام پر اس کے کناروں کی بلندی چار فٹ تک پہنچ جاتی ہے۔ اور چوڑائی قریباً آدھ میل ہوتی ہے۔ اس ندی کا پانی تازہ اور میٹھا ہوتا ہے۔ موسم برسات میں اس سے بہت سی شاخیں نکلتی ہیں۔

ندی دشت

مکران میں اسی نام کا ایک میدان بھی ہے۔ ندی دشت گوک پروش کے پہاڑی سلسلہ سے نکل کر بحیرہ عرب کی ایک کھاڑی جو پندرہ میل لمبی ہے۔ اس میں گرتی ہے۔ موسم برسات میں اس میں پانی بہتا ہے۔ اور جابجا تالاب بن جاتے ہیں۔ جب اس کا پانی گھٹنے لگتا ہے، تو اس وقت اس کے کنارے سرسبز ہو جاتے ہیں۔ کئی مقامات پر

کسان اس کے بلند کنارے کاٹ کر پانی حاصل کر لیتے
بعض جگہ تو کناروں کی بلندی ۲۵ فٹ تک پہنچ جاتی ہے
اور چوڑائی دو سو گز ہوتی ہے۔ ۱۸۷۶ء تک دشت کی ز
تمام مکران میں زرخیز زمین تصور کی جاتی تھی۔

ندی شادی کور

ابتدا میں یہ ایک چھوٹا سا نالہ ہے۔ جو (گوانک) ک
قریب سے نکلتا ہے۔ جنوب کی طرف بہتا ہوا مرکز
رُخ اختیار کرتا ہے۔ اسی مقام پر پیدارک کا نالہ اس
میں شامل ہوتا ہے۔ اس کی ایک دیگر معاون شاخ
کور۔ گوک پروش کی پہاڑیوں سے نکل کر جانگ اور
گوَرکوپ کی وادیوں کو سیراب کرتی ہوئی۔ علامانی بینٹ
کے قریب شادی کور سے ملتی ہے[1]
یہاں سے شادی کور۔ تلار بند کے پہاڑ کو عبور کرکے پسنی
سے دو میل دور جانب شمال مغرب بحیرہ عرب میں گرتی ہے
اس کی ڈیلٹا کی کھاڑی میں برساتی موسم میں بڑی بیٹریاں لنگر
ہو سکتی ہیں۔ اس کے ساحل پر بعض مقامات پر کھجور کے جھنڈ
نظر آتے ہیں۔ سمندر میں گرنے سے پہلے۔ اس کی دو معاون
ندیاں (باچار) اور (دوسی) اس میں شامل ہوتی ہیں۔ ا
کے علاوہ پہاڑ کی ترائی سے کئی چھوٹے چھوٹے نالے اس

نوٹ:۔ علامانی بینٹ۔ پسنی اور تربت کے راستے پر ایک منزل گاہ ہے۔

[1] R. HUGHES-BULLER. MAKRAN. RIVERS

ین آکر گرتے ہیں ۔اس کی لمبائی ۵۰ میل ہے۔

ندی باسول

یہ ندی وادی بالگتر کے جنوبی پہاڑی سلسلہ سے نکل کر مکران کے ساحلی پہاڑوں کو عبور کر کے راس بسول کے قریب بحیرہ عرب میں گرتی ہے ۔ اس کی لمبائی اسی میل ہے ۔اس کی مشرقی معاون شاخ (سکر) کہلاتی ہے ۔ اور مغربی شاخیں (رندی) اور (گورانی) کہلاتی ہیں۔ آبگیر کے مقام پر اس کی چوڑائی صرف بارہ گز رہ جاتی ہے ۔ اس کے دو تالابوں کے نام (دکاب) اور (گواری) ہیں۔ اس کے کناروں پر کوئی ہریالی نہیں ہے ۔ کلمت اور اورماڑہ ے جو سڑک بالر (کرواہ) کو جاتی ہے ۔ اس کے عین درمیان ے یہ ندی گزرتی ہے ۔اس کا ڈیلٹا دلدلی ہے ۔

ندی رخشان

شیرنزہ سے جنوب مغرب کی جانب رندوکی ، گھاٹ سے نکل کر مغربی رُخ اختیار کرتی ہے ۔رخشان اور پنجگور کے ضلعوں ں سے گزرنے کے دوران ۔کوہ سیاہان کی ایک شاخ سے کراتی ہے ۔ زنگی لک کی پہاڑیاں اس کے جنوب میں واقع ہیں رخشان وادی میں داخل ہونے کے بعد ناگا قلات کے قریب اس ں پانچ شاخیں بن جاتی ہیں ۔ جو آگے جاکر پنجگور میں پانچ

تالابوں کی شکل اختیار کرلیتی ہیں ۔ کاشتکار ان سے چھوٹے چھو
نالے نکال کر اراضیات کو سیراب کرتے ہیں ۔ ان نالوں کے
کناروں پر کثرت سے کھجور کے درخت لگے ہیں ۔ کیلکر
کے مغرب میں (واانگ) کے قریب اس کے پانی سے کئی ن
بنتے ہیں ۔ جس کی وجہ سے گھنے جنگل اور مختلف اقسام ک
گھاس اگتی ہے ، جس میں درندے بسیرا کرتے ہیں ۔ پنجگو
کے مغرب سے (مزن شاخ)۔ مشرق سے (آسکانی) اور
جنوب سے (گوارگو) کی دو شاخیں اس سے ملتی ہیں پنجگو
کی وادی سے نکلنے کے بعد ماشکیل ندی کا اس کے ساتھ
اتصال ہوتا ہے ۔ کوہک کے قریب ندی کوہ سبز کو عبو
کرتی ہے ۔ پنجگور کے قریب اس کی چوڑائی سو امیل ہے۔
اور پانی کی گہرائی صرف چھ فٹ ہے ۔ جب اس کا پانی خشک
ہو جاتا ہے تو اس میں ریت کے ٹیلے بن جاتے ہیں ۔ جن کا
عبور کرنا بہت دشوار ہوتا ہے ۔ اس کی معاون شاخ
(گوارگو) پر بمقام (شہباز) ایک بند باندھا گیا ہے ۔ اس
ندی میں جابجا ویران بندات کے آثار نظر آتے ہیں ۔ اس
کے کناروں کی بلندی قریباً سات فٹ ہے ۔ کنارے کھجور کے
درختوں اور گھاس کی وجہ سے سرسبز نظر آتے ہیں ۔ سال
کے بیشتر حصے میں ۔ ندی میں پانی نہیں ہوتا ۔ روایت ہے
کہ جس زمانہ میں کمران پر ملک خاندان کی حکمرانی تھی ۔ اس زمانے
میں بونستان کے قریب اس پر ایک بند تعمیر کیا گیا تھا

جسے (مکڑ بند) کہتے تھے۔ جس کے کھنڈرات اب بھی موجود ہیں۔

ندی گچک

ندی گچک مکران کے مشرقی اور جنوبی حصوں کو سیراب کرتا ہے۔ پھر یہ ندی ہنگول کی ایک شاخ ندی مشکئی سے ملتی ہے۔ (سرگواز) کے مقام سے گزر کر ساکا قلات کی جنوبی جانب وسط مکران کے پہاڑی سلسلوں کے قریب راغئی کور سے ملتی ہے۔ اس کی لمبائی پچاس میل ہے۔ کنارے اونچے نہیں ہیں۔ اور سرسبز بھی ہیں۔

ندی راغئی کور

یہ ندی (کپتر) کے مقام سے نکلتی ہے۔ اسی وادی کو سیراب کرنے کے بعد جنوب کی طرف ندی گچک سے ملتی ہے اس کی لمبائی ساٹھ میل ہے۔ اس میں جا بجا تالاب بن جاتے ہیں کنارے سرسبز ہیں۔ موسم سرما میں جب (گورپیچ) کی سرد ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ تو قافلے سردی سے بچاؤ کی خاطر اس کے وسط میں خیمہ زن ہوتے ہیں۔ قلات سے پنجگور جانے والے مسافروں کی راہنمائی بھی اسی ندی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

ندی تنک

یہ ندی کچگ اور راغئے ندیوں کے سنگم پر وسطی مکران کے پہاڑی سلسلوں کے مقام (رپتاندر) سے نکلتی ہے۔ جنوب مشرقی رخ اختیار کرتی ہے۔ کناروں پر ہر جگہ درخت اور گھاس اُگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعض مقامات پر تالاب بھی بن جاتے ہیں۔ سب سے بڑے تالاب کو رکنّی گورم کہتے ہیں۔ اسی تالاب سے بجگور کے نقیب قبیلہ کے افراد مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ اس ندی کی چوڑائی پچاس گز ہے۔ طغیانی کے موسم میں بہت خطرناک ہوتی ہے گورجگ سے تیرہ میل جنوب کی طرف مشکئے ندی سے ملتی ہے۔

ندی ماشکیل

یہ ندی ایرانی مکران کی وادی تمگس سے نکلتی ہے۔ مشرق کی طرف بہتی ہوئی (پیر شاہ امام) کی طرف رخ کرتی ہے (تنک زرتی) کے قریب کوہ سیاہان کو عبور کرنے کے بعد خاران کے مغرب میں جھیل ہامون ماشکیل میں گرتی ہے۔ اس کی لمبائی ۲۵۸ میل ہے۔ خاران کی سب سے لمبی ندی ہے۔ ریکی قبیلہ والے اسے (شکید) کہتے ہیں۔ (یہاں رودک) سے ہامون ماشکیل تک اس کے کناروں پر درخت ہی درخت نظر آتے ہیں۔ موسم

گرما میں خاران کے خانہ بدوش۔ اونٹوں کے گلے یہاں چرانے کے لئے لاتے ہیں۔ اس کے درمیان پانی کے کافی تالاب ہوتے ہیں۔ اس کی زمین کو تھوڑی سی گہرائی تک کھودنے سے پانی نکلتا ہے۔

ندی بی بی لوہاری

اس ندی کے کنارے پر بی بی لوہاری کا خوبصورت مقبرہ ہے۔ جو ایک بلوچ خاتون تھی۔ اور اسی کے نام سے ندی کا نام بھی بی بی لوہاری پڑ گیا۔ (ڈمبو دمب) کے قریب۔ کوہ درمسکان کی چوٹی سے نکل کر (میاں رورک) کے مقام پر ندی ماشکیل سے ملتی ہے۔ کوہ سیاہان کے سلسلوں کے قریب اسے (جورانی) کہتے ہیں۔ گاریں جاد کے قریب ایک بہت بڑا جنگل ہے۔ بعض مقامات پر اس کے کنارے تیس فٹ بلند ہیں۔ ڈاکٹر (ورڈن برگ) (VERDINBURG) نے خاران کی ندیوں کے مفصل حالات بیان کئے ہیں۔

ندی بڈو

خاران میں ماشکیل ندی کے بعد ندی بڈو دوسری لمبی ندی ہے۔ دشت گوران کی۔ وادی (اگر) کے پہاڑی سلسلہ سے نکل کر شمال مشرقی خاران کو سیراب کرتی ہے۔ ابتدا

ہیں جہاں سے نکلتی ہے۔ وہاں اس کو (پارود) کہتے ہیں۔ مقام (بلجتو) سے گزرنے کے بعد۔ بڈو کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ (بلجتو) سے آگے جن پہاڑی سلسلوں سے گزرتی ہے۔ وہاں پھل دار درخت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ماہ جون سے ماہ اگست تک اس کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ نوروز قلات تک اس کی چوڑائی صرف دو گز تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے کنارے بیس سے تیس فٹ تک بلند ہیں۔ باندی کے مقام پر اس دریا سے کافی کاشتکاری ہوتی ہے۔ چرنکی۔ زور آباد بندلو۔ کوراکاتی۔ سراپ گرڈگ۔ اس کی معاون شاخیں ہیں۔ ان میں موسم برسات میں پانی آتا ہے۔ خاران میں اور بھی اس قسم کی ندیاں ہیں۔ جن میں صرف موسم برسات میں پانی آتا ہے۔ جیسے تافوئی کلان۔ کلاگ۔ تتاگر۔ راسانی رود۔ بُرما گوئے گدین۔ بازگاز۔ وغیرہ۔ ان میں (کیتیان) سب سے بڑی ندی ہے۔ اُس میں سارا سال پانی بہتا ہے لہ

جھیلیں

وسطی ایشیا کی طرح مملکت قلات کے شمال مغربی اور جنوب مغربی علاقوں میں بڑی بڑی جھیلیں پائی جاتی ہیں۔

لہ C.F. MINCHIN. BALOCHISTAN DISTRICT GAZETTEERS. KHARAN. VOL VII. A P. 13 BOMBAY. 1908

۔ جنوبی علاقوں کی جھیلیں دراصل بحیرہ عرب کی شاخیں ہیں ۔ کرنل ۔ سر ۔ ٹی ۔ ایچ ہولڈرچ ۔ نائب صدر جغرافیکل سوسائٹی لندن کی رائے ہے کہ کسی زمانے میں بحیرہ عرب تلار بند پہاڑ تک پھیلا ہوا تھا ۔ مرور زمانہ کے ساتھ اس کا پانی گھٹتا گیا ۔ سمندر کی جگہ خشکی نے لے لی ۔ جس طرح ارادلی پہاڑیوں کی شاخیں سمندر کے اندر چلی گئی ہیں ۔ اسی طرح پب پہاڑ کی شاخیں بھی بحیرہ عرب کی تہہ میں جا کر غائب ہو جاتی ہیں ۔ [1]

جھیل باشکیل

یہ جھیل ریاست عالیہ قلات کے مغرب میں واقع ہے ۔ اس کی لمبائی ۵ میل ۔ اور چوڑائی ۸ میل ہے ۔ برسات کے موسم میں اس میں کافی پانی جمع ہو جاتا ہے ۔

جھیل سرندہ

اس جھیل کی لمبائی ۹ میل اور چوڑائی دو میل ہے ۔ گہرائی تقریباً ۴ فٹ ہے ۔ جنوبی حصہ کافی گہرا ہے ۔ یہ دراصل بحیرہ عرب کی ایک شاخ ہے جو آبکلانی (سمندر کا چڑھاؤ) کے موسم میں پانی سے بھر جاتی ہے ۔ یہ جھیل ریاست لس بیلہ میں واقع ہے موسم سرما میں اس میں مختلف قسم کے آبی پرندے آکر بسیرا کرتے ہیں ۔ اس موسم میں اس کا منظر بہت دلفریب ہوتا ہے ۔ روایت ہے ۔

---

[1] SIR . T.H. HOLDICH. THE GATEWAYS OF INDIA

کہ لفظ مکران کے معنی ہیں " جھیلوں والی زمین"۔

جھیل میانی ہور

یہ جھیل بھی بحیرہ عرب کی ایک شاخ ہے۔ اس کی لمبائی ۳۰ میل ہے اور چوڑائی ۴ میل ہے۔

جھیل پاردد

یہ جھیل مکران میں واقع ہے۔

جھیل ماشکیل

یہ جھیل علاقہ خاران میں۔ ایران کی سرحد پر واقع ہے۔ بلوچستان کی تمام جھیلوں میں سب سے بڑی جھیل ہے۔ اس کے مشرق میں راس کوہ۔ جنوب میں کوہ سیاہان مغرب میں کوہ بیابان شمال میں کوہ سلطان۔ کوہ میرجاوا۔ اور چاغی کی پہاڑیاں واقع ہیں۔ یہ چاروں طرف سے انہی پہاڑی سلسلوں میں گھری ہوئی ہے ان پہاڑی سلسلوں سے جتنی بھی ندیاں نکلتی ہیں۔ ان سب کا پانی اسی جھیل میں جمع ہو جاتا ہے۔

پانی کے کھڈ

جھیلوں کے علاوہ مکران کے علاقے میں پانی کے بڑے بڑے کھڈ ہیں۔ جن کو بلوچی زبان میں " کف یا کپ " کہتے ہیں۔ یہ عام طور

پر خشک رہتے ہیں ۔ مگر برسات کے موسم میں ان میں وافر مقدار میں پانی جمع ہو جاتا ہے ۔ اور یہ جھیل کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ یہ کھنڈ کمران کے کولواہ ۔ باگتر اور پروم کی وادیوں میں واقع ہیں ۔ پروم کی رکپ ، کی لمبائی ۲۱ میل ہے ۔ انگریزوں کا ایک فوجی سیاح سرچارلس میکرگیر- اپنی کتاب " سفرنامہ بلوچستان" میں لکھتا ہے ۔ کہ جب ان کھنڈوں میں پانی جمع ہو جاتا ہے ۔ تو دو دن کے اندر پانی کا ذائقہ میٹھے سے کھارے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ وہ اس کی یہ وجہ بیان کرتا ہے کہ یہ پانی معدنی ذرات سے بھرپور ہوتا ہے ۔ جب اسے سورج کی تپش لگتی ہے تو پانی بھاپ بنکر بخارات کی صورت میں فضا میں غائب ہو جاتا ہے معدنی ذرات باقی ماندہ پانی میں رہ جاتے ہیں ۔ جس کی وجہ سے پانی نمکین ہو جاتا ہے ۔ اسی وجہ سے کھنڈوں کے کناروں پر نمک کی ہلکی سفید تہ جمع ہو جاتی ہے ۔ ان کھنڈوں کے پانی سے نمک حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ کیونکہ ماہرین کی تحقیق کی رو سے اس میں سوڈیم کلورائیڈ کافی مقدار میں پایا جاتا ہے [۱] ۔ بعض کھنڈوں سے آتش فشاں پہاڑوں کی

---

[۱] SEE, WANDERINGS IN BALOCHISTAN, BY. MACGREGER, C.M. SIR. LONDON 1882, R HUGHES- BULLER, MAKRAN' KAPS. P. 24

طرح ۔ دھواں اور اُبلتا ہوا کیچڑ بھی خارج ہوتا ہے ۔ بلوچ اگر (آپ چمگ) کہتے ہیں ماہرین اس کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ ان کھنڈوں کے پاتال سمندر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

زلزلے

ریاست عالیہ قلات کے تمام پہاڑی سلسلے آتش فشاں پہاڑوں کے زمرے میں آتے ہیں ۔ کیونکہ ان میں ہر قسم کی معدنیات پائی جاتی ہیں۔ جو آتش فشاں پہاڑوں کی علامت ہے ۔ ہر صدی میں یہاں زلزلے آتے رہے ہیں۔ جن کی تباہ کاریوں سے کافی جانی مالی نقصان ہوتا رہا ہے زلزلوں کے آنے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے ۔ مشکے ۔ وڈھ ۔ پنجگور ۔ بیلہ ۔ قلات کے آثار قدیمہ کے کھنڈرات ۔ انہی زلزلوں کی آمد کے گواہ ہیں۔ یہ کھنڈرات کسی زمانہ میں گنجان آبادی کے پُر رونق شہر تھے ۔ زلزلوں کی آمد سے تباہ و برباد ہو گئے ۔ ان زلزلوں کا سندھ کے علاقوں پر بھی اثر پڑتا رہا ہے ۔ جس کی مثال موہن جو ڈرو کے کھنڈرات ہیں۔ جو پانچ ہزار سال قبل از مسیح ۔ ہندوستان میں غیر آریائی تہذیب کا اہم مرکز تھا ۔ اسی طرح سندھ کے دیگر قدیم شہر بھنبھور ۔ دیبل اور برہمن آباد بھی ، زلزلوں کی تباہ کاریوں کی زندہ مثالیں ہیں ۔ لس بیلہ کا قدیم شہر (روغان) سندھ کے قدیم شہر پٹالہ (نیرون کوٹ) اور الور کا ہمعصر شہر تھا ۔ مگر آج اُن میں سے کسی ایک کا بھی نشان باقی نہیں رہا۔

اسی طرح بلوچستان کے شمال میں سیستان کے خطہ کے دیبلع شہر بھی ریت میں مدفون ہو گئے۔ کچھی کے علاقہ میں چھلگری کے مقام پر بدھ کے زمانے کے آثار قدیمہ۔ پہاڑی مدادیول میں پتھروں کے عظیم بندات کے باقیات۔ انہی خطرناک زلزلوں کی تباہ کاریوں کی علامات ہیں۔ جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس علاقے میں ہر وقت زلزلے آتے رہے ہیں۔ جو شدید نوعیت کے ہوا کرتے تھے۔ عباسی خلفا کے دور میں ۲۸۰ھ میں ریاست عالیہ قلات کے جنوبی حصے کو شدید زلزلوں کی وجہ سے سخت جانی و مالی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ جن کے اثرات سے سندھ کی بندرگاہ دیبل تباہ ہوئی۔ علامہ سیوطی کے قول کے مطابق کوئی ڈیڑھ لاکھ انسان دیبل کے شہر کی عمارات کے ملبوں میں دب کر فنا ہو گئے[۱] مکران کا ساحل پہاڑی سلسلوں سے گھیرا ہوا ہے۔ اس لئے سمندری طوفان اندرون علاقہ پہنچ نہیں پاتے۔ مگر بعض دفعہ تیز طوفانی لہریں۔ گھاٹیوں کو عبور کر کے۔ اندرون ملک باعث نقصان بن جاتی ہیں۔ ۱۸۹۹ء میں سمندر کی طوفانی ہواؤں نے وادی کیچ کی کھجور اور آموں کے درخت۔ جڑ سے اکھاڑ پھینکے اسی سال کولواہ اور کیچ کے علاقوں میں زبردست زلزلوں کے جھٹکے آئے۔ بلر (BALOR) کا چشمہ جو صدیوں سے خشک پڑا ہوا تھا۔ پھر سے ابل پڑا ہمارے دور میں

---

[۱] تاریخ الخلفا سیوطی - و - ص - ۳۸۰ ترجمہ اردو

بھی ایسے شدید زلزلے آئے۔ جن کی شدت کی نوعیت لزبن
کے ۱۷۵۵ء، ٹوکیو کے ۱۹۲۳ء کے زلزلوں کی طرح تھی۔ ایک
شدید زلزلہ ۱۹۳۵ء میں آیا۔ جس نے برٹش بلوچستان کے صدر مقام
کوئٹہ کو لزبن۔ ٹوکیو۔ یوکوہاما کی طرح نیست و نابود کر دیا۔ کوئٹہ کے شہر میں پچاس ہزار
انسانی جانیں زلزلہ کی تباہ کاریوں کی نذر ہوگئیں۔ زلزلے کے اثرات ریاست
عالیہ قلات کے شہر مستونگ اور دارالحکومت قلات تک محسوس
کئے گئے۔ یہ دونوں شہر بھی تباہ ہوئے اور ان میں کافی جانی و مالی
نقصان ہوا۔ ۲۸ نومبر ۱۹۴۵ء میں مکران کے ساحلی علاقوں
میں زبردست زلزلہ آیا۔ جس سے پسنی اور اورماڑہ کی بندرگاہیں
تباہ ہوئیں۔ زلزلہ کی وجہ سے سمندر کا پانی اتنا چڑھ گیا کہ ان
مقامات میں۔ زلزلہ سے بچے ہوئے مکانات کو پانی نے بہا
کر سمندر میں غرق کر دیا۔

ساحل

میر نصیر خان اعظم کے زمانہ میں ریاست عالیہ قلات
کا ساحل جیونی اور گوادر سے لے کر کراچی تک پھیلا ہوا تھا
کراچی کا علاقہ بھی ریاست عالیہ قلات کی قلمرو میں شامل تھا۔ جس
کی لمبائی ۲،۴ میل تھی۔ ریاست عالیہ قلات کا ساحل بہت
سے تاریخی ادوار کے انقلابات کا آماجگاہ رہا ہے۔ درحقیقت
اس کی قدیم تاریخ ساحل مکران کی امواج میں پوشیدہ ہے۔
یونانی مورخین اور جغرافیہ دانوں نے مکران کو ICHTHYOPHAGAI

چھیو پاگی کے نام سے یاد کیا ہے۔ اور اُس سے متصل سمندر
ر (ERYTHREUM) ایری تھیورم کے نام سے موسوم
ر کے ذکر کیا ہے۔ گبن نے تاریخ روما انگریزی کی تاریخ میں
علاقہ اچھیو پاگی کا تذکرہ بھی کیا ہے[1] جس طرح مکران کا قدیم نام
یونانی تاریخ میں "ICHTHYOPHAGAI" تھا۔ اسی طرح اُس کے بنادر
کے بھی قدیم یونانی نام تھے۔ کرنل۔ سر۔ تھامسن ہنگر فورڈ ہالڈچ
نے قدیم مکران کے ساحل کا نقشہ مرتب کرتے وقت۔ ان
بندرگاہوں کے قدیم یونانی ناموں کو لکھا ہے۔ ان بندرگاہوں
کی تجارت ملک یمن، شام، جزیرہ، مصر، افریقہ، گجرات، مالابار
جزائر شرق الہند اور چین سے ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ
یہ بندرگاہیں۔ وسط ایشیا کے ممالک کے قریب واقع تھیں
لہٰذا وہ انہی بنادر سے اپنا مال دساور کو بھیجا کرتے تھے۔
اور وسیع پیمانے پر انہی بندرگاہوں سے تجارتی مال کی درآمد
اور برآمد ہوا کرتی تھی۔ کراچی کی بندرگاہ کی شہرت پانے سے
پہلے خراسان۔ قلات، قندھار، شکارپور، کے علاقوں کا تجارتی
مال۔ لس بیلہ۔ کے سون میانی بندرگاہ سے دساور کو جاتا تھا
سکندر مقدونی نے وطن جاتے ہوئے یہاں قیام کیا۔ اور
اپنے قیام کی یاد میں سون میانی کا نام اسکندریہ رکھا۔ ساحل
کے قریب پہاڑوں کی بلندی بیس سے تیس فٹ تک
ہے۔ جوں جوں یہ پہاڑیاں ساحل سے دور ہوتی جاتی

---

[1] E. GIBBON. DECLINE AND FALL OF ROMAN EMPIRE, VOL X, ICHTHYOPHOGAI

ہیں - ان کی بلندی بھی بڑھتی جاتی ہے اور قریب
فٹ تک پہنچ جاتی ہے یہ تمام پہاڑی سلسلے خشک
بنجر ہیں - پہاڑوں کے نشیبی علاقے جو ساحل سمندر
ملتے ہیں وہاں ریت کے ٹیلے ہیں - ان ٹیلوں کے اردگرد
جھاڑیاں نظر آتی ہیں - سونمیانی کا شمالی حصہ دلدلی زمین
یہاں کھجور کے درخت کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں -
کی کھاڑی میں کشتی رانی ہوتی ہے - اسٹیمر ساحل سے دور
دور لنگر انداز ہوتے ہیں - سونمیانی کے علاوہ کلمت - پسنی -
جیونی - اور گوتر بھی بہترین بندرگاہیں ہیں - یہ تقریباً سب آبنا
پر واقع ہیں - آبنائے کلمت کا محل وقوع بہترین بندرگاہ
کی تمام خصوصیات کا حامل ہے [1]

کپتان کانسٹیبل اور لیفٹیننٹ - اے - ڈبلیو - اسٹائیف -
کتاب "پرشین گلف پائلٹ" میں ریاست عالیہ قلات
کیفیت جہازرانی وضاحت سے بیان کی ہے - اسی ساحل کے
اور جغرافیائی حالات - ڈی - گوبجے نے اپنی کتاب - (مشرقی
تاریخی جغرافیہ) میں تفصیل سے بیان کئے ہیں - بلوچستان
ساحل کراچی سے آبنائے گوتر تک ۲۷۰ میل ہے - اس

---

[1] - مکران کے ساحل پر سمندری موجیں ۶ فٹ سے لے کر دس فٹ کی بلندی تک
کر ساحل سے ٹکراتی ہیں - ساحل کے بعض مقامات جہازرانی کے لئے بہت مفید ہیں - اور بعض
خطرناک - پرشین گلف پائلٹ" نام کے کتاب میں ساحل مکران پر جہازرانی کے لئے موزوں اور غیر موزوں
مقامات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے - یہ کتاب ۱۸۹۸ء میں لندن کے بحری محکمہ کی طرف سے
کی گئی ہے -

اس ساحلی علاقے کا تقریباً ۳۷۲ میل علاقہ خان قلات کی فرمانروائی کے تحت ہے۔

باب الاسلام

جس طرح عرب جغرافیہ دانوں نے سندھ کا نام "عشق البلاد" رکھا تھا۔ اسی طرح مکران اور ساحل مکران کا نام انہوں نے "باب السندوالہند" رکھا۔ کیونکہ یہ راستہ تھا۔ جہاں سے انہوں نے سندھ و ہند پر حملے کئے۔ یہاں سے اسلامی افواج نے غازی محمد بن قاسم کی زیر کمان دیبل۔ الور۔ ملتان۔ اور قنوج کے علاقے فتح کئے۔ مکران کا ساحل "باب الاسلام" بن گیا۔ اسی مقام سے پہلی مرتبہ گزر کر اسلامی افواج نے سندھ و ہند کی سرزمین پر قدم رکھا۔ کرنل۔ سر۔ ٹی۔ ایچ۔ ہالڈچ نے مکران کے اُن تمام راستوں کا نام لکھا ہے۔ جن کا ذکر یونانی اور عرب جغرافیہ دانوں نے کیا ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ مغرب کی طرف ہندوستان کو جانے والا خشکی کا راستہ درہ خیبر نہیں بلکہ ساحل رہا ہے۔ اسی ساحلی راستے سے قدیم زمانہ میں۔ دراوڑی ایرانی۔ تورانی۔ میدی، پارتھی، بابلی، اشوری، فلیقی۔ مصری اقوام گزر کر ہندوستان میں وارد ہوتی رہی ہیں۔ تاریخی دستاویزات

لہ دیکھو تحفۃ الکرام۔ علی شیر ٹھٹھوی۔ جلد دوئم۔ ذکر محمد بن ہارون۔ مطبع ناصری بمبئی۔ فرشتہ۔ حکیم محمد قاسم فرشتہ۔ جلد دوئم نولکشور لکھنؤ۔

ثابت کرتی ہیں۔ اگر غیر آریائی۔ آریائی۔ اور سیما طیقی اقوام اس علاقے کو اپنا مسکن بھی بناتی رہی ہیں۔ بلوچوں میں ان اقوام کے خونی رشتوں کے اثرات موجود ہیں۔ جس سے کوئی بھی محقق انکار نہیں کر سکتا موجودہ وقت میں بھی ہندوستان کے مغربی ممالک کو جانے کا یہی راستہ ہے۔ جہاں سے انڈو یورپین تار برقی کی لائنیں گزرتی ہیں۔ جیسا کہ یونانیوں نے بیان کیا ہے۔ یہ راستہ بحر علاقوں سے گزرنے کی وجہ سے تکلیف دہ راستہ ہے۔ انڈو یورپین تار برقی کا بیان مناسب موقع پر کیا جائے گا۔

بندرگاہیں

جس زمانے میں مصر میں میمفس " MEMPHIS " اور تھیبس (THEBES) شام میں ٹائیرے " TYRE " جزیرہ میں بابل نینوا فارس میں اصطخر " PERSEPOLIS " کے شہر عروج پر رہتے۔ ان کی بحری تجارت۔ بحیرہ خزر، خلیج فارس۔ بحیرہ قلزم اور بحر ہند کے راستوں سے ہوا کرتی تھی۔ اسی زمانہ میں سیراف ابلہ۔ ہرمز۔ تیز اور جسک۔ خلیج فارس کی اہم بندرگاہیں تھیں۔ اور ان متمدن اقوام کی تجارت مکران کی بنادر سے ہوا کرتی تھی۔ اور انہیں تجارتی اہمیت حاصل تھی۔ اسی وجہ سے مصری، یونانی۔ فینیقی اور بابلی اقوام اپنی تجارت کے تحفظ کے لئے مکران کی بندرگاہوں پر حملے بھی کیا کرتے تھے۔ ساتویں صدی عیسوی میں خلیج فارس کی " جسک "، کی بندرگاہ سے پانچ فارسی آتش پرست قبائل

گجرات پہنچ گئے۔ اور نوساری ندی پر ایک بستی قائم کی لے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مکران کی بندرگاہیں۔ مرور زمانہ میں کئی ایک انقلابات دیکھ چکی ہیں۔ گوادر، پسنی - کلمت - جیونی - راس الشمال اور ماڑہ اور سونمیانی - ریاست عالیہ قلات کی اہم بندرگاہیں ہیں۔ جن کے میں یونانی نام اور مختصر تاریخ بیان کروں گا۔

گوادر

گوادر یا گوادیل کراچی سے ۲۵۸ میل دور۔ مغرب کی طرف خلیج گوادر کے مشرق پر ایک ریتلے خاکنائے پر واقع ہے۔ اس خاکنائے کا مشرق سے مغرب تک طول سات میل ہے۔ اور عرض ڈیڑھ میل، گوادر شہر کے سامنے خلیج گوادر واقع ہے۔ خاکنائے گوادر کی قدرتی ساخت مغربی ہوائیں چلتی ہیں۔ تو جہاز خواہ کے سبب اُس کے ساحل سے ایک سو گز کے فاصلے پر آکر لنگرانداز ہوتے ہیں۔ یہ بندرگاہ ایک جزیرہ نما کی مانند ہے۔ اس بندرگاہ کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ میر نصیر خان اعظم کی عہد حکومت میں حکومت عمان کے حکمران خاندان کے ایک شہزادہ نے اپنے حکمران بھائی سے ناراض ہو کر بلوچستان کا رُخ کیا۔ قلات میں میر نصیر خان اعظم کے دربار میں پیش ہوا۔ جہاں اُسے

لے K.B. FAZULULLAH, GAZETTEER OF THE BOMBAY PRESIDENCY, VOL IX PART II GUJRAT BOMBAY, 1899.

مہمان رکھا گیا۔ اُس کے بعد میر جہانگیر خان نوشیروانی کی استدعا پر خان اعظم نے گوادر کی بندرگاہ اس شہزادے کو بطور مہمانی اُس کے نان نفقہ کے لئے عطا کی۔ بعد میں مسقط کے حکمرانوں نے اسے اپنے قلمرو میں شامل کر دیا۔[1]

پسنی

یوں تو مکران کا ساحل جہازرانی کے نگاہ سے خطرناک ہے مگر اس کے تمام بنادر۔ قدرتی بناوٹوں اور کھاڑیوں پر واقع ہونے کی وجہ سے جہازرانی کے لئے اتنے خطرناک نہیں ہیں۔ بلکہ مفید ہیں۔ ریاست عالیہ قلات کی سب سے بہترین اور خوبصورت ترین بندرگاہ پسنی ہے۔ جو خلیج پسنی پر واقع ہے۔ اور کراچی سے ۱۹۲ میل دور ہے۔ خلیج کا جنوبی حصہ جبل (زرین) کہلاتا ہے۔ پسنی شہر کے نزدیک مشرقی جانب راس الجدی واقع ہے۔ جو سطح سمندر سے ایک سو پچاس فٹ بلند ہے۔ جہاں شادی کور۔ سمندر میں گرتی ہے۔ وہاں زمین ریتلی ہے۔ پسنی کے ساحل پر سو گز کے فاصلے پر تقریباً ایک ہزار کشتیاں آکر لنگر انداز ہوتی ہیں۔ موسمی ہواؤں کے چلنے کے دوران یہ کشتیاں مچھلی کا شکار کرتی ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں برٹش انڈیا کمپنی کے تجارتی جہازوں نے پسنی کی بندرگاہ پر آنا شروع کیا۔ جس سے تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ اور اسی سال کسٹم کی آمدنی سے

---

[1] A.W. HUGHES: BALOCHISTAN: GUWADAR.

شارہ ہزار روپے حاصل ہوئے ۔ ۱۹۰۶ء میں کسٹم کی آمدنی
سٹھ ہزار روپے ہوئی ۔ اور ایک لاکھ روپے کی مالیت کا مال
سادر کو بھیجا گیا ۔[1] ۱۹۳۳ء میں خان میر محمد اعظم خان ۔ خان
ت قلات کے عہد حکمرانی میں پسنی کی بندرگاہ کے تجارتی روابط
پان سے قائم ہوئے ۔ یہاں ایک ہوائی مستقر بھی ہے ۔ یہ
دائی راستہ کراچی کو یورپ سے ملاتا ہے ۔ پسنی میں ۲۸ نومبر
۱۹۴ء میں شدید زلزلہ آیا تھا ۔ جس کی وجہ سے بندرگاہ کو
خت نقصان پہنچا کوئٹہ کے زلزلہ کے بعد یہ دوسرا ہولناک زلزلہ
ھا ۔

کلمت

یہ ساحل مکران پر ایک قدیم بندرگاہ ہے ۔ جسے یونانی مورخ ایرین
(ARRIAN) نے کلما (KALMA) لکھا ہے ۔ یہ بندرگاہ
اچی سے سو میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔ درحقیقت کلمت ایک
ھاڑی کا نام ہے ۔ جو (رمبر) ندی سے لے کر اورماڑہ تک پھیلی
دئی ہے ۔ کھاڑی کا پانی گہرا نہیں ہے ۔ اس لئے اس میں جہازرانی
نہیں ہوسکتی ہے ۔ صرف چھوٹی کشتیاں اس میں چل سکتی ہیں ۔ اس
ھاڑی کے علاوہ ۔ کلمت کے قرب و جوار میں چار اور کھاڑیاں
ی ہیں ۔ جن کو جعفری جھلی ۔ شاہری ۔ شنپ ۔ اور ماکولہ کہتے ہیں

1- R.HUGHES-BULLER-MAKRAN:PASNI - ۱۹۰۳ء میں لارڈ کرزن
ران کی بندرگاہ پسنی کے انتظامات کو درست کرنے کی غرض سے اس بندرگاہ کا معائنہ کیا ۔
ہندوستان کا پہلا انگریز وائسرائے تھا ۔ جس نے مکران کے ساحلی بندرگاہ کا دورہ کیا ۔

کلمت اور اُس کے اردگرد کے گاؤں کی آبادی - بمطابق مردم شمار
۱۹۰۵ء صرف ایک ہزار نفوس پر مشتمل تھی - یہاں کے باشند
سنگر اور کلمتی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں - ان گاؤں کو دز
کہتے ہیں - کنوؤں سے پینے کا پانی حاصل کیا جاتا ہے - یہاں
کھجور - آم - لیموں اور لکڑی برآمد کئے جاتے ہیں - اناج باہر
آتا ہے - تجارت پر ہندو قابض ہیں - مشہور امیر البحر میر حم
بلوچ ولد میر جیہند جس نے پرتگیزوں کے خلاف کئی ایک
لڑائیاں لڑیں - اسی مقام کلمت کا باشندہ تھا - اُس کا تعم
کردہ - کنواں بمقام گزدان - ابھی تک موجود ہے - موسم سرما میں
یہاں دور دراز علاقوں سے ماہی گیر مچھلیاں پکڑنے آتے ہیں
کلمت کی کھاڑی سے ایک قسم کا سیپ دستیاب ہوتا ہے - ج
سے بہترین قسم کا چونا بنایا جاتا ہے - کسی زمانہ میں بحرین
طرح یہاں سے بھی بیش قیمت موتی نکالے جاتے تھے - یہاں کے
باشندے اونٹوں کے گلے پالتے ہیں - ماکولہ میں بھی میٹھا پانی دس
ہے - انتظامی لحاظ سے کلمت - پسنی انتظامیہ کے ماتحت ہے - قد
زمانہ میں سلطنت میدیا کی اہم بندرگاہ تھی - اسکندر مقدونی نے
اپنے واپسی سفر کے دوران یہاں قیام کیا - اُس کا سپہ سالار نیرکو
اس بندرگاہ کو محفوظ سمجھ کر یہاں لنگر انداز ہوا

اورماڑہ

یونانی جغرافیہ دانوں نے اورماڑہ کے علاقہ کو - پارکنو

"PARKANOI" اور بندرگاہ کو (باجیسرا) کے نام سے یاد کیا ہے یہ وہی بندرگاہ ہے۔جس پر زمانۂ قدیم میں فنیقی قوم کے جہازرانوں نے حملہ کر کے اپنی فوجیں اُتاری تھیں۔ یہاں کے قدیم باشندے میدکہلاتے ہیں۔ جو قزاق تھے۔ اسکندر مقدونی سے بھی لڑتے رہے ہیں۔ کپتان راس۔ جس زمانے میں اور ماڑہ آیا تھا۔ اس کی آبادی ایک ہزار تھی۔ یہ بندرگاہ لس بیلہ کے علاقے میں شامل ہے۔ اس کی سالانہ آمدنی چھ ہزار روپے ہے اس کی تجارت مسقط۔ بمبئی۔ مالا بار۔ اور کراچی سے ہوتی ہے۔ ۲۸ رنومبر ۱۹۴۵ء میں اس بندرگاہ کو بھی زلزلے سے شدید نقصان پہنچا

سون میانی

کراچی سے پچاس میل دور میانی ہور کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ یہ مقام ساحل سمندر پر ایسے مقام پر واقع ہے۔جہاں سمندر کی لمبائی ۲۸ میل اور چوڑائی ۴ میل ہے۔ اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے سکندر مقدونی نے اس کا نام "اسکندریہ" رکھا[۱] ایرین (ARRIAN) نے اسے کرکول لکھا ہے۔ ۱۸۰۵ء میں قزاقوں نے اس بندرگاہ پر حملہ کر کے اسے نذر آتش کر دیا۔ قدیم زمانے میں یہ وسط ایشیا کی تجارتی بندرگاہ تھی۔ سندھ اور بلوچستان پر قبضہ کرنے سے پہلے انگریزوں نے ۱۸۲۰ء میں اس کی تجارتی

۱۔ اسکندریہ مقدونی نے ہندوستان پر حملہ کرنے کے دوران پنجاب اور سندھ سے گزرتے وقت کئی شہر تعمیر کئے۔ اور بعضوں پر اپنا نام رکھا۔ جیسے اُچ۔ سونیانی وغیرہ

اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے یہاں اپنا ایک ایجنٹ مقرر کیا۔ یہ وہ بندرگاہ ہے۔ جہاں سے وسط ایشیا کا تجارتی مال قلات سے گزر کر سون میانی بندرگاہ سے دساور کو جاتا تھا۔ انگریزوں کی آمد کے بعد درہ بولان میں ریلوے لائن تعمیر ہونے کی وجہ سے مال کراچی کی بندرگاہ سے دساور کو جانے لگا۔ اور اس طرح سون میانی کی اہمیت ختم ہو گئی۔ یورپی سیاح، ہنری پوٹنجر چارلس میسن اور ڈی ونڈٹ نے اپنے سفرناموں میں سون میانی کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ اس وقت یہاں ماہی گیر اور بیوپاری رہتے ہیں۔ یہاں سے نمک اور مچھلی باہر بھیجی جاتی ہے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق سون میانی کی آبادی ۳۱۶۶ نفوس پر مشتمل تھی[1]

جزیرے

ریاست عالیہ قلات کی حدود میں ایک جزیرہ ہے، اگرچہ یونانی جغرافیہ دانوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں ساحل کے قریب متعدد جزیرے تھے۔ جن کا اس موجودہ دور میں نام و نشان تک نہیں جیسے کہ

---

[1] - جیونی - مکران کے علاقہ دشت کے ساحل پر ایک چھوٹی بندرگاہ ہے یہ کراچی سے ۲۹۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کے شمال مشرق میں ایک قدیم قبرستان ہے۔ ۱۹۰۳ء میں اس کی آبادی ۵۰۱ نفوس پر مشتمل تھی۔

...ارٹہ (باجیسرا) کے قریب (کرابائیں (KARABINE
...کا ایک جزیرہ تھا۔ جس کا اب وجود نہیں۔ پسنی کے راس الجدی
...راس ممکنی کے درمیان استولہ یا استالو نام کا ایک جزیرہ
...۔ جس کی طبعی ساخت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی زمانہ میں
...تیوپاغئ کے ساحل کا ایک حصہ تھا۔ جب سمندر کا پانی
...ھنے لگا۔ تو یہ زمین کا ٹکڑا علیحدہ ہوگیا۔ عرب اور ہند
...جزیرہ کو (استالو) اور ہندو (ستادیپ) کہتے ہیں۔
...جزیرہ مکران کے ساحل سے ۱۶ میل کے فاصلے پر۔ جنوب
...طرف واقع ہے۔ پسنی کی بندرگاہ سے ۲۶ میل دور ہے۔
...س کا طول تین میل اور عرض ایک میل ہے۔ ایرین نے اسے
...سالا (NOSALA) لکھا ہے۔ اس جزیرہ کے متعلق یونانیوں
...ر ہندوؤں کی عجیب و غریب روایتیں مشہور ہیں یونانیوں
...عقیدہ تھا۔ کہ آفتاب کی دیوی (نریدس) کا قیام اس جزیرہ میں
...ا۔ جو انسانوں کو مچھلی بنا کر سمندر میں پھینک دیتی تھی۔ ہندوؤں
...روائتیں اس سے بھی عجیب تر ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ یہ
...زیرہ (مہاکالی) کا مسکن ہے۔ آر۔ ھیوز۔ بُلَر۔ مکران کے
...زیٹیر میں لکھا ہے "نارائیں کے کان کے میل سے دو راکشس
...یدا ہوئے۔ جن کا نام (مدّ) اور (کیتاب) تھا۔ اُنہوں نے
...برہما کو مارنے کی کوشش کی۔ اس لئے نارائین نے غصہ
...ی حالت میں یوگ شکتی کو پیدا کیا۔ جو کہ (مہاکالی) تھی۔

اُس نے راکشسوں کو قتل کیا[۱]

ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ یہ دیوی روزانہ یہاں سے ہنگلا ت
چشمہ پر غسل کرنے کی غرض سے جاتی ہے - اس لئے ہندوؤں
اس جزیرہ کا نام (ستادیپ) یعنی روشنی والا جزیرہ
اُن کے عقیدہ کے مطابق - تمام بھارت کھنڈ (ہندوستان)
سات پہاڑ ہیں - ۱- سنگلا دیپ ۲- سوت دیپ ۳- جمبو دیپ
۴- سلمالی دیپ ۵- کولان دیپ ۶- چھاؤں دیپ ۷- رستا
کرتیوس (CURTIUS) کا بیان ہے - کہ قدیم زمانہ
دور، دور سے سوداگر اس جزیرہ کی دولت کے قبضے
کو یہاں آتے تھے - مگر انہیں کبھی بھی کامیابی نہ ہوئی - ؛
اہلِ فنیقیا نے بھی دولت حاصل کرنے کے لالچ میں یہاں
اُمنڈ رہیں تھیں[۲] اسکندر مقدونی کے سپہ سالار اُمیرالبحر نیر
کو یہ تمام روایتیں یاد تھیں - وہ مصری ملاحوں کا دستہ لے
جزیرہ میں وارد ہوا - مگر تمام ملاح مید قزاقوں کے ہاتھ
بے دردی سے قتل ہوئے - بلوچ اس جزیرہ کو دہشت

---

۱ R.HUGHES-BULLER : MAKRAN : HAPTALAR : P: 276

۲- فنیقیا والوں کے چوکور گنبد نما مقبروں کا سلسلہ خلیج فارس سے لے کر خاران تک پایا گیا ہے - ان میں مصر کی ممیوں کی مانند - مردوں کی لاشیں مع آرائشی سامان برآمد ہوئی ہیں - کرنل - سر - ٹی - ہالڈچ اور میجر سائیکس نے ان مقبروں کا معاینہ کیا ہے -

(ساتواں پہاڑ) کہتے ہیں ۔ یہ جزیرہ ریاست عالیہ قلات کی
یخی قدامت کا ثبوت ہے ۔ جس کا ذکر ۔ استرابو جیسے نامور
رخ نے کیا ہے ۔ اس جزیرہ کے ساحل کو (ویب بنک ۔
WEBB-BANK) کہتے ہیں ۔ جو جہازرانی کے نقطہ نگاہ سے
ت خطرناک ہے ۔ تمام جزیرہ ایک ہموار میدان ہے ۔ جس کے
رد پہاڑوں کا سلسلہ دیوار کی طرح کھڑا ہے ۔ انہی کی وجہ سے
زیرہ کا منظر خوفناک دکھائی دیتا ہے ۔ اس جزیرہ کے جنوب مشرق
ف ایک عظیم الشان ہیکل کے کھنڈر موجود ہیں ۔ جس کے پتھر کی
لیں دوگز چوڑی ہیں ۔ بعض جگہ پتھر سے بنے ہوئے بتوں
ے ٹکڑے بھی پڑے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ آثار قدیمہ کے ماہرین
خیال ہے ۔ کہ یہ ہیکل دراصل پانی کا ایک بڑا تالاب تھا ۔ یہاں مید
ہی گیر تھوڑی تعداد میں رہتے ہیں ۔ جزیرہ کا صحرائی حصہ (کھادو)
میدشارک مچھلیوں کا شکار کرتے ہیں ۔ اس ہموار میدان
لاتا ہے ۔ یہاں سے

ں عمدہ گھاس اور بوٹے اُگتے ہیں ۔ جن میں کثیر تعداد میں سانپ
تے ہیں ۔ ہندو اور مسلمانوں کے لیے یہ جزیرہ (استولہ) ایک
ارت گاہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔ ہندو یاتری آتے ہیں دیوی
ے آستان پر بکرے بلیدان کرتے ہیں ۔ اس جزیرہ کے
شمال مغربی پہاڑیوں کے ایک غار کی چوٹی پر میدوں نے
سرخ جھنڈیاں آویزاں کی ہیں ۔ ان کے عقیدہ کے مطابق پہاڑ
ی چوٹی پر حضرت علی علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں

کے نشان ہیں۔ موسم شکار سے پہلے مید اس غار پر آکر
کرتے ہیں۔ اور صدقہ دیتے ہیں۔ موسم سرما کے
اس ویران جزیرے میں بے شمار آبی پرندے آنے
انڈے دیتے ہیں۔ جن کو بعد مسقطی عرب آکر اکٹھا
کے۔ لے جاتے ہیں۔ موسمی لحاظ سے جزیرے پر
ابر چھایا رہتا ہے۔ اس لئے ہوا میں رطوبت ہو
جنوری سے مارچ تک شمال مغربی اور شمال مشرقی
چلتی ہیں۔ جب ہواوں کی رفتار سست پڑ جاتی ہے
بادل منڈلانے لگتے ہیں۔ ہوا میں نمی کی مقدار بڑھ
ہے۔

قدیم نام

مملکت قلات کا وجود ایشیا میں موجود ہے۔ اُس کی
تاریخ، مصر، شام، عرب، ایشیائے کوچک جزیرہ،
فارس، ماوراالنہر، چین و ہندوستان کے تاریخی
میں پوشیدہ ہے۔ ان تذکروں کی تحقیق سے صاف ظاہر
ہے۔ کہ ایشیا کا یہ خطہ ہر دور میں نام بدلتا رہا ہے
مملکت قلات ہی درحقیقت بلوچستان ہے۔ اس لئے
ان مقامات کے قدیم اسماء کو بیان کرنا ضروری ہے
اوستا میں علاقہ (دارا پشین اُنہا) کا ذکر ہے۔

پشین کی زرخیز وادی کی وجہ سے اس خطے کو اس نام سے یاد کیا ہوگا۔ ابو التاریخ۔ ہیرو ڈوٹس جس نے چار سو سال قبل از مسیح دنیا کی سیاست کی ہے۔ اُس نے (پکتا کٹے) اور (ماکا) کے ملکوں کا ذکر کیا ہے۔ جس کے متعلق بعد کے مورخین کا خیال ہے کہ اُس دور میں افغانستان (پکت کٹے) (PIKTAKA Y) اور بلوچستان (ماکا۔ MAKA) کے ناموں سے موسوم تھے۔

یونانی جغرافیہ دان، استرابو ایک صدی قبل از مسیح بلوچستان اور افغانستان کی حدود میں تین علاقوں کا ذکر کرتا ہے (۱) (آراکوسیا ARACHOSIA) بلوچستان کا شمال مشرقی خطہ جس میں قندھار سے لیکر پشین تک کا علاقہ شامل تھا۔ (۲) گیڈروسیا GEDROSIA) بلوچستان کا خطہ جس میں سراوان جھالاوان۔ لس بیلہ۔ مکرانات شامل تھے (۳) (ڈرنگیانا — DARAN GIYANA) - بلوچستان کا شمال مغربی خطہ جس میں خاران۔ چاغی۔ سیستان کے علاقے شامل تھے)[1]

1- R. HUGHES-BULLER- IMPERIAL GAZETTEER OF INDIA. VOL. BALOCHISTAN, NAME. P-12. CALCUTTA 1908.

سیستان کے متعلق کہتے ہیں کہ سجستان بن فارس نے نام رکھا بعض کہتے ہیں کہ گرشاسپ نے اُس کی بنیاد ڈالی اور بہمن نے عمارت تعمیر کیں۔ اس پر سکان نام رکھا۔ جو لبعد میں سکستان و سجستان ہوا۔ زابلستان اور نیمروز بھی اُس کے نام ہیں۔

بلوچستان کے مختلف خطوں اور مقامات کے یونانی نام حسب ذیل ہیں۔

نمبر شمار	یونانی نام اردو میں	یونانی نام انگریزی میں	انہی خطوں کا موجودہ نام
۱۔	پاراپومی سیدائے	PARA POMI SADAE	علاقہ مکران وسطِ مرتفع قلات، قندہار، کابل و ہرات۔
۲۔	آریانا	ARI YANA	موجودہ افغانستان بلوچستان و سیستان۔
۳۔	اِتھیوپس	AE-THIO-PES	ہرمز سے لے کر حب ندی کے ڈیلٹا تک کا ساحل
۴۔	اوریتی	ORI-TEA	مغربی لس بیلہ
۵۔	کیز	KEZ	موجودہ علاقہ کیچ (مکران)
۶۔	پارکونائی	PAR.KO.NAI	وادی اورماڑہ
۷۔	اَستالو	AS-TALU	جزیرہ استولا (ہفت تلار)
۸۔	اچھتیوپاغی	TCH.THYO-PHA.GAI	ساحل مکران
۹۔	ایری تھریوم	ERY.THRA EUM	مکران سے متصل سمندر (بحیرہ عرب)
۱۰۔	آری بیس	ARI.BIUS	ندی پورالی

۱۱- بادیز	BA-DIZ	گوتر (بندرگاہ ایرانی مکران)
۱۲- کوکالہ	KO-KALA	پورٹندی کا ڈیلٹا (لس بیلہ)
۱۳- ڈگاسیرا	DA-GA-SE-RA	بندرگاہ گوادر
۱۴- باجیسرا	BA-JI-SARA	بندرگاہ اورماڑہ
۱۵- کمبلی	KAM-BA-LI	لیاری ندی پر ایک بندرگاہ (لس بیلہ)
۱۶- اَرما بیل	ARMA BAIL	خطہ لس بیلہ
۱۷- کلما	KA-LA-MA	بندر کلمت (مکران)
۱۸- تومیراس	TOME-ROS	ندی ہنگول (لس بیلہ)
۱۹- یوسلی	USA-LI	علاقہ اوتھل (لس بیلہ)
۲۰- موسرنا	MO-SAR-NA	بندر پسنی (مکران)
۲۱- الیگزنڈریا	ALEX-ANDRIA	بندرگاہ سون میانی (اسکندریہ لس بیلہ)
۲۲- ارتاکونا	AR-TA-KONA	دارالخلافہ ریاست عالیہ قلات (قلات)

اسلام کے بعد

ظہور اسلام سے پہلے ایران کے ساسانی دور حکمرانی
بلوچستان ان کے ماتحت تھا۔ بعد میں سندھ کے برہمن را
نے اس پر قبضہ کیا۔ انھوں نے قلات کا نام۔ قلات سی
(KALAT-i-SIVA) رکھا۔ سجستان (زابلستان) خرا
و کرمان، جدا جدا صوبے تھے۔ عہد فاروقی تک یہ علا
اسلامی سلطنت کے صوبے تھے[1]۔ سندھ میں جب عرب
کی قوت کمزور ہو گئی۔ تب سندھ و بلوچستان میں کئی
و ہندو ریاستیں قائم ہو گئیں۔ جیسے ملتان۔ منصورہ۔
ریاستیں سندھ میں قائم ہوئیں۔ سراوان و جھالاوان پر
توران نام سے ایک جدا چھوٹی عربی ریاست بلوچستان میں
ہوئی۔ ابن حوقل بغدادی ۳۲۳ھ مطابق ۹۲۳ء میں
عرب جغرافیہ دان تھا۔ جس نے بلوچستان سندھ، گجرات
کا سفر کر کے ان علاقوں کا نقشہ تیار کیا۔ یہ نقشہ ایلیٹ
(ELLIOT) کو شاہان اودھ کے کتب خانہ سے ہاتھ لگ
اس نقشہ میں ماسوائے مکران کے نام کے دیگر تمام نام
ناموں سے مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر (نال) کو قیقان

---

[1] الفاروق۔ شبلی نعمانی جلد دوئم۔ [2] عرب و ہند کے تعلقات۔ سید سلیمان
اس کتاب میں ابن حوقل کا نقشہ نقل کیا گیا ہے۔

کو بدھا لکھا گیا ہے۔[1]

چچ نامہ میں براہوئی سلسلہ کوہ کا نام کردان تحریر کیا گیا ہے۔ سیستان جو فارس کا صوبہ تھا۔ اس کا نام نمروز لکھا ہوا ہے۔ مکران کے دو شہر ارما بیل اور فنزبور کے نام بھی تحریر ہیں۔ اسی طرح گنداوہ کو قندابیل لکھا ہے۔ پنجگور پر عربوں نے فنزبون کا نام رکھا ہے۔ علاقہ خاران کو ابن بطوطہ نے (قرونز) کے نام سے یاد کیا ہے۔ اس سے پہلے اصطخری نے خاران کو (برنین) لکھا ہے۔ دور عباسیہ تک ان علاقوں کے یہی نام تھے۔ مارکوپولو اپنے سفرنامے میں کیچ مکران کو ایک جدا حکومت ظاہر کرتا ہے۔ یونانیوں کے بعد عرب سیاح اور جغرافیہ دانوں نے بلوچستان کے ہر ایک گاؤں راستہ پہاڑ اور دریاؤں کے نام بیان کئے ہیں۔ جن کا بیان آئندہ کیا جائے گا۔ بلوچوں نے بلوچستان کے جن خطوں کو بلوچی نام دیئے ہیں۔ ان کی فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

1- KALICHBEG FUREDUNBEG: THE CHACHNAMA P.P 37-38 KARACHI-1900

نوٹ: عرب فاتحوں نے کولواہ پیر کروان۔ اور پنجگور پر فنزبون نام رکھا۔

نمبر شمار	بلوچی نام	اردو معنی	موجودہ علاقہ
۱-	دست شہباز	حضرت عثمان مروندی (لال شہباز) قلندر ہے - کا میدان	خطہ مکران میں واقع
۲-	عیسائی قلات	عیسٰی گچکی کا قلعہ	نیابت پنجگور میں واقع ہے -
۳-	دشت بیدولت	ویران دست - جہاں کوئی کاشت نہ ہوئی	نیابت مستونگ میں واقع ہے -
۴-	دشت بیدار	وہ میدان جہاں لکڑی دستیاب نہ ہو -	کچھی کا میدانی علاقہ
۵-	سراوان	بالائی علاقہ	سطح مرتفع قلات کا شمالی علاقہ
۶-	جہالاوان	نشیبی علاقہ	
۷-	سہران	سونے کا شہر	قصبہ سُران کچھی میں رند قبیلہ کا مسکن
۸-	گنج آپ	جہاں پانی بہتات سے ہو	مغربی کچھی میں ایک اہم شہر - اب نام بگڑ کر گنداوہ ہو گیا ہے -
۹-	کوہ سیاہان	کالا پہاڑ	قلات شہر کا مغربی سلسلہ پہاڑ

۱۰۔	نوروز قلات	نوروز کا قلعہ	خاران میں ایک قصبہ ہے۔
۱۱۔	جل	پہلان کی ندی	قصبہ جل۔ کچھی میں مگسی قبیلہ کا مسکن
۱۲۔	چل تن	چالیس نفر	کوئٹہ اور مستونگ کی وادیوں کا درمیان کا سلسلہ پہاڑ جو کوئٹہ کی وادی کے جنوب مغربی سمت میں واقع ہے۔

اس قسم کے بلوچی ناموں کی فہرست بہت طویل ہے۔ صرف چند نام بطور مثال بیان کئے گئے۔ نادر شاہ افشار نے جو ایران میں برسراقتدار آیا۔ اٹھارہ عیسوی صدی میں افغانوں کو شکست دے کر قندھار پر حملہ آور ہوا۔ افغان اور بلوچ علاقوں کو میز کرنے کی غرض سے افغان علاقے کا نام افغانستان اور بلوچ علاقے کا نام بلوچستان رکھا لہ

سترویں عیسوی صدی میں احمدزئی براہوئی بلوچ خوانین نے بلوچستان میں بلوچوں کی حکومت قایم کی اور بلوچستان کے شمال

لہ۔ نوٹ یہ بیان۔ اے۔ ڈبلیو۔ ہیوز۔ کی تاریخ بلوچستان باب دوئیم ص۔ ۳۶ پر دیا ہوا ہے۔

مشرقی علاقے جو اکبر اعظم۔ مغل بادشاہ کے دور میں صوبہ ملتان اور بھکر میں شامل تھے۔ دوبارہ چھین کر بلوچستان میں شامل کر دیئے۔ اٹھارویں عیسوی صدی میں۔ بلوچستان میں براہوئی بلوچ کا نفیذ ٹریسی تمام بلوچی علاقوں پر قابض ہو چکی تھی۔ اس دور میں ریاست عالیہ قلات کا کہیں بھی تذکرہ نہیں۔ بلکہ ہر جگہ بلوچستان کا ذکر ہوتا ہے۔

آب و ہوا

مملکت قلات کے خطوں کی آب و ہوا کی نوعیت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ چونکہ ریاستی خطہ خط استوا سے بہت اوپر واقع ہے۔ اس لئے یہاں برسات کم ہوتی ہے۔ بلوچستان میں صرف (شابرگ) ایک ایسا مقام ہے۔ جہاں سالانہ دس انچ بارش ہوتی ہے۔ میدانی علاقوں میں سالانہ تین سے پانچ انچ تک بارش ہوتی ہے۔ پہاڑی علاقوں میں موسم سرما اور میدانی علاقوں میں موسم گرما میں بارشیں ہوتی ہیں۔ بلوچستان کے تمام دریا اور ندیاں سال بھر خشک رہتے ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے۔ تو ان میں طغیانی آتی ہے اور سیلاب کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ اس لئے اس سے جانی نقصان کافی ہوتا ہے۔ اگر احتیاط نہ کی جائے۔ سطح مرتفع ایران میں جب موسمی طوفان آتے ہیں

۱۔ تاریخ ہندوستان۔ مولوی ذکاء اللہ۔ جلد پنجم اقبال نامہ اکبری۔ ص (۲۶۹) ۱۹۰۰ء علی گڑھ

زدہ ریاست عالیہ قلات کے خطوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔
سنہ۱۹۰۲ میں علاقہ لس بیلہ میں شدید موسمی طوفان آنے کی وجہ سے کافی
جانور اور مویشی تلف ہوئے تھے۔ بلوچستان میں جب
موسم سرما میں شمالی ہوا۔ جسے (گورچ) یعنی سردی
برسانے والی ہوا کہتے ہیں چلتی ہے تو شدت کی سردی پڑتی ہے۔
میدانی علاقوں میں موسم گرما میں بادسموم قسم کی ہوائیں چلتی
ہیں۔ ان ہواؤں کے مختلف نام ہوتے ہیں۔ ایک اور ہوا۔
بلوچستان کے مغربی علاقے جو سیستان سے متصل ہیں، چلتی
ہے۔ جسے فارسی میں "باد صد و بیست روزی کہتے ہیں۔
یعنی ایک سو بیس دن تک چلنے والی ہوا۔ اب ریاست عالیہ
قلات کے ہر خطے کی آب ہوا تفصیل سے بیان کی جاتی ہے۔

خطہ مکران کی آب و ہوا

مکران کے خطہ پنجگور کی آب و ہوا معتدل ہے۔ جیسے جیسے
ہم پنجگور کے جنوب کی طرف بڑھتے جائیں گے۔ موسم خشک و گرم
ہوتا جائے گا۔ جنوبی مکران میں اس قدر گرمی پڑتی ہے کہ اگر دوپہر
کو انڈہ زمین پر تیز دھوپ میں رکھا جائے۔ تو پک جاتا ہے۔
سرٹی ہالڈچ نے یہ تجربہ اپنے مکران کے دوران سفر میں
کر کے دیکھا ہے۔ بندرگاہ گوادر کی آب و ہوا صحت بخش نہیں
گوادر کو بخار کی شکایت رہتی ہے۔ خلیج گوادر میں ریت
کے طوفان آتے ہیں۔ اگرچہ مکران کا جنوب مغربی خطہ مونسونی

ہواؤں کے دائرے سے باہر ہے۔ تاہم جون سے ستمبر تک
موسم میں تبدیلی آجاتی ہے۔ آسمان ابر آلود رہتا ہے۔ ہو
میں نمی آجاتی ہے۔ ماہ جنوری سے ماہ اپریل تک سرزمین
مکران پر کبھی شمال مغربی اور کبھی شمال مشرقی ہوائیں چلتی ہیں
مئی سے جولائی تک شدت کی گرمی پڑتی ہے جو مکران کا گرم
موسم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ڈی۔ ونڈٹ (DE-WINDIT
سیاح لکھتا ہے کہ ایشیا میں مکران گرم ترین علاقہ ہے۔ ما
اگست میں جنوب کی طرف سے جب مون سون ہوائیں چلتی
ہیں گرمی کی شدت میں کمی آجاتی ہے۔ اکتوبر سے دسمبر تک
موسم خوشگوار اور صحت بخش ہو جاتا ہے۔ موسم مون سون
پرنم بادل صبح کے وقت فضا میں منڈلاتے نظر آتے ہیں
جسے بلوچی میں (لود) کہتے ہیں۔ رات کو مچھروں کے غول
ٹھنڈک کی وجہ سے ستانے لگتے ہیں۔ اس لئے مکران کے
باشندے اس موسم میں مچھردانی استعمال کرتے ہیں
جسے (کلّہ) کہتے ہیں۔ سردی کے موسم میں شمالی ہوا چلتی ہے
جسے (گوریچ) کہتے ہیں۔ یہ ہوا خطرناک حد تک سرد ہوتی ہے
عمومی طور پر مکران میں بارش کم ہوتی ہے۔ جولائی سے اگست تک
جنوب مغربی اور بعض دفعہ جنوب مشرقی ہوائیں بارش برساتی
ہیں۔ موسم سرما میں نومبر سے مارچ تک شمال مغربی ہوائیں
چلنے لگتی ہیں۔ جس کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ موسم گرما

1- A-R-HOPE-MOUCRIFF THE WORLD OF TODAY,
VOL:II: BALOCHISTAAN P97 .LONDON

والی برسات کو (بہارگاہی) اور موسم سرما والی برسات کو (اُبتام) کہتے ہیں۔

بعض دفعہ مکران میں زیادہ بارشوں کی وجہ سے کھجور کی فصلوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ کبھی کبھار اپریل مئی میں بھی بارشیں ہوتی ہیں۔ جسے بلوچ (ترابی) کہتے ہیں۔ ایرین (ARRAIN) یونانی مورخ لکھتا ہے کہ جب مکران میں بارش ہوتی ہے۔ تو ندیوں میں طغیانی کا پانی گھن گرج کے ساتھ بہنے لگتا ہے۔ مئی سے اکتوبر تک بحری ہوائیں چلتی ہیں۔ اس ہوا کو (رچلی) یا (زیر شمال) کہتے ہیں۔ مختلف موسم میں چلنے والی ہواؤں کے نام بھی مختلف ہوتے ہیں۔ موسم بہار میں جو ہوا چلتی ہے۔ اُسے (اجہل گوات) کہتے ہیں۔ یہ ہوا گندم کے فصل کے لئے اچھی ہوتی ہے مگر اس کی وجہ سے کبھی کبھی سمندری طوفان بھی آتے ہیں۔ قاہرہ اور بغداد کی طرح مکران کے مکانوں کی چھتوں پر بادگیر لگے ہوتے ہیں۔

مارکو پولو نے اپنے مکران کے سفر کے دوران ان کا ذکر بھی کیا ہے [1]۔ چارلس میکریگر مکران کے خشک موسم کی کیفیت کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ اگر ایک ہموار بھورے رنگ کے بڑے پتھر پر تھوڑی سی سبز گھاس رکھ دی جائے۔ تو یوں سمجھ لو کہ مکران کا خطہ ہے۔

1- YULE · C · B. MARCOPOLO, VOL II CHP. XI · P 384

LONDON 1871

لس بیلہ کی آب و ہوا

لس بیلہ کی آب و ہوا گرم ہے۔ یہاں صرف چار مہینے سردی پڑتی ہے۔ یعنی نومبر سے فروری تک بعض دفعہ موسم سرما میں سردی کی شدید لہریں آتی ہیں۔ ساحلی علاقوں کا موسم معتدل ہوتا ہے۔ موسم گرما میں سمندری ہوائیں چلتی ہیں۔ یہاں بھی مکانات کے چھتوں پر بادگیر بنے ہوتے ہیں۔ یہاں سالانہ بارش کی اوسط پانچ انچ تک ہوتی ہے۔

خاران کی آب و ہوا

خاران ایک لق و دق صحرا ہے۔ اس کی آب و ہوا گرم خشک ہے۔ مگر صحت بخش ضرور ہے۔ ماہ جون سے ستمبر تک یہاں بادسموم چلتی ہے۔ ہینری پوٹنجر کے قول کے مطابق یہ ہوا۔ مسافروں اور قافلوں کے لئے بہت خطرناک ہوتی ہے۔ صحرا کی وجہ سے رات کو خنکی ہوتی ہے [1] اس باد سموم کو بلوچی بیمال(وار) کہتے ہیں۔ جنوری سے مارچ تک بارشوں کا موسم ہے۔ مگر بارش یہاں کم ہوتی ہے۔ یہاں کے باشندے اکثر خانہ بدوش ہیں۔ موسمی حالات کے مطابق نئی چراگاہوں کی تلاش میں۔ اپنے ریوڑوں کے ساتھ تمام سال نقل و حرکت میں مصروف رہتے ہیں۔

1- C.F. MINCHIN: KHARAN, P:28 BOMBAY, 1908

سراوان کی آب و ہوا

سراوان کا علاقہ پہاڑی ہے۔ جو سطح سمندر سے ہزاروں فٹ بلند ہے۔ یہاں سردی کافی پڑتی ہے۔ آب و ہوا سرد اور خشک ہے۔ سالانہ اوسط بارش چھ انچ ہے۔ موسم سرما میں مستونگ اور قلات میں خوب برف باری ہوتی ہے۔ خوانین قلات اس لئے سردیوں میں اپنے سرمائی ہیڈ کوارٹر گنداوہ میں منتقل کر دیتے ہیں۔ آج کل زیادہ تر قیام ڈھاڈر ہیں کرتے ہیں۔ مارچ اپریل موسم بہار کا ہوتا ہے۔ جو بہت صحت بخش اور خوشگوار ہے۔

جھالاوان کی آب ہوا

جھالاوان کے بالائی حصہ کا موسم سراوان کی طرح سرد ہے سردی شدت کی پڑتی ہے۔ یہاں کے باشندے سردیوں میں سندھ کی طرف نقل مکانی کرتے ہیں۔ اچھے کاشتکار ہوتے ہیں۔ سندھ کے زمیندار ان سے اجرت پر کاشت کاری کا کام لیتے ہیں۔ موسم بہار میں یہ لوگ واپس اپنے وطن لوٹتے ہیں۔ جھالاوان کے وسطی اور زیریں حصوں کی آب و ہوا معتدل ہوتی ہے۔ سردیوں میں شدت کی سردی نہیں پڑتی ہے۔ اس وجہ سے ان علاقوں کے باشندے سردیوں میں سندھ کی طرف نقل مکانی نہیں کرتے۔ یہاں بھی بارش کی اوسط سالانہ پانچ انچ ہے۔

کچھی کی آب و ہوا

کچھی کی آب و ہوا مکران کی طرح گرم ہے۔ صرف ایک
فرق نمایاں ہے۔ کہ مکران میں موسم گرما میں ساحل سمندر کی
سے ہوا میں رطوبت ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں کچھی
ہوا گرم خشک ہوتی ہے۔ البتہ موسم سرما میں کچھی کی آب و
خوشگوار ہوتی ہے۔ سراوان کے لوگ اکثر و بیشتر یہاں سردیا
گزارنے آتے ہیں۔ کچھی کے شہر سیبوی اور ڈھاڈر میں موسم گر
میں اس قدر شدت کی گرمی پڑتی ہے کہ ایک شاعر خدا نے تعا
سے گزارش کرتا ہے۔ کہ "سیبوی و ڈھاڈر ساختی" دوزخ چرا
یعنی خدا سے التجا کرتا ہے۔ کہ جب آپ نے ڈھاڈر او
سیبوی کو بنایا تو دوزخ بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔ موسم گر
میں یہاں جو گرم ہوا چلتی ہے۔ اُسے "لُک" کہتے ہیں۔ یہا
جولائی اگست میں بارشیں ہوتی ہیں۔ چونکہ کچھی کا میدانی علاقہ
طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس لئے ندیوں میں سیلاب
کا پانی کثرت سے آتا ہے۔ جس سے سارے علاقے میں کاشت
ہوتی ہے۔ کپتان ٹک کا بیان ہے۔ کہ یہاں موسم گرما میں اس
قدر شدت کی گرمی پڑتی ہے۔ کہ اگر رات کو مکان کے چھت
پہ آدمی سوئے تب بھی گرمی سے دم گھٹنے لگتا ہے[1]

1- A.W. HUGHES: BALOCHISTAN KACHHI.

قدرتی نظارے

ریاست عالیہ قلات کا رخطہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ پہاڑی اور دوسرا حصہ میدانی ہے۔ جس طرح علاقوں کی آب و ہوا مختلف ہے۔ اسی طرح ان کے مناظر بھی مختلف ہیں۔ پہاڑ خشک ہیں۔ان پر درخت نہیں ہیں۔ مکران میں نخلستان میں کھجور کی اونچی چوٹیوں کے درمیان مساجد کے گنبد ایسے نظر آتے ہیں۔ جیسے کہ شمالی یورپ میں بلند قامت شاہ بلوط کے درختوں کے پیچھے کلیساؤں کے مینار نظر آتے ہیں۔ میدانوں میں کوسوں تک سبزے کا نشان نہیں۔ جس طرف نظر ڈالو۔ مصر اور سوڈان کی طرح لق ودق صحرا نظر آتے ہیں۔ دن کو آفتاب کی تپش سے زمین تپتی ہے۔ انہی صحراؤں میں دور سے نخلستان اور خانہ بدوشوں کے خیمے نظر آتے ہیں۔جس سے مسافروں کو کچھ سکون نصیب ہوتا ہے بلوچی شعراء نے ان نظاروں کی کیفیت اس طرح بیان کی ہے۔ مثال کے طور پر ایک شاعر نے نرمکھ کی منظر کشی یوں کی ہے۔

دو تین دن سے نرمکھ کے اُفق پر بادلوں نے سیاہ رنگ کے شامیانے نصب کیے ہیں اور خانہ بدوش بذات کی درستگی کر رہے ہیں۔ جو نالے اس وقت خشک نظر آتے ہیں۔عنقریب ان میں پانی کی لہریں رقص کرتی ہوئی گزریں گی۔ سفید پردے سیاہ شامیانوں کے کناروں پر آویزاں نظر آئیں گے۔ کبوتروں کی جھانجھوں کی آواز کی طرح خواتین کے زیورات کی جھنکار فضا

میں سنائی دے گی۔ [1]

ایک اور شاعر منگچر کے پہاڑوں کے مناظر کو یوں بیان
ہے۔ "آج منگچر اور کوز کے پہاڑوں سے معطر نسیم کے جھونکے
آرہے ہیں۔ خواتین خیموں کے اندر بستر لپیٹ رہی ہیں
ان کے مویشی نہیں لوٹے۔ شاید برسات کی وجہ سے ان کے
ان چشموں کے قرب و جوار میں ہوں گے۔ جو برسات کی وجہ
سے موجزن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شام ہونے سے پہلے یہ
پہاڑوں کا رخ کریں گے [2]

امیر بیورغ جو رند قبیلہ کا ممتاز شہزادہ اور جادو بیان
تھا۔ وہ شاعر بالاچ گورگیج سے طبع آزمائی کرتا ہے۔ بالاچ
وطن کی تعریف میں شعر کہتا ہے۔ بیورغ اشعار کو سن کر جھوم
لگتا ہے۔ وہ اپنے وطن کی یوں منظر کشی کرتا ہے [3]

"چاروں طرف پہاڑوں کی قطاریں ہیں۔ جو تو دیکھ رہا
وہ ہمارے قدرتی قلعے ہیں۔ ان کے تنگ اور پیچ در پیچ

---

1 CHODZKO. POPULAR POETRY OF PERSIA, P. 386
LONDON 1842 نوٹ۔ زسکو درہ بولان کی حدود میں ایک میدان ہے۔

2 L. DAMES. POPULAR POETRY OF THE BALOCHES, P. 45

۳۔ قاعدے کے مطابق جب دو بلوچ شاعر طبع آزمائی کرتے ہیں
تو ایک شعر کہتا ہے۔ دوسرا اس کا جواب تیار کرتا ہے۔
پہلے شاعر کے کلام کے اختتام پر دوسرا شاعر جوابی اشعار
پڑھتا ہے۔

ہمارے رفیق ہیں۔ اُن کی بلند و بالا گھاٹیاں ہماری وفادار دوست ہیں۔ ہم بلوچ پہاڑی چشموں کا سرد اور شفاف پانی پیتے ہیں اور عقاب کی طرح فلک بوس چوٹیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔ دشمن ہمیں دیکھ نہیں سکے گا۔ مگر ہماری عقابی نظروں سے وہ ہرگز نہیں بچ سکتا۔ ہمارے بچھوتے یہاں کی سنگلاخ زمین ہے۔ جس پر سونے سے زیادہ تندرست رہتے ہیں۔"

جادو بیان شاعر کے اشعار سے ان خانہ بدوش بلوچوں کی پہاڑی زندگی آزادی سادگی کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ ریاست عالیہ قلات میں جہاں قابلِ کاشت زمینیں کافی ہیں وہاں پانی کی قلت ہے۔ جہاں پانی وافر مقدار میں ہوتا ہے، وہاں قابلِ کاشت زمینوں کی کمی ہے بے گیاہ پہاڑوں کی وادیاں بہت زرخیز ہیں۔ ان وادیوں میں صحرانشین شاداں و فرحاں نظر آتے ہیں۔

لس بیلہ، کچھی و خاران ہموار میدان ہیں۔ آج کل ان علاقوں مٹی و ریت کے طوفان اڑتے نظر آتے ہیں۔ مگر قدیم زمانہ میں براعظم ایشیا میں اناج اور روئی کی پیداوار کے بہترین علاقے تصور ہوتے تھے مثال کے طور پر پندرھویں صدی عیسوی میں۔ جب بلوچوں نے مکران سے ہجرت کرکے کچھی میں سکونت اختیار کی۔ اس زمانہ میں کچھی کے مغربی حصے کا نام اس شادابی کی مناسبت سے گنج آبہ رکھا۔ آج اُسی خطہ کو دشت بیدار

لے R. HUGHES BULLER TMPERIAL GAZETTEER OF TNDIA, BALUCHISTAN

کہتے ہیں۔ اسی طرح لس بیلہ میں ہنگول اور پورالی کی وادیاں اس قدر شاداب تھیں۔ کہ تورانی۔ بابلی۔ ایرانی۔ میڈیں، فونیقی اقوام نے یہاں بستیاں قائم کی تھیں۔ [1]

بلوچستان کے انگریز منتظم، سررابرٹ سنڈیمن نے ریاست عالیہ قلات کے دورہ کے بعد یہ رپوٹ پیش کی تھی۔ کہ تمام قلمرو قلات میں انگلینڈ جتنی بھی زمین آباد نہیں۔ مغربی حصہ میں ریتلے میدانوں میں بڑی بڑی جھیلیں ہیں۔ جھالاوان میں بہت سی شاداب وادیاں ہیں۔ جن میں خضدار کی وادی کے متصل پہاڑ کا منظر بہت دلکش ہے۔ جھالاوان کے خطہ میں نال کے مغرب میں گریشہ کا وسیع میدان ہے۔ جو کپتان گک کے قول کے مطابق اکتالیس سو فٹ سطح سمندر سے بلندی پر واقع ہے۔ مگر وادی میں پانی کی قلت ہے۔ [2]

مسٹر ڈی۔ ڈنڈٹ۔ جس نے سون میانی سے قلات تک کا سفر کیا۔ ریاست عالیہ قلات کی یوں منظرکشی کی ہے۔

"ریاست عالیہ قلات طبعی لحاظ سے افغانستان سے مشابہت رکھتی ہے اس ریاست میں پانی کی کمی ہے۔ وسیع علاقہ ویران اور ریتلا ہے۔ جیسے خاران باقی علاقہ پہاڑی ہے۔ جن کی فلک بوس چوٹیاں بحیرہ عرب کے آنے والے بادلوں کو روک

1- EAST AND WEST. THE COUNTRY MARAN, ITS PRESENT AND PAST HISTORY BY J.J. MODY SHA MASUL-ULMA MAY 1904 BOMBAY.

2- A.W. HUGHES. BALUCHISTAN, CHP III THE PROVINC OF JHALAWAN. P. 77-

ہیں۔ مکران کے ساحل پر میلوں تک درختوں کا کوئی نام ونشان
ں۔ اگر درخت ہیں۔ تو ساحل سے بہت دور۔ ساحلی علاقہ
لا ہے۔ جہاں ریت کے طوفان اٹھتے ہیں۔ موسم سرما میں
علاقہ بہت سرد ہوتا ہے۔ بعض دفعہ بالائی علاقہ میں برفباری
، سرد ہواؤں کے طوفان چلتے ہیں۔ شاداب وادیوں میں
ات نظر آتے ہیں۔ جن کے پھولوں سے فضا معطر ہو جاتی ہے
ست عالیہ قلات کے باشندوں کا گزارہ مویشی پالنے پر ہے۔
ں لیے وہ ہر وقت چراگاہوں کی تلاش میں عرب بدوؤں
طرح نقل و حرکت میں مصروف رہتے ہیں۔ ساحل کے
شندوں کی خوراک مچھلی اور کھجور ہے[1]

زرعی پیداوار

ریاست عالیہ قلات کے تمام پہاڑ بنجر ہیں۔ ان پر درخت
یں۔ بلکہ ان پہاڑوں کی اترائیوں پر جڑی بوٹیاں کثرت سے
دا ہوتی ہیں۔ یہ جڑی بوٹیاں۔ ہمالیہ۔ کشمیر۔ تبت۔ پنجاب
جپوتانہ کی جڑی بوٹیوں کی طرح کارآمد اور قیمتی ہیں۔ زمانہ
یم میں ایلیٹ کے بیان کے مطابق یہ جڑی بوٹیاں دوا
ے طور استعمال ہوتی تھیں۔ اور دور دراز ممالک کو بھیجی جاتی
ھیں۔ ان ادویات کے لیے باہر کے ممالک ہمیشہ قلات کے

1- A.R. HOPE, MONCRIEFF. THE WORLD. OF TODA
BALUCHISTAN, P. 97.

دست نگر تھے ۔[1]

وادی سندھ میں موہن جو ڈارو کے تہذیبی ادوار میں ان
کے حصول کے لئے قیمت سونے کی شکل میں ادا کی جاتی
کے طور پر گوگل (GUGUL) دوائی کے متعلق بیل
کا بیان ہے کہ یہ دوائی قلات سے براستہ سندھ
بھروچ اور دکن کو بھیجی جایا کرتی تھی ۔ علامہ البیرونی
ہے کہ مملکت قلات کا گوگل اخروٹ کے دانے کے بر
ہے ۔ اس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں ۔ سرخ زرد
اس زمانے میں گوگل چین بھی بھیجا جاتا تھا ۔ قلات
بوٹیوں کی فہرست طویل ہے ۔ جس کو طوالت کی وجہ سے
کیا جاتا ہے ۔ موجودہ وقت میں جھالاوان میں میڈیکل کا
گوگل کی پیداوار کا مرکز ہے ۔ اپرس ایک قسم کی لکڑی
جو ہزلوئی سلسلہ کوہ میں اگتی ہے ۔ اس کی لکڑی پینسل بنا
کام آتی ہے ۔ اور یہاں ایک قسم کی لکڑی دستیاب ہے
سیاہ چوب کہتے ہیں ۔ یہ بھی کارآمد ہے ۔ گون ، جنگلی
بھی ہوتا ہے ۔ جسے کھایا جاتا ہے ۔ بہت لذیذ ہوتا ہے
علاقوں میں دو قسم کی گوند ہوتی ہے ۱۔ زنک ۲۔ شکر
ان کے علاوہ قلات کا زیرہ بہت مشہور ہے ۔ یہ مالا

---

[1] PROF. DOWSON'S NOTE, SIR. H. ELLIOT. HISTORY OF INDIA, VOL. I. P. 66.

زنجبار کے مصالحوں کی طرح خوشبودار ہوتا ہے۔ خاص کر خارانی زیرہ جسے کرمانی زیرہ کہتے ہیں۔ خاران کے مغربی طرف جنگلی زعفران بھی ہوتا ہے - افیڈار (EHEDRA) جو گلے کی بیماریوں میں استعمال ہوتا ہے۔چین و اسپین کے بعد قلات میں وافر مقدار میں پیدا ہوتا ہے - یہاں سنا کی جڑی بوٹی پیدا ہوتی ہے - جو جلاب کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ غرض قدرت نے یہاں ہر قسم کی جڑی بوٹیاں پیدا کی ہیں۔جو دوائیوں میں استعمال ہوتی ہے - یہاں کاشتکاری کے لئے تین قسم کی زمینیں ہیں ۔ ۱- آبی- جو کاریزوں اور چشموں کے پانی سے سیراب ہوتی ہے- ۲- سیلابی- جو بارش کے سیلاب کے پانی سے کاشت ہوتی ہے-۳- خشکابہ جو بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہے- ان اراضیات میں گندم ، جو ، مونگ ، آلو ، تربوز ، پیاز ، تمباکو کی کاشت ہوتی ہے۔اس کے علاوہ گرم علاقوں میں سرسوں ، توریہ ، چنا ، جوار ، چاول ، تیل اور کماد کی کاشت ہوتی ہے ۔ مکران میں ہر قسم کی کھجور ہوتی ہے۔ خلافت عباسیہ کے دور میں مکران میں کماد کی کافی کاشت ہوتی تھی ۔ جس سے کچی کھانڈ بنائی جاتی تھی۔ اور اسلامی سلطنت کے مختلف علاقوں میں بھیجی جاتی تھی[1]

مملکت قلات میں دو قسم کے خربوزے ہوتے ہیں۔ گرما اور سردہ جو کھانے میں بہت لذیذ ہوتے ہیں - اب ریاست عالیہ

۱- مسلمانوں کی صنعت وحرفت - زراعت - تجارت - مولوی محمد جمیل الرحمن ص ۲۰ - الٰہ آباد۔

قلات سے ہر ایک ضلع کی پیداوار کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

سراوان کی پیداوار

سراوان کا علاقہ جسے عام طور پر بلوچ خراسان کہتے ہیں۔ کرنل جیمز ٹاڈ خراسان کے معنی آفتاب والی زمین بیان کرتے ہیں۔ تزک بابری میں اس کی حدود دریائے سندھ کے شمال مغرب سے متصل بیان کیا گیا ہے۔ اس کی آب و ہوا یورپ کی طرح ہے زمین اس کی بہت زرخیز ہے۔ سردیوں میں سراوان کی پہاڑیوں کی چوٹیاں برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ یہاں کی زمین تین قسم کی ہوتی ہے۔ ۱۔ مٹ والی زمین۔ ۲۔ متمال ۳۔ جنیا۔ یہ تینوں اقسام کی زمین زرخیز ہوتی ہے۔ قلات منگچر مستونگ اور جوہان کی وادیوں کی اراضیات آبی ہیں۔ زہک، گونڈین، کابو دست، بیدولت، کوہک۔ کھڈ مستونگ چھپر اور گرگینہ کی وادیوں کی اراضیات خشکابہ ہیں۔ سراوان کی گندم تمام بلوچستان میں مشہور ہے۔ قلات اور مستونگ میں باغات کافی ہیں۔ جن میں شہتوت، سیب، انار، آڑو، انگور، بادام کے درخت ہوتے ہیں۔ مستونگ کا تمباکو اور خربوزہ بھی بہت مشہور ہے۔ انگور کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ صاحبی، لعل ہتیا اور کشمشی یہاں پیری بھی ہوتی ہے۔ اس خطہ میں کاریزوں کی تعداد ۲۴۷ ہے۔ کہنک۔ مس ۔۔۔ قلات۔ چھپر اور اسکلکو میں میں پہاڑی چشمے ہیں۔ بعض اراضیات کو ندی سراوان آذر

شریں آب سیراب کرتی ہیں۔ آلو۔ پیاز۔ بند گوبھی۔ مٹر۔ شلغم گاجر اور مولی یہاں کی خاص پیداوار ہیں۔ میر نصیر خان اعظم نے اس علاقے کے باغات کی ترقی کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ ایران قندھار۔ کشمیر سے مختلف اقسام کے میوہ دار پودے اور بیج منگوائے اور کسانوں میں تقسیم کیئے۔ اس بارے میں اے۔ ڈبلیو ہیوز نے کتاب بلوچستان میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اٹھارہ صدی عیسوی میں سراوان کی زراعت نے کافی ترقی کی تھی۔ یہ دور احمدزئی خوانین کے اقبال کا دور تھا۔ میوہ جات کے لئے سراوان ہمیشہ مشہور رہا ہے۔ جس کا وان کرامر جرمن مورخ یونان کے شاعر ہومر اور بیطار اندلسی نے اپنے تحریروں میں ذکر کیا ہے[1]

سراوان میں گھاس جو مویشیوں کے چارہ کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ بہت طاقتور ہے۔

جھالاوان کی پیداوار

جھالاوان کی وادیاں ہموار زمینوں پر مشتمل ہیں۔ برسات کا پانی پہاڑوں سے سلٹ لاتا ہے۔ جو کھاد کا کام دیتی ہے۔ جھالاوان کی زیادہ تر زمینیں خشکابہ ہیں۔ یہ علاقہ قدرتی طور پر دو حصوں میں منقسم ہے۔ وادی باغبانہ کے شمال کی طرف کا خطہ

1- A.W HUGHES : BALUCHISTAN. CHP - VII . AUGUSTAN AGE OF BALUCHISTAN P. 188 H. POTTINGER. TRAVELLS IN BALUCHISTAN AND SIND. 1818

ابن بیطار۔ جلد ۲۔ ص ۳۸۹۔ یورپ

سطح مرتفع ہے۔ اور جنوبی خطہ نشیبی ہے۔ شمالی جھالاوان بلیں کاریزات
اور چشمے کافی ہیں۔ گِدر۔ باغبانہ۔ زہری۔ نال، وڈھ، خضدار
فیروز آباد، سارونہ جاؤ اور مشکے۔

جھالاوان کی مشہور اور زرخیز وادیاں ہیں۔ کیر تہ اور حب
کی درمیان کی وادیوں کو ندی حب اور کولاچی سیراب کرتی ہیں۔ اسی
مقام پر براہوئی پہاڑی سلسلوں کا اختتام ہوتا ہے۔ وسطی جھالاوان
کے پہاڑی سلسلوں کی چند چوٹیوں کے نام اور بلندی اس طرح ہے
پچھوئی دوبانزل ۷۳۴۷ فٹ بلند گیشتار ۷۲۶۰، فٹ بلند شاشان
۵۱۲، فٹ بلند اور دراخیل ۸۱۰۲ فٹ بلند ہیں۔ حب، مولا، ہنگول، پورال، مشکے، آرانجو
ندیاں ہیں۔ یہ ندیاں جھالاوان کے تمام علاقے کو سیراب نہیں کر سکتیں۔ کیوں کہ سال
بھر اُن میں پانی نہیں بہتا ہے۔ نال۔ وڈھ۔ اور خضدار سطح
سمندر سے اکتالیس سو فٹ کی بلندی پر واقع ہیں۔ جھالاوان کے
تمام علاقے میں گندم وافر مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ گندم کے علاوہ
جو، جوار، مونگ۔ تمباکو۔ کھجور بھی پیدا ہوتی ہے۔ جھالاوان کے
انجیر، انگور، زردآلو، انار بہت مشہور ہیں۔ ان پھلوں کے
علاوہ خربوز اور تربوز بھی ہوتا ہے [1]

وادی ہلمند کے بلوچ جھالاوان میں اناج اور تمباکو کی خریداری
کے لئے آتے ہیں۔ جھالاوان میں اچھی چراگاہیں پائی جاتی ہیں
اس لئے لوگ جھالاوان میں کاشتکاری کی نسبت ، مویشی پالنے

1- A.W. HUGHES. BALUCHISTAN. PROVINCE OF JHALAWAN, P. 78

ار زیادہ راغب ہیں۔ جنوب وسطی ایشیا میں جھالاوان کے
وروں کی زیادہ مانگ ہے۔ مولہ اور کلاچی کا چاول مشہور ہے
ی شکے میں کھجور کے نخلستان ہیں۔

لس بیلہ کی پیداوار

لس بیلہ کی زمین زرخیز ہے۔ نیابت ولیپٹ زرخیز ترین علاقہ
۔ یہاں کی خاص پیداوار، جوار، مونگ اور تیل کے بیج
۔ مال چرائی کے لئے گھاس کافی پیدا ہوتی ہے۔ جنوب کے
حلی علاقوں میں آم بھی ہوتا ہے۔

مکران کی پیداوار

مکران کے اصل باشندوں کا پیشہ کاشتکاری ہے۔ درزادہ
ب اکثر و بیشتر کاشتکاری کا کام کرتے ہیں۔ یہ بہت جفاکش
ئی ہیں۔ ان کو دہقان کہتے ہیں۔ موسم بہار کے موسم کو توم کشان
فصل کی کٹائی کے موسم کو جو ہاگ کہتے ہیں۔ مکران کی پیداواری
ناس۔ گندم۔ جو۔ چاول۔ جوار، ماش۔ موٹھ اور ہینگ
۔ جوار کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔ کپچی زرتت ۲۔ سرزرتت ۳۔ پتو کھرد

اسی طرح چاول کی پانچ قسمیں ہیں۔

۱۔ مرگی ۲۔ وشبو ۳۔ سخن ۴۔ اپیت
۵۔ گوشہ۔

چاول، مکران میں، وادی پنجگور، سامی، بلیدہ، اور پنجگور میں
ہے۔ کلانچ اور دشت میں روئی کی کاشت ہوتی ہے۔ یہاں
باشندے جوار کی روٹی مچھلی اور کھجور سے ملا کر کھاتے ہیں
مکران میں سرد موسم اور گرم موسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔
گرم موسم کے پھل کھجور، آم، کیلا، لیموں، نارنج، اور
موسم کے پھل، انار، انجیر، انگور، سیب وغیرہ ان سب
میں مکران کی کھجور دنیا بھر میں مشہور ہے۔ مکران میں اس کثرت
سے کھجور پیدا ہوتی ہے کہ اس کے باشندوں کی زندگی کا جزلا
ہے۔ کھجور کا اصل وطن خلیج فارس کا ساحلی علاقہ ہے۔ یہاں
وہ دنیا کے دوسرے اطراف میں پھیل گیا۔ ۳۲۶ سال قبل
جب سکندر مقدونی مکران سے گزرا۔ بقول استرابو اور ایرین
کھجور کے نخلستان موجود تھے۔ ان کا بیان ہے کہ مکران کے
کی خاص خوراک مچھلی اور کھجور ہے [۱]

مکران میں کھجور کی مختلف اقسام کے ایک سو نام آرچیوز
بیان کئے ہیں۔ چند مشہور اقسام کے نام یہ ہیں۔
۱۔ مسودی ۲۔ موسلی ۳۔ رہبی ۴۔ برنی ۵۔ ملینی
۶۔ جوان بشام وغیرہ۔ پنجگور کی خاص قسم کی کھجور مزاد
کہربا ہوتی ہے۔ کہربا رس دار ہوتی ہے۔ اس رس کو مرتبانوں میں

R. HUGHES. BULLER MAKRAN, P. 160

۲۔ یعقوبی۔ ص ۱۶۔ ۱۴۱ یورپ، معجم البلدان یاقوت حموی۔ جلد ۲۔ ص

۳، ۴۔ تاریخ سنی والملوک الارض حمزہ اصفہانی جلد ۲ ص ۵۰۴ کلکتہ

کرتے ہیں ۔ جن کو بلوچ ہمب کہتے ہیں۔ عرب جغرافیہ دانوں اور سیاحوں نے اس (رس) کو فانیذ کے نام سے یاد کیا ہے ۔ کھجور کو بلوچ دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں ۔ نفیسی اعلیٰ قسم کی کھجور کو کہتے ہیں ۔ اور کرو پچ گھٹیا قسم کے کھجور کو کہتے ہیں ۔ نفیسی یعنی اعلیٰ قسم کی کھجور کی چند اقسام یہ ہیں ۔ آپ دندان ۔ بیگم جنگی ۔ حلینی ۔ نازنی زرد کلاگی ۔ مزاوتی ، سبزو ۔ آر ۔ رشت ۔ ربی ۔ گواری ۔ ربکو ۔ پاپند موصلی ۔ روغنی ، عام قسم کی کھجوروں کے نام یہ ہیں ۔ جوان بشام دنداری ۔ کہرباگو ۔ شگنز قند ۔ دشتاری ۔ روغنی ۔ حسینی ۔ کنگو ۔ گوک نا کلانزکی ۔ شوشش ۔ پیچکی ، گھٹیا اقسام کی کھجو ۔ جانوروں کو کھلائی جاتی ہیں ۔ جس سے جانور موٹے ہوتے ہیں ۔ کھجور کے پکنے کے موسم کو (آمین) کہتے ہیں یہ موسم چار ماہ تک رہتا ہے ۔ کھجور کے درخت کی لمبائی سو فٹ تک بھگ ہوتی ہے ۔ آٹھ سال کے بعد پھل دیتا ہے ۔ ماہ فروری کے وسط میں پہلی بار خوشے نکلتے ہیں ۔ ان کا رنگ سبز ہوتا ہے ۔ جسے پپک کہتے ہیں ۔ بعض کھجوروں کو اتار کر نمک مل کر پکاتے ہیں ۔ ان کو سوراگ اور ریکواڑ کہتے ہیں ۔ ماہ جون میں کھجور پکتی ہے ۔ اگست سے ستمبر تک کھجور کی فصل مکمل طور پر درختوں سے اتار لی جاتی ہے ۔ مکران کی وادیاں جو سطح سمندر سے تین ہزار فٹ تک بلند ہیں وہاں جنگلی کھجور ہوتی ہے ۔ جسے پیش کہتے ہیں ۔ جن کے پتوں سے چٹائیاں اور ٹوکرے بنتے ۔ پیش ، سندھ ، گجرات ۔ بمبئی بھجوائی جاتی ہے ۔ پیش مکران کی ایک کارآمد پیداوار ہے ۔

خاران کی پیداوار

خاران ایک لق و دق صحرا ہے۔ مگر پہاڑوں کے نشیب میں کاشتکاری ہوتی ہے۔ سراپ۔ بڈو۔ مائشکیل۔ اور جلوار کی وادیوں کی زمین سلٹ والی ہے۔ جو زرخیز ہے۔ زمینوں کی مٹی کی مناسبت سے زمینوں کی کئی ایک اقسام ہیں۔ جیسے

۱۔ مٹی ۲۔ ریکپاد ۳۔ یکی ۴۔ سیاہ موش ۵۔ بپٹ وغیرہ

ساٹھ فی صد باشندوں کا گزارہ کاشتکاری پر ہے جوار، تربوز، خاران کی خاص پیداوار ہے۔ خاران کے جنوب مغربی علاقے میں کھجور کے نخلستان ہیں۔ گرم سیل بلند کے بلوچ خاران آکر گندم کے عوض کھجور لے جاتے ہیں۔ یہاں تربوز کی تین اقسام بوئی جاتی ہیں۔

۱۔ گلشت تخم ۲۔ کلکشت تخم ۳۔ تمباک تخم۔ اسی طرح خربوزے کی بھی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ سبز دستمبو ۲۔ زرد۔ دستمبو ۳۔ عسکری اکتوبر کے مہینے میں گندم کاشت کی جاتی ہے۔ دسمبر میں جو کی کاشت ہوتی ہے۔ مئی میں جوار بوتے ہیں۔ خربوزہ اور تربوزہ بھی مئی میں بوئے جاتے ہیں۔ جولائی سے اکتوبر تک کھجور کی فصل کو جمع کیا جاتا ہے۔ واشک۔ دیگوار۔ لوؤز قلات اور کلگ میں کھجور کے نخلستان ہیں۔ یہاں کے چھوہارے اور ھنب بہت مشہور رہیں۔ یہاں کے نخلستانوں کی آب و ہوا۔ اونٹوں کی پرورش کے لئے بہت مفید ہے۔ ریکی قبائل کا خاص پیشہ شتربانی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بہت مالدار ہیں۔ قندھار اور

ہند سے اونٹوں کی خریداری کے لئے لوگ خاران آتے ہیں ل
ریاست عالیہ قلات کے دیگر حصوں میں تمباکو کاشت ہوتا ہے
اران میں ایک قسم کا تمباکو ہوتا ہے جسے (لبوانی) کہتے ہیں۔ جو اعلیٰ
سم کا ہوتا ہے۔ نوروز قلات۔ تگور۔ کلگ میں انگور کے باغات
یں۔ خاران میں پیاز بڑی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ سیاہ پاد
بیلہ اپنی پیاز کی فصلوں پر تمام سال کام کرتے ہیں۔

کچھی کی پیداوار

کچھی ایک ہموار میدان ہے۔ اس کی زمینوں کی زرخیزی کا یہ
عالم ہے کہ ایک دفعہ سیلاب کے پانی سے سیراب ہونے کے
بعد ایک اراضی سال میں تین فصلیں دیتی ہے۔ چونکہ کچھی کا میدان
تین طرف سے پہاڑی سلسلوں سے گھرا ہوا ہے۔ برسات کے
موسم میں سیلاب کا پانی وافر مقدار میں سلٹ لاتا ہے۔ جو بہترین
کھاد ہے۔ اور کچھی کی اراضیات کی زرخیزی کا سبب ہے۔ کچھی کی خاص
پیداوار، تل، جوار سفید، مونگ، موٹھ، باجرہ، سرسوں، توریہ
چنا، گندم، جو، تمباکو، نیل اور تربوز ہیں۔ ایک قسم کی زمین کو
خاری) کہتے ہیں۔ جس میں سفید جوار کی کاشت کی جاتی ہے۔
یہ جوار کھانے میں لذیذ ہوتی ہے۔ فصلوں کے تین موسم ہیں۔

C.E. MINCHIN · KHARAN, CHP · SOWING AND —
HARVEST TIMES

۱۔ ساونی ۲۔ سُرو ۳۔ آر ہاڑی کچھی کی مشہور ندیاں ناڑی ۔ مولہ ۔ لہڑی ۔ بولان اور چھتر ہیں ۔ ڈھاڈر ۔ سنی ۔ شوران گاجان ۔ کنرا ۔ گنداوہ ۔ جھل ۔ لہڑی ۔ حاجی ۔ بھاگ ۔ کوٹ مٹو کچھی کے اناج کی اہم منڈیاں ہیں ۔ یہاں سے سندھ اور پنجاب اناج بذریعہ ریل بھیجا جاتا ہے ۔ کیونکہ کوئٹہ چمن کی ریلوے کچھی کے عین وسط سے گزرتی ہے ۔ سکھر لائڈ بیراج اسکیم مطابق انگریزی حکومت کچھی کی پچھتر لاکھ ایکڑ اراضی کو پانی پہنچانے کا ارادہ رکھتی تھی ۔ مگر ماسوائے نصیر آباد تحصیل کچھی کے دیگر علاقوں کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ سکا ۔ کیونکہ دیگر علاقوں کی سطح سندھ سرزمین سے اونچی تھی ۱ے

قحط

ریاست عالیہ قلات کی زراعت کا دارومدار بارش پر ہے اگر سال بھر میں خاطر خواہ بارش نہ ہو ۔ تو قحط پڑنے کا امکان ہوتا ہے ۔ صرف سراوان کا علاقہ کاریزات اور چشموں کی بہتات کی وجہ سے قحط سے محفوظ رہتا ہے ۔ بلوچستان میں سب سے بڑ

۱۔ نوٹ ۔ لائیڈ بیراج سکھر شہر میں دریائے سندھ پر ایک عظیم الشان پل جو ایک میل لمبا ہے ۔ یہ پُل دریا سندھ کے پانی کو روکنے کے لئے ۱۹۲۳ء تعمیر کیا گیا ۔ اور اس کی تعمیر کا کام ۱۹۳۲ء میں ختم ہوا ۔ اس پُل کے ۶۶ فٹ دروازے ہیں ۔ جو برقی طاقت سے کھلتے ہیں اور بند ہوتے ہیں اس کام پر کل ۳۶ کروڑ لاگت آئی

قحط ۱۸۳۰ء سے ۱۸۴۲ء تک پڑا تھا اور اس قحط کی صورت حال دس سال
تک رہی ۔ اکثر کچھی کے علاقے کو قحط سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے ۔
خان میر نصیر خان اعظم کے زمانے میں بھی قحط پڑا ۔ انہوں نے
لوگوں کو خراج معاف کر دیا ۔ ۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۱ء تک بھی بلوچستان
میں قحط پڑا ۔ اس دوران ۔ ریاست عالیہ قلات کی حکومت
اور ہندوستان انگریزی حکومت نے انڈین فیمن ریلیف فنڈ سے
تیس ہزار روپے بطور امداد دیئے ۔ بلوچستان میں جب قحط پڑتا
ہے تو غریب لوگ اپنے مویشی بیچ کر ۔ سندھ چلے جاتے ہیں
گوادر شہر کے ایک قبرستان میں ایک قبر کے کتبے پر یہ عبارت
درج ہے جس پر سال ۱۸۴۶ء کندہ ہے ۔

" جب ہم یہاں وارد ہوئے اس وقت ایسا قحط پڑا ہوا تھا
کہ ایک من گندم کی قیمت ایک اشرفی تھی ۔ اسی طرح ہنب
کے آٹھ مرتبانوں کی قیمت ایک اشرفی تھی ۔ مگر ان تمام مشکلات
کے ہوتے ہوئے بھی ہم نے اپنی عورتوں کو طلاق نہ دی " [۱]

بلوچستان میں جب قحط پڑتا ہے تو یہاں کے باشندے پہاڑی
جڑی بوٹیوں کو کھا کر گزارہ کرتے ہیں ۔ وہ بوٹیاں جو خوراک کا کام
کرتی ہیں یہ ہیں مُغیر ۔ پَتَرک ۔ سندم ۔ مکانکور ۔ شنگر ۔ کلبر
۱۸۶۱ء میں مکران میں شدید قحط پڑا ۔ بعض لوگوں نے فاران کو

---

۱ C MASSON . JOURNEYS IN BALUCHISTAN, AFGHANISTAN AND THE PUNJAB, LONDON 1842
2 . R HUGHES . BULLER . MAKRAN , FAMINE . P 134

جاتے خواران کا نام دیا ہے۔ کیونکہ یہاں اکثر قحط پڑنے
اگر موسم سرما اور بہار میں برسات نہ ہو تو خاران میں قحط
مگر یہاں کے باشندے جفاکش ہیں۔ اناج نہ ملنے کی صورت
مغیر اور کھجور پر گزارہ کر لیتے ہیں۔ ۱۸۷۱ء میں خاران میں
قحط پڑا یہاں کے باشندے سیستان، افغانستان اور بلوچستان
مختلف علاقوں میں ہجرت کر گئے۔ لس بیلہ میں قحط پڑا۔ جو
سے ۱۹۰۰ء تک رہا۔ اس قحط کے دوران لس بیلہ کے باشند
کراچی نقل مکانی کرگئے کیونکہ ایک تو نزدیک ترین آسودہ حال علاقہ
دوسری وجہ یہ تھی۔ کہ لوگوں کو روزگار بہ آسانی دستیاب ہو سکتا
قلات کا علاقہ رسل و رسائل کے لحاظ سے باقی متمدن دنیا سے
ہوا تھا۔ چنانچہ قحط کے دوران اُن کی رسائی بین الاقوامی امدا
انجمن یا سوسائٹیوں تک ناممکن تھی۔ لہٰذا انہیں خاطر خواہ امداد
مل سکتی تھی۔

معدنی وسائل

ریاست عالیہ قلات کے پہاڑی سلسلے معدنیات سے مالا مال
ان پہاڑوں میں لوہا۔ کوئلہ۔ سیسہ۔ مٹی کا تیل۔ چاندی۔ تانبا
گندرف۔ ایلومینیم۔ نوشادر اور ابرق وغیرہ موجود ہیں۔ تاریخی
کتابوں کے حوالوں سے قدیم زمانہ میں مکرانات کرمان۔ جھالاوان
سے لوہا اور وافر مقدار میں باہر کے ممالک کو بھیجا جاتا تھا۔ علامہ
یاقوت حموی معجم البلدان میں کرمان کے قریب (دمندان) کا

کی کانوں اور بابک کے تانبے، سونے اور چاندی کی کانوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ ان کانوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ ان کانوں کا سلسلہ بقول علامہ ادریسی کرمان جیرفت کے شمال سے لے کر جھالاوان کے علاقہ تک پھیلا ہوا تھا۔ دراصل مملکت قلات میں معدنیات۔ پارچہ بافی۔ دوائیاں ایسی انمول چیزیں تھیں۔ جنہوں نے زمانہ قدیم میں مصری نینقی۔ بابلی۔ اور ایرانیوں کو اس ملک پر قابض ہونے کی انگیخت دی۔ تاریخ اسپین کا مصنف علامہ ذورزی اور راجر بیکن بیان کرتے ہیں۔ کہ رومتہ الکبری کے شہرِ جنس کے کارخانے۔ اور اندلس کے شیشہ سازی کے کارخانے جو اشبیلہ میں تھے۔ یہیں سے لوہا آئینہ سازی کے لئے خریدتے تھے کیونکہ آئینہ سازی کے لئے یہ بہترین لوہا تھا۔ لوہے کے بدلے میں وہاں کے تاجر مقامی تاجروں کو شیشے کا آرائشی سامان دیتے تھے۔ بلوچ قدیم زمانہ سے ایران میں آباد تھے۔ مکران سے پہلے کرمان ان کا وطن تھا [1]

مملکت قلات کی یہ معدنی تجارت رومتہ الکبریٰ سے لے کر میر نصیر خان اعظم کے عہد حکومت تک۔ باہر کی دنیا کے ساتھ جاری تھی۔ پالوس جوئیس (PAULUS JOVIOUS) کے بیان کے مطابق صلیبی جنگوں میں سلطان صلاح الدین ایوبی کی افواج کی زرہیں۔ تلواریں، نیزے، یہیں کے فولاد کے بنے ہوئے تھے

---

[1] L. DAMES. POPULAR POETRY OF THE BALUCHS HEROIC BALLADS.

سولھویں صدی عیسوی میں ۱۵۲۰ء سے ۱۵۶۶ء تک۔ ترکی کے سلطان سلیمان اعظم کے دور تک۔ یہ تجارت جاری و ساری تھی پرتگالیوں کے سفاکانہ حملوں کی وجہ سے یہ کانیں بند ہو گئیں۔ اور کارخانے نابود ہو گئے۔ کیونکہ خلیج فارس بحیرہ عرب اور بحر ہند کے تمام بحری راستوں پر ان کا قبضہ ہو چکا تھا۔ ان سے معرکہ آرائیوں میں کلمتی بلوچوں کی جہازرانی اور مکران کے ملک حکمرانوں کی حکومت کو کافی ضعف پہنچا۔ انگریزی سیاح چارلس میسن بیان کرتا ہے۔ کہ ۱۸۶۰ء میں کپتان ٹک نے خضدار سے بارہ میل مغرب کی طرف بمقام سیکران ایک منہدم سیسہ کی کان کا سراغ لگایا۔ جس سے مہراب خان کے دور حکمرانی ۱۸۳۹ء تک سیسہ نکالا جاتا تھا[1]

کچھی کی گندرف کی کانیں بہت مشہور تھیں۔ جو بھاگ کے شہر سے پندرہ میل دور سوران کی پہاڑیوں سے برآمد کی جاتی تھی خان میر نصیر خان اعظم کے دور حکمرانی میں ان کانوں سے سالانہ بارہ ہزار روپے کی مالیت کا گندرف نکالا جاتا تھا۔ جسے قندھار کے درانی حکمران خرید تے تھے[2]

بھاگ میں لوہا صاف کرنے کا کارخانہ تھا۔ یہ قدیم صنعتی مراکز انیسویں صدی کے شروعات تک قائم تھے۔ جن کا ذکر سر ہینری پوٹنجر

1- A. W. HUGHES BALUCHISTAN CHP. III, P. 81

2- A. W. HUGHES. BALUCHISTAN, CHP IV. P 10 ¾

اپنے سیاحت نامہ سندھ بلوچستان میں کرتا ہے [لہ]

بمبئی فوج کے ایک انگریز آفیسر کپتان ہارٹ نے ۱۸۴۰ء
میں بس بیلہ کی سیاحت کی۔ اُس نے ایک ہندو تاجر کے پاس
چالیس اونٹوں کا ایک قافلہ بیلہ سے لدا دیکھا تھا۔ اس دور میں
کچھی میں نمک، شورہ اور چونا بنتا تھا۔ اور دساور کو بھیجا جاتا
تھا۔ ایشیا میں مکران کا بنا ہوا نمک بہت مشہور تھا۔ اسی
دور میں پسنی کے قریب گندرف کی ایک کان مازوار کو رکے
قریب ملی تھی۔

مویشی

براعظم ایشیا میں ریاست عالیہ قلات مویشی کے لئے ایک
قدرتی پرورش گاہ ہے بلوچ مویشیوں کی نگاہ داشت بہت
محنت سے کرتے ہیں۔ جانوروں کی بیماریوں کے متعلق تحقیق
امراض کا علاج نئی نئی ادویات دریافت کرنا۔ ان کے بائیں
ہاتھ کا کام ہے۔ خاص کر بلوچ قبائل اس فن میں بہت ماہر ہیں
ریاست عالیہ قلات کا اون دنیا میں بہت مشہور ہے یہاں
اون بافی کا بہترین کام ہوتا ہے۔ جس کا ذکر تفصیل سے باب صنعت
میں میں کیا جائے گا۔ بلوچستان کے اہم مویشی، اونٹ۔ بیل۔ گائے

لہ H. POTTINGER S. TRAVESL IN BALUCHISTAN AND SIND.

بھیڑ ۔ بکری ۔ گھوڑا ۔ گدھا ۔ ریاست عالیہ قلات کے ہم
اعلیٰ قسم کے اونٹ ۔ بیل ۔ گھوڑے اور بھیڑیں یہاں
کرتے ہیں۔

سراوان کے مویشی

سراوان قدیم زمانہ سے اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کے لئے م
ہے ۔ یونانی شاعر ہومر نے جن گھوڑیوں کے لذیذ دودھ کا
کیا ہے۔ وہ یہیں کی گھوڑیاں تھیں[1]
شہوانی ، بنگلزئی ، محمد شہی ۔ لانگو بلوچ قبائل گھوڑوں کا
کا کاروبار کرتے ہیں یہاں کے دنبے بھی بہت مشہور ہیں ۔ جن
کہتے ہیں ۔ مارکو پولو کا بیان ہے ۔ کہ جب ان دنبوں کی چکیاں
وزن دار ہو جاتی ہیں ۔ تو ان کے مالک چکیوں کا اپریشن کرکے
چربی نکال کر دوبارہ اُن کو سی لیتے ہیں ۔ اس بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی سرجری سے یہاں کے باشندے
تھے[2]
منگچر کے گدھے بہت مشہور ہیں ۔ جو بہت قدآور ہ
ہیں ۔ سراوان کے بیل قد میں چھوٹے ہوتے ہیں ۔

JAMES. HATTON. CENTRAL. ASIA, P. 6.

H YULE. MORCOPOLO, VOL I, CHP XIX.

جھالاوان کے مویشی

جھالاوان بھی ۔ سراوان کی طرح مویشیوں کی قدرتی پرورش گاہ ہے جھالاوان میں شمالی خطہ زہری کے گھوڑے بہت مشہور ہوتے ہیں مغل دور حکمرانی میں ہندوستان کے سوداگر یہاں گھوڑے خریدنے آتے تھے ۔ سراوان کی طرح یہاں بھیڑ بکریاں اور گدھے کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں ۔ جنوبی جھالاوان کے اونٹ تیز رفتاری میں بہت مشہور ہیں [۱]

لس بیلہ کے مویشی

لس بیلہ میں اونٹ بھیڑ اور بکریاں کافی تعداد میں ہوتی ہیں یہاں کے بیل قد میں چھوٹے ہوتے ہیں ۔ لاسی گدھے بہت مشہور ہوتے ہیں ۔ کیوں کہ بہت قدآور ہوتے ہیں ۔

مکران کے مویشی

مکران میں بھی بلوچستان کے دوسرے خطوں کی طرح بھیڑ بکریاں پالی جاتی ہیں ۔ یہاں مرغیوں کی بہتات ہے ۔ جن کو قزوینی نے دیکھ کر یہ اظہار کیا کہ قدرت نے مکران کو مرغی کے لذیذ گوشت سے

---

[۱] R.HUGHES-BULLER. TMPERIAL GAZETTBBR OF TNDIA, BALUCHISTAN, JHALAWAN

نوازا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نخلستانوں میں مرغیاں بہ آسانی پرور[illegible]
پا سکتی ہیں ۔ مکران میں سراوان کی طرح شکاری کتوں کو تازی [illegible]
ہیں ۔ جن سے ہرن اور خرگوش کا شکار کیا جاتا ہے ۔ مکران [illegible]
اونٹ بہت مشہور ہیں ۔ کلانچ ۔ کولواہ ۔ بلیدا ، پنجگور ، مند ، [illegible]
بالگتر ، اونٹوں کی پرورش کے مراکز ہیں ۔ ان بلوچ قبائل ۔ بند[illegible]
کُرگُک ۔ رخشانی ۔ دشتی ، بردی ، نغوری ۔ لنگاسی ، کاشانی [illegible]
شابنیزئی ۔ سنگوزئی ، دیہانی ۔ گرگناڑی کا پیشہ صرف اونٹ [illegible]
ہے ۔ ان کا ذریعہ معاش بھی اونٹوں کی تجارت ہے ۔ ان کو بھگ[illegible]
کہتے ہیں ۔ جو اونٹوں کی تجارت سے اپنی روزی کماتے ہیں [illegible]
دو قسم کے اونٹ ہوتے ہیں ۔ سواری کے لئے اور باربرداری کے
مکران میں مختلف قسم کی گھاس پیدا ہوتی ہے ۔ جو اونٹ شو[illegible]
سے کھاتے ہیں ؎۱

قدیم زمانے میں مکران کی بندرگاہوں سے بلوچستان کے [illegible]
خطوں سے گھوڑے مالابار گجرات اور دکن کو بھیجے جاتے [illegible]
بنی اُمیہ کے دور میں حجاج بن یوسف ثقفی گھوڑ[illegible]
بلوچستان سے خریدتا تھا ۔ سلطان ابوبکر اتابک والی فارس
سال دس ہزار گھوڑے بلوچستان ، خراسان ، فارس سے خرید کر
کے لئے ہندوستان روانہ کرتا تھا ۔ اُس کے عوض بائیس لاکھ
وصول کرتا تھا ؎۲

---

¹ P. HUGHES-BULLER, MAKRAN, CATTLE, P. 131

² H YULE. B. MORCOPOLO, VOL II, CHR XVIII P. 295

خلجی، تغلق۔ مغل سلاطین ہند۔ دکن گجرات کے مسلمان سلطان بلوچستان اور سیستان سے اپنی افواج کے لئے گھوڑے خرید ا کرتے تھے۔ کہتے ہیں۔ سلطان محمود بیگرہ کے دور میں سروہی کے راجانے چند بلوچ سوداگروں کے گھوڑے چھین لئے جس پر سلطان نے اُنکے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اور سوداگروں کو گھوڑوں کی قیمت ادا کر دی۔ اس زمانے میں گھوڑے کی قیمت پانچ سو دینار تھی لہ

مکران کے گدھے بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ یہ اتنے تیز رفتار ہوتے ہیں۔ کہ تربت سے گوادر کی مسافت ایک دن میں طے کرتے ہیں۔ بلوچستان کے اکثر علاقوں میں مندرجہ ذیل قدرتی گھاس اگتی ہے۔

١۔ گندیر ٢۔ گرکاش ٣۔ پتر ونک ٤۔ گومازہ ٥۔ سندم ٦۔ کنڑ ٧۔ نور ٨۔ دُرگ ٩۔ کاش ١٠۔ دل ١١۔ برشانک جو مویشیوں کے لئے بطور چارہ بہت مفید ہوتا ہے۔

خاران کے مویشی

خاران میں بیل، گھوڑے، بکری اور بھیڑیں ہوتی ہیں۔ مگر مویشیوں میں قابل ذکر جانور خاران کے اونٹ ہیں۔ یہ اونٹ بڑے قد آور ہوتے ہیں۔ ایک خاص قسم کا اونٹ ہوتا ہے۔ جس

لہ H. ELLIOT: HISTORY OF INDIA, VOL III P. 34

کے پاؤں سفید ہوتے ہیں۔ اسے دستل ا کہتے ہیں۔ اس کی مانگ ایران اور افغانستان میں بہت زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باربرداری کے لئے یہ مضبوط قسم کا اونٹ تصور ہوتا ہے۔ کہتے ہیں۔ خاران کی اونٹنی تیس سال کی عمر تک چودہ مرتبہ بچہ دیتی ہے۔ اور سات سیر تک دودھ دیتی ہے۔ نوشیروانی دیہانی۔ یاگی زئی۔ درناک زئی کھیا زئی۔ محمد حسنی۔ ریکی بلوچ قبائل کا گزر بسر اونٹوں کی گلہ بانی پر ہوتا ہے۔ خاران میں مندرجہ ذیل اقسام کی گھاس اگتی ہے۔ جو جانوروں کے چارے کا کام دیتی ہے۔

۱۔ پوچکو ۲۔ ہُش شا ۳۔ سارینک ۴۔ گرلُبت ۵۔ کیمار ۶۔ آسک کاہ ۷۔ ہوجری ۸۔ دالی چک ۹۔ کان دار ۱۰۔ پھوگ ۱۱۔ مسک ۱۲۔ زرو بنک۔ ۱۳۔ گورکا ۱۴۔ اورنج ۱۵۔ گز ۱۶۔ برش نک۔ لوگوں کو اونٹ اور دنبوں کی پشم سے کافی آمدنی ہوتی ہے۔[1]

کچھی کے مویشی

کچھی کے ناڑی نسل کے بیل بہت مشہور ہیں۔ یہ بیل بہت خوبصورت، تنومند اور کافی بڑے ہوتے ہیں۔ ۴۲ انچ سے کر ۵۶ انچ تک ان کی اونچائی ہوتی ہے۔ سندھ اور پنجاب میں ان کی بہت مانگ ہے۔ ظہور اسلام سے پہلے کُردان کے

---

[1] C.F. MINCHIN. KHARAN, CATTLE, PP 102 -

ی سندھ کے برہمن راجاؤں کو سالانہ خراج میں گھوڑے
رتے تھے۔ [1]

کچھی میں اچھی قسم کے گھوڑے بھی پائے جاتے ہیں جو خالص
نسل کے ہوتے ہیں۔ اس نسل کو ہیرزئی کہتے ہیں۔ انگریزوں
ی
ندرے پہلے براہوئی بلوچ، بڑودہ۔ بمبئی میسور تک اپنے
ڑوں کو برائے فروخت لے جاتے تھے۔ گھوڑوں کی خاصی تجارت
ی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے رسالوں کے لئے بھی یہیں سے گھوڑے
ی تھی۔ جب ۱۸۷۷ میں آسٹریلیا سے ہندوستان میں گھوڑے
ئے فروخت آنے لگے۔ تو بلوچستان کے گھوڑوں کی تجارت کو
ت نقصان پہنچا۔ [2]

جنگلی جانور

مملکت قلات کے تمام سربفلک پہاڑی سلسلوں میں بے شمار
نگلی بکرے، دنبے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جن کا شکار کیا جاتا
۔ ان کے علاوہ درندے بھی ان پہاڑوں میں ملتے ہیں چیتے۔ ریچھ
خ۔ بھیڑیے، لومڑی وغیرہ۔ میدانی علاقوں میں ہرن کثرت
ے ملتے ہیں۔ پہاڑی بکرے کی کئی قسمیں ہوتی ہیں مشہور قسم مارخور
ہ۔ پاچن ہیں۔ بلوچستان میں مختلف علاقوں میں مختلف قسم کے چھوٹے
بڑے سانپ بھی ہوتے ہیں۔ پرندے جو ہر جگہ پائے جاتے

---

[1] BOMBAY CITY. GAZETTEER. VOL I - PP. 130-131

[2] DAILY STATESMAN OCT. 29, 1941 DELHI

ہیں۔ عقاب، باز، ابابیل۔ چکور، تیتر۔ بٹیر، کبوتر مرغابی ...
ہیں۔ ریچھ کو بلوچی میں مم کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کسی زمانے میں ...
ماشکیل میں گورخر بھی پائے جاتے تھے۔ جو آج کل نا پید ہیں ...
رینگنے والے جانوروں کی متعدد اقسام بھی پائی جاتی ہیں۔ جو چھپکلی
کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

مچھلیاں

ریاست عالیہ قلات کی ندیوں میں میٹھے پانی کی مچھلیاں ...
ہیں۔ اور ساحل مکران میں بے شمار قسم کی مچھلیاں ملتی ہیں جو ...
کو بھیجی جاتی ہیں۔ مکران کے ساحلی علاقہ کے بلوچ قبیلہ (رمید) کا ...
ماہی گیری ہے۔ بلوچستان کے ساحلی علاقہ کے ماہی گیر سب ...
ہیں۔ ان کو ماہی گیری میں بے حد مہارت حاصل ہے۔ بلوچستان
کے ساحلی علاقوں کی مچھلیاں۔ ہندوستان۔ چین۔ زنگبار اور ...
بھیجی جاتی ہے۔ ان ممالک میں ان کی بہت زیادہ مانگ ہے ...
ساحل مکران پر تمام سال مختلف اقسام کی مچھلیوں کا شکار ہوتا
ہے۔ ان بنادر پر مچھلی کا شکار ہوتا ہے۔

اور ماڑہ۔ کلمت۔ سنڈان۔ دربیلہ۔ پشوکان۔ گنز۔ جیو ...
پسنی اور سونمیانی۔ وہ دیسی کشتیاں جو مچھلی کے شکار کے لئے
استعمال ہوتی ہیں۔ اُن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ماہی کشتی ۲۔ بیتل ۳۔ ہوری ۴۔ یکدار ۵۔ بدل ...
یہ سب بکدار کے مختلف نمونے ہیں۔ سکندر مقدونی کے مورخین ...

نے لکھا ہے کہ مکران کے ماہی گیر۔ مچھلی کو خشک کر کے اس کا آٹا بنا کر کھاتے ہیں۔ ان جھونپڑیوں کے شہتیر ویل مچھلی کی ہڈی کے بنے ہوتے ہیں۔

ریاست عالیہ قلات کی صنعت وحرفت

کسی قوم کی آسودہ حالی اور فلاح و بہبود کا دارومدار اس کی صنعت و حرفت اور تجارت پر ہے۔ صنعت و حرفت قوم کی ترقی یا تنگی کو ظاہر کرتی ہے۔ جیسے مویشیوں کا پالنا بلوچوں کا فن ہے۔ اسی طرح انہوں نے صنعت و حرفت میں بھی نمایاں ترقی کی ہے۔ ان کے قدیم زمانے کے ذرائع آبپاشی کے کھنڈرات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے ان بنجر زمینوں کو کیسے سیراب کر کے اُن سے زرعی آمدنی حاصل کی۔ گبر بند اُن کے کمالات کے نمونے ہیں۔ انہوں نے محنت و مشقت سے کام لے کر ان بے آب و گیاہ ریگستانوں اور صحراؤں کو باغات میں تبدیل کر دیا جس طرح اہرام مصر۔ مصریوں کی ترقی یافتہ صناعی کی گواہی دیتے ہیں۔ اسی طرح بلوچستان اور خاص کر ریاست عالیہ قلات میں گبر بند، بلوچوں کے زرعی کمالات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ پندرھویں صدی عیسوی میں جب یورپ میں صنعتی انقلاب آیا۔ تو انہوں نے نئی نئی دریافت اور ایجادات کیں۔ بحری راستوں پر اُن کا طوطی بولنے لگا۔ اور وہ بین الاقوامی تجارت پر قابض ہو گئے اس کا اثر بلوچستان پر بھی ہوا۔ بلوچوں کے تجارتی ذرائع مفقود ہونے لگے۔ جب تجارت

نہ رہی۔ تو دستی صنعت و حرفت بھی بری طرح متاثر ہوئی۔ اور یہیں سے اُن کا سیاسی تنزل بھی شروع ہوا۔

سراوان کی صنعت وحرفت

سراوان، چمڑے اور کشیدہ کاری کے کام کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ جس زمانہ میں یورپ ریشم اور کلابتوں کی صنعت سے بالکل ناواقف تھا۔ سراوان کا ریشم اور زرعی کا کام دور دراز ملکوں کو بھیجا جاتا تھا۔ اس فن سے اُس دورِ قدیم میں بلوچ واقف تھے۔ سراوان میں قلات اور نیچارہ کشیدہ کاری اور مستونگ چمڑے پر کشیدہ کاری کے لئے بہت مشہور ہیں۔

جھالاوان کی صنعت وحرفت

جھالاوان میں بھی کشیدہ کاری کا کام ہر گھر میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اون کی دریاں، شال، نمدے اور قالین بنائے جاتے ہیں۔ جھالاوان میں زہری اور باغبانہ کی کشیدہ کاری تو تک کی تیدینانی۔ زیدی کی نمدہ سازی کی صنعت و حرفت بہت مشہور ہے۔

لسبیلہ کی صنعت وحرفت

لس بیلہ میں بھی جھالاوان کی طرح اون کی دریاں قالین نمدے وغیرہ بنتے ہیں۔

مکران کی صنعت وحرفت

اگرچہ بلوچوں کی صنعت و حرفت کے مختلف شعبوں کی ارتقائی
ریخ دستیاب نہیں - بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ ریاست
لات کے ہر صوبے میں عہد قدیم سے اونی سوتی اور ریشمی
پڑے تیار ہوتے رہے ہیں - اس کی وجہ یہ ہے کہ مکران اور
ی میں عہد قدیم میں روئی کی کاشت ہوتی تھی - تاریخ معصومی
ں لکھا ہوا ہے - کہ کچھی میں قد آدم کے برابر - روئی کے پودے
تے تھے [1]

اسی طرح خاران کے قدیم مقبروں سے جو آرائشی سامان دستیاب
ا ہے - ان سے معلوم ہوتا ہے - کہ یہاں پارچہ بافی کی صنعت
ت ترقی یافتہ تھی - مملکت قلات کا جغرافیائی محل وقوع
ا ہے - کہ مویشیوں کی پرورش کے لئے آب و ہوا بالکل موزوں
- مکران اپنی پارچہ بافی کے لئے بہت مشہور رہے - آر- ہیوز
اس بارے میں بہت افسوس کا اظہار کرتا ہے - کہ بعض
اس صنعت کو صرف اس لئے ترک کر دیتے ہیں - کہ ان کے
س سرمایہ نہیں ہوتا - اور بامر مجبوری کاشتکاری کا پیشہ
یار کرتے ہیں - حاجی عبدالنبی کابلی جس نے ۱۸۳۹ء میں بحیثیت

---

[1] دیکھو تاریخ معصومی میر معصوم سبزواری بکری - سندھی ترجمہ
کراچی ۱۸۶۵ء

نمائندہ حکومت برطانیہ مکران کا دورہ کیا تھا کا بیان ہے کہ تربت
میں سوتی کپڑا بننے والے کاریگروں کی تعداد ایک ہزار تھی او
تمپ میں ایک سو تھی۔ اور زمانہ قدیم میں، سندھ، گجرات
ہندوستان کے بعض دیگر حصول میں مکران کے بنے ہوئے پار
جات برائے فروخت جاتے تھے۔ انگریزوں کی آمد سے پہلے
سندھ کے ٹھٹھہ اور نصرپور اور مملکت قلات کے مکران
جو ریشمی اور سوتی و اونی کپڑے براعظم ایشیا اور یورپ کے
ممالک کو بھیجے جاتے تھے۔ قیمتی پارچات کے زمرے میں
شمار کئے جاتے تھے۔ اگر کوئی بلوچی امیر بلوچستان میں حالا
کو ناسازگار پاکر سندھ یا ایران میں سکونت اختیار کرتا تھ
تو وہ جواہرات لے کر اپنے ملک سے کوچ کرتا تھا۔ گو
اس دور میں بلوچستان کے لوگ اس قدر متمول تھے۔ چنانچہ ٹالپر
امیروں نے جو بھی جواہرات اکھٹے کئے تھے ان جواہرات کا بڑ
حصہ انہوں نے بلوچستان کے اُمرا سے حاصل کئے تھے۔ جو د
گزر اوقات کے لئے ان اُمرا پر فروخت کیا کرتے تھے لہ
اگرچہ بلوچستان کے پہاڑی علاقوں میں توت اور شہتوت کے درخ
کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مگر یہاں ریشم کے کیڑے پال کر

لہ احمد زئی شہزادے میر مصطفےٰ خان اور میر محمد رحیم خان دونوں بھائی
جب میر مصطفےٰ خان نے کراچی کا مطالبہ کیا۔ تو میر مراد علی خان نے دونوں
کے درمیان نفاق پیدا کیا۔ جو موقع پر بیان کیا جائے گا۔

ان سے ریشم حاصل کرنے کا رواج نہ تھا۔ مکران کے دستکار ہرات اور شیراز سے ریشم حاصل کر کے اعلیٰ قسم کے رنگین ریشمی کپڑے تیار کرتے تھے۔ زمانہ قدیم میں قلات کے خوانین بلوچ اور سندھ کے تالپر بلوچ امراء رنگین ریشمی لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ اس لئے بلوچستان اور سندھ میں مکران کے ریشمی کپڑوں کی حد سے زیادہ مانگ تھی۔ [1]

علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ اسلام میں بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ مامون کے عہد میں کرمان اور مکران کے صوبہ جات...... [illegible] درہم اور پانچ سو ریشمی تھان بیس رطل کھجور بغداد کی مرکزی حکومت کو بطور خراج ادا کرتے تھے۔ ان علاقوں کے ریشم سے بنے ہوئے رومال بہت مشہور تھے۔ جن کو عرب مندیل کہتے تھے۔ یہ لنگیاں لندن میں بہت منافع پر بکتی تھیں۔ مکران کے بنے ہوئے کپڑوں کی کئی اقسام تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں نرلیب۔ گشانی۔ گل بدن۔ شونشری۔ نیم شاہی، حکوب۔ نیست کن جہاں۔ زمانہ قدیم میں تمام بلوچستان میں پارچہ بافی کی صنعت زوروں پر تھی۔ ہر گھر میں خواتین اونی دریاں اور شالیں بناتی تھیں۔ اور یہ وصف خواتین کا مہذب ہونا اور شائستگی کا معیار تصور ہوتا تھا۔ [2]

1- DR. JAMES BURNES, A NARRAFIVE OF VISIT TO THE COURT OF SIND, P. 194, EDINBURG 183'

۲- L-DAMES POPULAR POETRY OF THE BALOCHS HEROIC BALLADS

مکران میں جنگلی کھجور کے پتوں سے کئی اقسام کی چٹائیاں اور ...
بنائے جاتے ہیں۔ باہر کی منڈیوں میں ان کی بڑی مانگ ہوتی
ہے۔

خاران کی صنعت وحرفت

خاران میں پشم کافی مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ راس کوہ
کی ترائیوں میں روئی کی بھی کاشت ہوتی ہے۔ زمانہ قدیم میں
سیاہ پاد قبیلہ کے افراد روئی کی کاشت کیا کرتے تھے۔ خاران
میں دو قسم کا کپڑا تیار کیا جاتا ہے۔ چھل تری شست
تری۔ دیگر بلوچ قبائل اپنے ریوڑوں کی اون سے دریاں
قالینچے اور نمدے۔ تیار کرتے ہیں۔ جسے بلوچی میں ٹپڑ کہتے
ہیں۔ یہاں اون سے اعلیٰ قسم کے خیمے بھی بنائے جاتے ہیں
جسے بلوچی میں گدان کہتے ہیں۔ چونکہ لوگ خانہ بدوش ہیں۔ مال
چرائی کے لئے انکو نقل مکانی کرنا پڑتی ہے۔ اس لئے ان
کی زندگی کا اہم جزو اُن کے گدان ہوتے ہیں۔ جن میں
وہ رہائش اختیار کرتے ہیں۔

خاران کے باشندے بکریوں کے بالوں سے رسے۔ اناج
کی بوریاں اور خیمے بناتے ہیں۔ بکری کی کھال سے پینے کا
پانی بھرنے اور دودھ بلونے کے مشکیزے بناتے ہیں۔ پانی
پینے کے مشکیزہ کو مشک دودھ بلونے کے مشکیزہ کو ہیزگ
اور گھی ۔ رکھنے کے مشکیزہ کو زک) کہتے ہیں۔ انگریزوں کی آمد

سے پہلے مسقط و عمان کے راستے بندوق و ہر قسم کا اسلحہ ریاست عالیہ قلات میں آیا کرتا تھا۔ جب اٹھارویں صدی کے درمیانی عرصہ میں ۔ انگریزی بیڑے نے خلیج فارس بحیرہ عرب بحیرہ قلزم اور بحر ہند میں اپنے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کروایا ۔ تو یہ تجارتی سلسلہ جو یورپ سے ہوا کرتا تھا ۔ بند ہوگیا ۔ خاران میں بھیڑے ۔ لوہاری ۔ سوناری اور بڑھئی کا کام بھی ہوتا ہے اس پیشے کے صنعت کاروں کو زرگر اور سرستانی کہتے ہیں ۔

کچھی کی صنعت و حرفت

بلوچستان کے دوسرے صوبوں کی طرح کچھی میں اعلیٰ قسم کی دستکاری کے مراکز ہیں ۔ جلال خان میں اعلیٰ قسم کی روئی کے کھیس بنتے ہیں ۔ لہڑی اپنی کشیدہ کاری جو چمڑے پر ہوتی ہے کے لئے بہت مشہور ہے ۔ ڈھاڈر میں اسلحہ بنتا ہے ۔ بھاگ میں پیتل لکڑی اور مٹی کے ظروف بنتے ہیں ۔ جو باہر کی منڈیوں میں اچھے داموں پر بکتے ہیں ۱۸۳۹ء کی ایک رپوٹ کے مطابق بلوچستان میں بڑے بڑے صنعتی کارخانہ جات کی تعداد پندرہ تھی ۔ جس میں ۲۲۳ دستکار محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے ۔ لہ

لہ THE INDIAN YEAR BOOK 1941-42-VOL XXVII THE PEOPLE OF INDIA, P. 32.

بلوچستان کے قبائل

بلوچ ملت کی سماجی زندگی قبائلی ہے۔ یعنی ہر ایک قبیلے کا سربراہ سردار کہلاتا ہے۔ سردار اپنے قبیلے کا امیر قاضی اور کمانڈر ہوتا ہے۔ نگران منصب داریوں کے باوجود وہ مطلق العنان نہیں ہوتا ہے۔ اسکے قبیلہ کے ذیلی طائفوں کے سربراہ جو مکری اور مقدم کہلاتے ہیں اسکی مجلس شوریٰ کے ممبر ہوتے ہیں۔ انہی کے مشورہ سے وہ اپنے قبیلہ کا انتظام چلاتا ہے اسی طرح مرکزی حکومت میں یہی قبائلی سردار حکومت کی مجلس شوریٰ کے رُکن ہوتے ہیں۔ اور مرکزی حکومت کا سربراہ جسے خان کہتے ہیں۔ انہی کے مشوروں سے اپنا نظام حکومت چلاتا ہے۔ اس نظام کی بنیاد آمیر میرو میروانی بلوچ نے رکھی جسے میر چاکر خان رند۔ میر احمد خان اول اور میر نصیر خان عظیم نے بدستور قائم رکھا۔ بلوچ چونکہ مسلمان ہیں۔ اسلامی عقیدے کے مطابق امیر حضرت پیغمبر اسلام کا قائم مقام ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں خود خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے" اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" ۔ چونکہ آمیر پیغمبر قائم مقام ہوتا ہے۔ لہٰذا پیغمبر کی طرح اس کی اطاعت فرض ہے۔ ایران میں ساسانی دور حکومت میں بلوچ ہمیشہ ساسانی حکمرانوں سے برسرپیکار رہے تھے۔ جب اسی دور میں اسلام کا زور چمکنے لگا۔ بلوچ قبائل کے جرگہ نے اسلام ساتھ دینے کا فیصلہ کیا مسلمان ہونے کے بعد وہ مشرقی ایران کے برسراقتدار آئے

میں آمیر میرو میروانی بلوچ نے سطح مرتفع قلات جدگالوں
فتح کیا۔ اسی دور میں میر جلال خان رند بلوچ نے مکران
جدگالوں کو مار بھگایا اور مکران پر رند بلوچ قابض ہو
۔ میر نصیر خان اعظم کے دور میں بلوچ اپنے عروج پر پہنچ
تھے۔ اس دور میں دہلی کی مغل حکمرانی بہت کمزور ہو چکی
دوؤں کا غلبہ تھا۔ اور ہندو مرہٹہ قوم دہلی کی سلطنت کے
یاہ و سفید کے مالک تھے۔ چنانچہ میر نصیر خان اعظم
کے حکمران محمد شاہ کی امداد کو پہنچا اور پانی پت کی تیسری
ائی ہوئی۔ جس میں مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔ ہندوؤں
غلبہ پاش پاش ہو گیا۔ رند بلوچوں کے دور میں اُن کے
ریان پھوٹ کی وجہ سے بلوچی سیاسی مفادات کو سخت
قصان پہنچا۔ مگر اُس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ بلوچ بلوچستان
ے نکل کر ڈیرہ جات۔ پنجاب۔ راجپوتانہ، گجرات، سندھ
ک پہنچ گئے۔ بعد میں وہاں انہوں نے اپنی امارتیں قائم کیں
ن کے نشانات اب بھی موجود ہیں۔

بلوچوں کا قبائلی نظام ترکی قبائلی تنظیم کے بالکل مشابہ
ں کی غالب وجہ یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے یہ دونوں قومیں
تصل علاقوں میں بود و باش رکھتی چلی آرہی ہوں گی۔ جن کا قبائلی
نظام ایک دوسرے سے متاثر ہوگا۔ تمن کا لفظ ترکی لفظ ہے
ں کے معنی ہیں قبیلہ جو بلوچوں میں بھی قبیلہ کے لئے استعمال ہوتا
ہے۔ جرگہ بھی ترکی لفظ ہے۔ جو مسائل قومی کو حل کرنے کے

لئے طلب کیا جاتا ہے۔ جس میں قوم کے ہر قبیلہ کا سردار
لیتا ہے۔ اور انہیں رائے دینے کا حق حاصل ہوتا ہے
قوم کی مجلس شوریٰ کو جرگہ کہتے ہیں۔ قومی جنگ میں تمام
بلا تمیز قبائل حصہ لیتے ہیں۔ فتح کی صورت میں مال غنیمت
سب کو حصہ ملتا ہے۔ بلوچ کنفیڈریسی بلوچستان کے تمام
قبائل کے اتحاد کا نام ہے۔ جو قبائل کے مجموعہ سے ترتیب
پاتا ہے۔ جس کی سیاسی، سماجی، اقتصادی ہیئت وسط
کے ترک اور عرب اقوام کا نمونہ ہے۔

تمن کے معنی ہیں۔ دس ہزار یعنی لفظ تمن تومان سے
ہے۔ تمن کے سربراہ کو تمندار کہتے ہیں۔ تمن کی تنظیم کی باگ
تمندار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ میر میرو، میروانی کے تمن
پچاس قبیلے شامل تھے۔ میر جلال خان رند کے تمن کے
بولک یا قبیلے تھے۔ میر نصیر خان اعظم کے دور میں تمام
قبائل اُن کے جھنڈے تلے جمع ہو کر جنگ کرتے تھے
نے اس عظیم بلوچ تمن کو تین ڈویژنوں میں تقسیم کیا تھا۔
جھالاوان، کچھ، گنداوہ، نوشکی، سراوان کا جھنڈا سرخ
کا زرد، اور کچھ گنداوہ تمن کی کئی شاخیں ہوتی ہیں۔ جن کو پاڑہ
کہتے ہیں۔ ہر شاخ یا طائفہ کا ایک سربراہ ہوتا ہے۔ جسے
یا ٹکری کہتے ہیں۔ ہر قبیلہ کا سردار اپنے مقدم یا ٹکری کے
و مشورہ سے قبیلے کا انتظام چلاتا ہے۔ بلوچ قبائل کے ہر قبیلے
کے نام کا آخری حروف اکثر و بیشتر (آنی) ہوتا ہے۔

میرد کی اولاد سہرابانی، نہراب کی اولاد شہدادانی۔ شہداد کی اولاد بالاچانی۔ بالاچ کی اولاد رستمانی۔ رستم کی اولاد وغیرہ۔ موجودہ ریاست عالیہ قلات کے حکمران کو (خان) کہتے ہیں۔ جو منگولی لفظ ہے۔ تمن کے خیل ہوتے ہیں۔ خیل پھر پھلیوں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک پھلی گھرانوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ریاست عالیہ قلات میں کئی قومیں آباد ہیں۔ اکثریت بلوچوں کی ہے۔ ... بلوچوں کے علاوہ افغان اور جدگال اقوام کے لوگ بھی رہتے ہیں۔ جدگالوں کی تعداد افغانوں سے نسبتاً زیادہ ہے۔

وجہ تسمیہ لفظ براہوئی

بلوچوں کی تاریخ کی بنیاد وہ بلوچی اشعار ہیں جو ایام جاہلیت سے گویوں کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ جسے نسل در نسل اپنے پسماندگان کو منتقل کرتے چلے آئے ہیں۔ مسٹر اے۔ ڈبلیو۔ ہیوز براہیوں کے متعلق کہتا ہے کہ لفظ براہوئی اور ناروئی میں کوئی فرق نہیں (روہ) سرائیکی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ براہوئی پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ اس سے براہوئی مشہور ہوئے۔ اور ناروئی میدانی علاقوں میں رہتے ہیں۔ اس وجہ سے ناروئی مشہور ہوئے۔ یعنی میدانی علاقوں کے رہنے والے اور یہ سب عرب نسل سے ہیں۔ [1]

---

[1] A.W HUGHES. BALUCHISTAN, CHP II TOPOGRAPHY AND ETHNOLOGY, P. 26.

دراصل سرزمین بلوچستان کے اصل باشندے یہی لوگ ہیں
بعض محققین کا بیان ہے۔ لفظ براہوئی (بروہ) کی بگڑی ہوئی
صورت ہے (بروہ) نام کا ایک دریا شام میں ہے جو
کے قریب جبل لبنان سے نکل کر جھیل عتیبہ میں گرتا ہے
اسی دریا کی ایک شاخ (البانہ) پر دمشق کا شہر واقع ہے
بلوچی اشعار میں بھی حلب کو بلوچوں کا اصل وطن بیان
کیا ہے۔ کپتان پیچ پہلا انگریز ہے۔ جس نے ۱۸۴۰ء میں
مرتبہ جنرل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال میں ان بیانات
کو شائع کیا [1] اور اس طرح پہلی بار علمی دنیا کو بلوچوں کی نسل
تاریخ سے روشناس کرایا گیا۔ کرنل۔ سر۔ ٹی۔ ایچ۔ ہالڈیچ
کہتا ہے۔ کہ براہیوں کا وطن (کلدہ) ہے۔ جو دریائے فرات
کے جنوب شمال کی طرف واقع ہے۔ یعنی خلیج فارس سے
بابل تک یہ علاقہ پھیلا ہوا ہے۔ بابل کی حکومت کے زوال کے
بعد۔ ۔ آشوری ۔ سلطنت کا ایک حصہ تھا۔ اور یہ سلطنت
۱۱۰۰ ق م سے ۶۰۰ ق م تک قائم رہی۔ یہ وہ دور تھا۔ جب
بنی اسرائیل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی قیادت میں فتح
فلسطین پر اپنی حکومت قائم کی تھی۔ کرنل۔ سر۔ ٹی۔ ہالڈیچ
بیان درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ عرب سے نکلنے کے بعد

---

[1] L. DAMES. POPULAR POETRY OF THE BALOCHES BALLAD OF GENEALOGIES PART I

(بل)وچ قوم نے شام ایشیائے کوچک اور عراق میں سکونت اختیار
(کی) تھی - اور یہاں سے ہجرت کر کے ایلم ماژندران اور فارس
(پ)ہنچے - بعد میں کرمان سے ہوتے ہوئے بلوچستان میں آکر سکونت
پذیر ہوئے - درحقیقت عرب قوموں کی یہ ایک ہجرت کبریٰ
تھی - جبکہ انہوں نے ۲۰۰۰ ق - م میں - مصر پر بھی قبضہ کیا - مصر
کی تاریخ میں ان عرب مہاجرین کو (HYKSOS) کے نام سے
یاد کیا ہے - براہوئی جب بلوچستان میں وارد ہوئے اس وقت
یہاں دراوڑی - میدی - ایرانی - تورانی قومیں پہلے سے آباد تھیں
جنہوں نے غیر آریائی اقوام کو جو دراوڑی کہلاتے تھے - وادی
سندھ کی طرف دھکیل دیا تھا - موہن جو دڑو کے کھنڈرات ان کی
تہذیب و تمدن کے گواہ ہیں - اس کے علاوہ جنوبی ہندوستان
میں ان کا وجود اب بھی باقی ہے - بلوچ کا براہوئی گروہ وہ
پہلا گروہ ہے - جنہوں نے بلوچستان میں بستیاں قائم کیں -
یونانیوں کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے - کہ سطح مرتفع قلات
کو یونانیوں نے PARIKANOI لکھا ہے - کرنل سر تھامس ہنگر
فورڈ ہالڈرچ نے مکران کے قدیم نقشے میں اورتیں (لس بیلہ) کے شمال مغربی خطے کو
پارکونی کا نام دیا ہے - بعض روایت یہ بیان کرتے ہیں کہ یہی قدیم لفظ (پارکونئی)
صوتی تغیر کے بعد براہوئی بنا - بعض مستشرقین کا بیان ہے کہ (پارکونئی) سنسکرت
زبان کا لفظ ہے - جو دو الفاظ (پار) اور (کام) کے مرکب
سے بنا ہے - یعنی سنسکرت میں (پارکا) کے معنی ہیں - پہاڑی
لوگ یا پہاڑی لوگ یا پہاڑ کے رہنے والے - چارلس میسن ایک

یورپی سیاح جو نسلاً انگریز ہے، بیان کرتا ہے کہ براہوئی دو الفاظ
مرکب ہے (با) اور (روہی) روہ پہاڑ کو کہتے ہیں۔ یعنی پہاڑ کے رہنے
والے سندھ کا نامور صوفی شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی اپنے
اشعار میں براہوئی لفظ کی بجائے (کوہیار) کا لفظ استعمال
ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ پہاڑی لوگ اسی طرح بلوچی اشعار میں
کے جدامجد کا نام میر براہو بیان کیا گیا ہے۔ جو ابراہیم کی بگڑی
ہوئی شکل (براہم) ہے۔

براہوئی قبائل

بلوچوں کا وہ قبائلی گروہ جو براہوئی کہلاتا ہے۔ وہ بلوچستان
کے دو خطوں میں رہتا ہے۔ سراوان اور جھالاوان یعنی جن کے
معنی ہیں بالائی علاقہ اور زیرین علاقہ۔ رئیسانی، شہوانی
محمد شہی۔ بنگل زی۔ کرد۔ لہڑی۔ بریرہ۔ لانگو۔ سراوان کے
اہم قبائل ہیں۔ میروانی۔ کمبرانی۔ کلندرانی۔ گرگناڑی۔ مینگل
بیزنجو۔ محمد حسنی۔ زہری۔ سمالانی۔ رودینی۔ ساسولی۔ جھالاوان
کے نامور قبائل ہیں۔ براہوئی قبائل میں بڑے علماء و فضلا
ہو گزرے ہیں۔ خواجہ عبداللہ طاقیؒ۔ شمس الدین نیمروزی
نصیرالدین عزنی۔ قاضی احمد لاغر سیستانی۔ شیخ احمد نوقانی۔ میر
جان محمد کرد جو براستہ سیوی و ٹھٹھہ۔ حرمین شریفین کی
زیارت کو گیا۔ میر جمال جلال خان جن کا تخلص جمالی تھا۔ مولانا
جامی اور ملا جلال کا ہم نشین تھا۔ بابر ہمایوں کے ساتھ خراسان

ں رہا۔ پھر دہلی گیا۔ وہاں فوت ہوا۔ قنبری بالکل اُمّی تھا۔
خراسان کے شعراء کے مقابلے میں اس کا کلام بہت
تھا۔ میر صفی کرمانی نے بھی شعر و سخن میں شہرت پائی
تھے براہوئی علماء فضلاء۔

قنبرانی ، احمدزئی ، قلندرانی ، سمالانی ، گرگناڑی ، مینگل
ں سب میروانی قبیلے سے نکلے ہیں ۔ اور اسی کی شاخیں
۔ سرپرہ قبیلہ کے متعلق پلینی کا بیان ہے کہ اصل لفظ
SARAPARE) ہے۔ جس کے معنی ہیں "سر کاٹنے والا" یہ دریائے آمو کے باشندے
۔ جو جنوب کی طرف نقل مکانی کر کے بلوچستان میں آباد ہوئے۔ بعض محققین
رائے ہے کہ یہ سیتھیں قوم سے ہیں ۔کرد۔ کردستان سے آئے
ں۔ ابن حوقل کہتا ہے کہ یہ ہندو عورتوں سے شادیاں کرتے
۔ زمانہ قدیم میں ان کے علاقے کو کردان کہتے تھے۔ اور
ندھ ہندو راجاؤں کو یہ قبیلہ خراج دیتا تھا۔ ان کا سالانہ خراج
ب لاکھ درہم اور ایک سو گھوڑے تھا۔[1]

مینگل قبیلہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یہ قبیلہ کمبرانی
ے نکلا ہے۔ قبیلہ ساجدی بھی ایک قدیم قبیلہ ہے جس کو
انی مورخین نے سجیتائی (SAGITTAE) لکھا ہے۔ اور بیان کیا ہے
۔ یہ قبیلہ بھی پارکیونائی کے علاقے میں ہنگول ندی کے قریب
رہائش رکھتا تھا۔ یہ مصری ۔ بابلی اور اسکندر مقدونی کے حملوں
کے دوران ان کی افواج کے ساتھ لڑتے رہے ہیں۔ ناروئی

[1] KALTCHBEG EUREDUNBEG MIRZA CHACHNAMAH. P.

قبیلہ براہوئی قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ جو سیستان سے لے کر
ہلمند تک پھیلا ہوا ہے۔ علاقہ زہری کے قدیم باشندوں
بارے میں روایت ہے کہ یہ لوگ زہری قبیلہ کے آنے
بیشتر یہاں قابض تھے۔ سہراس (SEHRAIS) ان
کا آخری بادشاہ تھا۔ اس کے بیٹے کا نام سنگین (ANGIN
تھا جو راجا کی طرف سے جھالاوان کا حاکم تھا۔ جس کا صدر مقام
زہری تھا۔

لفظ بلوچ کی وجہ تسمیہ

جیسے براہوئی قبائل کے متعلق مورخین کی جدا جدا آراء
اسی طرح بلوچ قبائل کے متعلق بھی مورخین کی جدا جدا آراء
جیسا کہ براہوئی لفظ یونانی زبان کی یا ریکونائی لفظ کی بگڑی
صورت ہے۔ اسی طرح بلوچ لفظ ترکی زبان کا لفظ ہے۔
معنی ہیں۔ جرار قبیلہ۔ ؎۱

علامہ سیوطی کتاب مراصد الاطلاع۔ علی اسماء الامکنہ
میں بلوچ قبیلہ کو ایک صحرائی قبیلہ بیان کرتا ہے۔ ہندو محقق
کی رائے ہے۔ کہ لفظ بلوچ سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔ جو دو لفظوں
اور اوچ کا مرکب ہے۔ جسکی معنی ہیں۔ بلوان طاقتور ؎۲

؎۱۔ لغات فیروزی۔ مولوی محمد فیروزالدین۔ ص (۹)۔ لاہور ۱۹۱۲
؎۲۔ روزنامہ مورخہ ۷ اپریل ۱۹۶۲۔ ص ۲۔ کراچی مضمون سندھ کا
از پروفیسر جیٹھامل پرسرام

ابن حوقل بغدادی بلوچ کو بلوچ لکھا ہے۔ آر ہیوز۔ بلر امپیریل گزیٹیر جلد بلوچستان میں لکھتا ہے۔ لفظ بلوچ دراصل یونانی لفظ گدروس کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ یونانیوں نے بلوچستان کو گدرو سیا کے نام سے موسوم کر کے ذکر کیا ہے۔ گدروس لفظ لہجے کی تبدیلی کی وجہ سے (بدروش) ہوا۔ بدروش سے بدل کر بلوچ بن گیا۔ مسٹر اے ڈبلیو ہیوز اپنی تاریخ بلوچستان میں پروفیسر راولنسن کا حوالہ دیتا ہے۔ کہ بلوچ اصل میں لفظ بلوص کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ جو بابل کے ایک قدیم بادشاہ کا نام تھا۔ جس طرح براہوئی شام ایشیائے کوچک اور کردستان سے فارس کے راستے بلوچستان میں وارد ہوئے اسی طرح بلوچ بھی شام سے براستہ ایران بلوچستان میں داخل ہوئے۔ اور براہیوں کی طرح سیامیتی ہیں۔

مکران کے قبائل

مکران میں رہنے والے بلوچ قبائل یہ ہیں ۔۱۔ گچکی۔ ۲۔ نوشیروانی ۳۔ میروانی ۴۔ بیزنجو ۵۔ رند ۶ ہوت ۷۔ کلمتی ۸۔ کوڈر ۹۔ کہدائی ۱۰۔ رئیس ۱۱۔ سنگر ۱۲۔ شہزادہ ۱۳۔ بجر ۱۴۔ کشانی ۱۵۔ ملازئی ۱۶۔ کینگ زئی ۱۷ بلیدی ۱۸۔ میڈ۔ ۱۹۔ جدگال ۲۰۔ نقیب ۲۱۔ درزادہ

گچکی = مملکت قلات میں بعض ایسے قبائل ہیں جو اپنے علاقائی ناموں سے موسوم ہوتے ہیں۔ جیسے گچکی قبیلہ۔ وادی گچک

میں بودوباش رکھنے کی وجہ سے گچکی موسوم ہوا اس قبیلہ کے دو طائفے ہیں۔ ۱۔ دینار زئی ۲۔ عیلی زئی، دنیا زئی گچکی کا مسکن وادی پنجگور ہے۔ اور عیلی زئی، گچکی وادی پنجگور میں بودوباش رکھتے ہیں۔ پنجگور کے گچکی بلیدی بلوچوں سے خون کا رشتہ رکھتے ہیں۔

نوشیروانی :۔ کہتے ہیں۔ کہ نوشیروانی کیانی کردوں کی نسل سے ہیں۔ دور بنی امیہ میں مسلمان ہوئے۔ مامون کا سپہ سالار طاہر کیانی نسل سے تھا۔ جس نے خراسان میں اپنی خود مختار حکومت کی بنیاد ڈالی۔ سیستان اور خاران بھی اُس کی عملداری میں شامل تھے۔ طاہریہ خاندان کی حکومت کا خاتمہ ۲۵۹ھ میں ہوا۔ ان کی جگہ صفاری خاندان نے لی۔ ان کی حکومت کا خاتمہ ۲۹۰ھ میں ہوا۔ مکران میں بلیدی بلوچوں نے صفاری دور میں اپنی حکومت قائم کی امیر نقودر خارانی امیر نے امیر تیمور کا جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مولانا ولی مرحوم سیستانی جو نوشیروانی قبیلہ سے تھا۔ بہت بڑا ولی گزرا ہے۔

میروانی :۔ میروانی قبیلہ بلوچوں کا وہ ممتاز قبیلہ ہے۔ جس نے پہلی بار بلوچستان میں بلوچوں کی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس قبیلہ کے افراد جھالاوان میں سکونت پذیر ہیں۔ تحصیل خضدار میں منگول اور تونڈ ڑو کے مقامات پر بودوباش

رکھتے ہیں۔ وادی کولواہ میں بھی ان کی کافی آبادی ہے۔ میروانیوں کے سردار اعلیٰ امیر میرو نے جھالاوان اور لس بیلہ کے جدا گانوں کو شکست فاش دے کر۔ بلوچوں کی حکومت قائم کی۔ میروانی قبیلہ کے دو طائفے جہاندار زئی اور خالدی۔ کولواہ پیراندر میں سکنی ہیں۔ خوانین قلات میروانی قبیلہ کی شاخ کمبرانی طائفہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

بیزنجو :۔ بیزنجو قبیلہ جھالاوان میں سکونت رکھتا ہے اس قبیلہ کا صدر مقام نال ہے۔ اس قبیلہ کے تین طائفے بہادر زئی شاہل زئی سیاہ پاد۔ مکران کے علاقہ کلانچ آواران میں رہتے ہیں۔ خوانین قلات کی حکمرانی کے دور میں اس قبیلہ کے شرفا ہمیشہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔

رند :۔ رند۔ اعلشمس رومی کی اولاد ہیں۔ امیر جلال خان کے بعد افزائش نسل کی وجہ سے اس کی اولاد نے کئی قبیلوں کی صورت اختیار کی۔ بلوچی اشعار کے دفتر میں اُس کے پانچ بیٹوں کا تذکرہ ایسے ہوا ہے ۱۔ رند ۲۔ لاشار ۳۔ ہوت ۴۔ جتو ۔ ۵ ۔ کورا۔

بلوچی شعر

بیا اے سخن گوئے صادق سخن

بہ من گو احوال نود کہن

خبر دے کہ اصل بلوچ از کجاست
حسب و نسب شان تو بگو راست
کہ این فرقہ نامے از چہ سبب
عزیز است اندر جہان در نسب
چہ طور است کاین جمع در مرد مان
شدہ در سخا مشتہر در جہان
بگفتا بگویم بہ تو اے رفیق
ز اولاد حمزہ بود این فریق
شنیدم من از راویان این خبر
کہ بودہ پسر پنج از یک پدر
بنام آن یکے رند و دیگر لاشارت
سیوم ہوت و چہارم جتو شمار
کورا تو پنجم برادر بدان
بہ پنج بد پنج ایل بے جوان
پس از مدتی این گروہے بلوچ
بکرمان از حلب کردہ بیت بلوچ[1]

رند سیستان سے مکران پہنچے۔ مکران سے مشرق کی طرف

---

[1] شعر فارسی میں ہے۔ جدِ امجد کا نام حمزہ بیان کیا گیا ہے۔ بعض مورخین نے اسے حضرت حمزہ آنحضرت صلعم کے چچا کی اولاد سمجھا ہے۔ جو غلط ہے کیونکہ حضرت حمزہ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ یہ حمزہ کوئی اور عرب امیر ہوگا۔

نقل مکانی کر کے پنجاب۔ سندھ۔ گجرات میں امارتیں قائم کیں۔ مکران میں کیاب۔ اسپی کہن۔ وکائی۔ دشتک۔ تمپ اور دشت میں اس وقت رند قبیلہ کے کافی لوگ آباد ہیں رند قبیلہ کے اُنیس طائفے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ گزا کُنڈی ۲۔ فیروزئی ۳۔ کھیازئی ۴۔ ملا زئی
۵۔ لکائی ۶۔ بنگرزئی ۷۔ میران زئی ۸۔ طاہر زئی
۹۔ شیھومیر ۱۰۔ شاہل زئی ۱۱۔ عمرزئی ۱۲۔ کولا ئی
۱۳۔ کھمکی ۱۴۔ گہرام زئی ۱۵۔ میروزئی ۱۶۔ شاہوزئی
۱۷۔ عشقانی ۱۸۔ اکرانی ۱۹۔ نوحانی

ہوت:۔ بلوچستان قدیم میں تین ریاستیں قائم تھیں ۱۔ پارکیونائے ۲۔ اوریتی ۳۔ آربی۔ اسی طرح افغانستان قدیم میں یہ ریاستیں وجود رکھتی تھیں۔ سکارتائی۔ زرنگی۔ نہاناشے اوریتی کے باشندے بہت جنگجو تھے۔ جو اُوزوئی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ رندوں سے رشتہ ناطہ کرنے کی وجہ سے رند کہلاتے لگے۔ مکران پر ہوت قبیلہ نے رندوں کے زوال کے بعد حکمرانی کی۔ میر عمر خان نوحانی جو لاشار قبیلہ کا ہمنوا تھا۔ ہوت قبیلہ سے تھا۔ اس وقت ہوت قبیلہ مکران کے علاقہ تمپ۔ کلاتک۔ گشتانک میں سکونت پذیر ہے۔

کلمتی:۔ کلمت بلوچی زبان کا لفظ ہے۔ جو عربی زبان کے

لفظ قرامط کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ قرامطیوں نے بحرین سے بھاگ کر مکران کے ساحل پر ایک چھوٹی سی بندرگاہ میں سکونت اختیار کی۔ جس کی وجہ سے آج تک وہ جگہ قرامطی کے نام سے مشہور ہے۔ جو بعد میں حروفی تغیر کی وجہ سے کلمتی ہوا۔ دسویں صدی عیسوی میں قرامطی عربستان سے بھاگ کر مکران، سندھ، ملتان میں آکر آباد ہوئے اور اپنی طاقتور ریاستیں قائم کیں۔ اس وقت کلمتی قبیلہ مکران کے ساحلی علاقوں میں آباد ہے۔ یہ اپنے آپ کو رند قبیلہ کی ایک شاخ تصور کرتا ہے۔ انہوں نے یہ علاقہ میدماہی گیروں سے چھین کر خود قابض ہو گئے۔ نوتمان کلمتی ایک مشہور شاعر گزرا ہے۔ جس نے اپنے اشعار میں ناخدا سہایل اور حمل جیئند کلمتی امیرالبحر کے پرتگیزوں کے ساتھ جنگی کارناموں کا بیان کیا ہے۔ ان کے جنگی کارناموں کا ذکر "PORTUGESE ASIA" میں تفصیل سے ہوا ہے۔

کٹور:- یہ قبیلہ اپنے کو رند کی ایک شاخ کہتا ہے، تربت کی وادی میں سکنی ہے۔

رئیس- قبیلہ رئیس تیتح۔ بجگور۔ باہو۔ ایرانی مکران میں آباد ہے۔ اس قبیلہ کی رشتہ داری۔ کلمتی۔ کہدائی ہوت بلوچوں سے ہے۔ تواریخ کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس

قبیلہ کی بستیاں عراق تک پھیلی ہوئی تھیں۔ عباسی خلفا امین اور مامون کے زمانہ میں یہ قبیلہ بہت طاقتور تھا۔ اکثر قافلوں کو لوٹتا تھا۔

سنگر :- مکران میں اس قبیلہ کی تعداد دوسرے قبائل سے بہت زیادہ ہے۔ یہ قبیلہ مکران کے علاوہ لسبیلہ اور ایرانی مکران میں بھی کافی تعداد میں آباد ہے کہتے ہیں یہ سندھی قبیلہ جوکھیو کی ایک شاخ ہے۔ پندرھویں صدی عیسوی میں براہوئی جدگال لڑائی میں جدگالوں کا ساتھ دیا۔ سراوان میں آباد ہوئے۔ جب میروانی قبیلہ نے سطح مرتفع قلات جدگالوں سے دوبارہ فتح کیا۔ تو سنگر مکران کی طرف نقل مکانی کر گئے۔ یہ اکثر گلہ بانی کرتے ہیں۔

بزی :- روایت ہے۔ کہ بزی قبیلہ عرب نسل سے ہے۔ عمان سے ہوتے ہوئے خلیج فارس سے گزر کر مکران میں داخل ہوا وادی مند میں بہ مقام پشین آباد ہوا۔ ہینری پوٹنجر انگریز سیاح کہتا ہے کہ اس قبیلے کے لوگ خاران میں بھی آباد ہیں۔ اس قبیلہ کے کچھ طائفے پنجگور کے علاقہ وادی کوہ بُن میں بھی آباد ہیں۔ قبیلہ بلیدی سے رشتہ کی وجہ سے بعد میں بزو بلیدی کے نام سے مشہور رہو ئے۔ پھر پنجگور کے قصبہ بونستان کے بلوچ قبائل سے رشتہ داری کی۔ جس کی وجہ سے دربار قلات

میں ان کو رسائی حاصل ہوئی - اور ریاست عالیہ قلات کی حکومت میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے -

کشانی :- قبیلہ کشانی پنجگور کی وادی دشت شہباز میں سکونت رکھتا ہے - یہ قبیلہ نوشیروانی کی رمضان زئی طائفہ کی شاخ ہے - ساراوان سے آکر پنجگور میں آباد ہوا - اس کے دو طائفے ہیں - مست کشانی - ہورت کشانی کہتے ہیں - کہ اس طائفہ کے جد امجد نے اسکلکو سے نقل مکانی کر کے پنجگور میں بود وباش اختیار کی -

ملازئی :- اس قبیلہ کا اصل وطن شیراز ہے - بہ سلسلہ روزگار ترک اور پنجگور میں آکر آباد ہوا - چونکہ اس قبیلہ میں علمی فضیلت رکھنے والے بہت سے افراد موجود تھے - اسی وجہ سے ان کو ریاست عالیہ قلات کے حکمران خاندان نے اعلیٰ رتبے عطا کئے - ان کا صدر مقام پنجگور میں قصبہ تسپ ہے علمی فضیلت کی وجہ سے (ملا) کے لقب سے ملقب ہوئے .

کیبنکی زئی :- یہ قبیلہ وادی پنجگور کے شہر عیسیٰ میں سکونت رکھتا ہے - جب قبیلہ گچکی کے سردار مکران میں برسرِ اقتدار آئے تو کینگی زئی قبیلہ مع اپنے سردار لس بیلہ سے نقل مکانی کر کے پنجگور آباد ہوا - کچھ اراضیات قیمتاً خرید لیں اور کچھ

انہیں تھکیوں سے رشتہ داری کی وجہ سے ورثہ میں ملیں۔ بعد میں انہوں نے پیچ کے رئیس قبیلہ سے بھی رشتہ داریاں کیں۔ انہوں نے قبائلی حیثیت سے اس قدر استقامت حاصل کی۔ کر پنجگور کے گچکی سردار نے عیسیٰ کے قلعہ کی حفاظت کی ذمہ داری ان کو سونپ دی۔ ان کے زعما (کہدا) کے لقب سے ملقب ہوئے۔

مید :۔ مید قبیلہ ریاست عالیہ قلات کے ساحلی علاقے میں آباد ہے۔ مغربی محققین انہیں انڈویورپین نسل کی ایک شاخ شمار کرتے ہیں۔ بعض محققین کی رائے ہے۔ کہ جب ایران میں ماد کردوں نے سلطنت مادستان قائم کی مکران پر اُن قبضہ ہو گیا۔ تو ماد قبیلہ کے لوگ ان ساحلی علاقوں میں پھیل گئے۔ ان کا مشہور بزرگ سخی تنگوؑ کے نام سے مشہور ہے۔[۱] جس کا مزار علاقہ کچھی میں بہ مقام ڈھاڈر واقع ہے۔ مورخ ڈی گو یجے (DEGOEJE) ان کو ایشیا کا بہترین ملاح قرار دیتا ہے۔ ان کا پیشہ ماہی گیری ہے۔ ان کے دو طائفے ہیں ۱۔ مید ۲۔ کورا۔ ٹولی۔ ایرین اور چینی سیاح ہیون سانگ کا بیان ہے کہ اہل فنیقیا کی طرح یہ ایشیا میں بحری قزاق تھے۔ مید قبیلہ کے چار بڑے

لہ H. ELLIOT. HISTORY OF INDIA, VOL. I MEDS

L

طائفے ہیں۔

۱۔ جالارزئی ۲۔ گزبر ۳۔ چلمبرزئی ۴۔ اُمرماڑی بزنجو کے سردار کو رئیس کہتے ہیں۔ قبائلی فیصلے رئیس ہی کرتا ہے قدیم زمانہ میں مصری، یونانی، بابلی، اور فونیشی اقوام کے سمندری مہم جو حکمرانوں سے متواتر نبرد آزما رہے ہیں

درزادہ : زمانہ قدیم میں بردہ فروشی کا عام رواج تھا۔ جب غلاموں کو آزاد کیا جاتا تھا تو ان کے جو بچے پیدا ہوتے تھے تو وہ درزادہ کہلاتے تھے۔ اسی طرح درزادوں کی افزائش نسل کی وجہ سے مکران میں درزادہ کا قبیلہ وجود میں آیا۔ ان کا پیشہ کاشت کاری ہے۔ انہی درزادوں کو بجگور میں نقیب کہتے ہیں۔ ان کی کافی تعداد خاران میں بھی آباد ہے۔ یہ محنتی کاشت کار ہیں۔ کاشتکاری کے علاوہ کپڑا بننے کا کام بھی کرتے ہیں۔ بدنی ساخت کے لحاظ سے بہت تومند ہیں۔ اس لئے مغربی محققین ان کو افریقائی نسل قرار دیتے ہیں۔

لوڑی : یہ ایک خانہ بدوش قبیلہ ہے۔ اس کا پیشہ صنعت کاری ہے۔ شاہ جو رسالو کا منصف ڈاکٹر گربخشانی کا بیان ہے۔ کہ لوڑیوں کا کام بلوچوں کو خوش رکھنا ہے۔ بلوچستان میں رہنے والے لوڑی۔ تین طائفوں میں منقسم ہیں۔

۱۔ سرمستانی ۲۔ زنگی شاہی ۳۔ پہلوان زئی۔
۱۔ سرمستانی طائفہ لوہاری کا کام کرتا ہے
۲۔ زنگی شاہی کا پیشہ ترکانی ہے۔
۳۔ پہلوان زئی لوڑیوں کا پیشہ گانا بجانا ہے۔ ان میں نامور موسیقار گزرے ہیں۔ لوڑی قبیلہ تمام بلوچ قبائل میں بٹا ہوا ہے۔ ہر بلوچ قبیلہ کے ساتھ ان تینوں طائفوں کی ذیلی شاخیں منسلک ہیں۔ خاص کر پہلوان زئی طائفہ کے افراد کو تمام بلوچ قبائل کی تواریخی داستانیں اشعار میں زبانی یاد ہیں۔ جو خوشی کے موقع پر گا کر سناتے ہیں۔ یہ جنگوں میں رزمیہ اشعار پڑھ کر قبائل کو جوش دلاتے ہیں۔

گیدرو:۔ گیدرو قبیلہ۔ لس بیلہ میں سکونت پذیر ہے۔ یونانی دور میں یہ قبیلہ مکران کے ساحلی علاقوں میں آباد تھا چونکہ یونانی مکران کو گدروشیا کہا ہے۔ اسی نسبت سے یہ قبیلہ گیدروشی اور بعد میں گیدرو کے نام سے موسوم ہوا۔ آر۔ ہیوز۔ بلر محقق نے اسے خدمت گار قبیلہ بیان کیا ہے۔ یہ جبشی النسل ہیں۔ جن کے اجداد کو زمانہ قدیم میں فینقی اور یمنی تاجر جو غلاموں کا بیوپار کرتے تھے۔ ایشیا کے ساحلی علاقوں میں لاکر فروخت کیا کرتے تھے۔ مکران میں بھی انہی تاجروں نے غلام لاکر بیچے۔ جن کی وجہ سے ان غلاموں کی اولاد یہاں اب تک موجود ہے۔ گو کہ اس وقت

وہ غلام نہیں رہے۔ اور ایک علیٰحدہ قبیلہ کی صورت اخ
کر لی ہے۔

بلیدی :- بلیدی قبیلہ ایک بہت قدیم قبیلہ ہے
لفظ بلیدی عربی لفظ (بلد) بگڑی ہوئی شکل ہے جس
معنی ہیں۔ شہر تمام عرب مورخین عرب قبائل کو دو طبقو
میں تقسیم کرتے ہیں۔
۱- اہل بر یعنی صحرائی ۲- اہلِ بلد یعنی شہری
اہل (بلد) ہیں۔ بنو سام اقوام کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم
علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح بلیدی حضرت ابراہیم کی او
بنو قحطانی کی نسل سے ہیں۔ جس طرح براہوئی۔ شام
کوچک، کردستان۔ کلدہ سے نکل کر بلوچستان میں آباد
اپنی حکمرانی قائم کی۔ اسی طرح قحطانیوں نے یمن
نقل مکانی کرکے۔ حجاز۔ شام۔ عراق۔ عمان، مکران
پھیل کر اپنی حکومتیں قائم کیں۔ چنانچہ یہی قحطانی۔ شا
بنو غسان۔ عراق میں بنو کلب، حجاز میں اوج و
اسپین میں المراطبیح مکران میں بلدائی کے ناموں سے
ہوئے۔ بلیدیوں کا وطن مکران میں وادی (بلیدا)
جو سلسلہ کوہ زامران اور پرکیج بند کے درمیان واقع ہے۔ انہی بلیدیوں سے
بوسعید نے مکران میں بلیدیوں کی حکومت کی بنیاد ڈالی

کران میں مہدوی فرقہ کو رواج دے کر اس کا پرچار
۔ بلیدیوں کے کچھ طائفے مکران سے ہجرت کر کے کچھی میں آباد
ہوئے ۔ یہاں اپنی حکومت قائم کی ۔ بعد میں بلوچ قبیلہ گورگیج
سے ان کی عداوت ہوئی ۔ چنانچہ وہ بلوچستان سے نکل کر سندھ
میں آباد ہوئے ۔ انہوں یہاں اپنی ریاست قائم کی ۔ جسے
ہندوستان کے مغل حکمرانوں نے تسلیم کیا ۔ جو بردیکا رکے نام
سے مشہور ہوا ۔ اس کا صدر مقام جھل تھا ۔ اس وقت سندھ
میں بلیدی قبیلہ کے دو اہم طائفے ۔ سندرانی ۔ اور حاجی زئی
بہت نامور ہیں کہتے ہیں ۔ مسقط کے حکمرانوں سے ان
کی رشتہ داری تھی ۔

کف :۔ یہ قبیلہ زمانہ قدیم میں ایرانی بلوچستان کے
شہر جیرفت میں سکونت پذیر تھا ۔ پھر سیستان اور
خاران تک پھیل گیا مورخ ابن حوقل اور ادریسی
ان کو کردوں کا ایک طائفہ قرار دیتے ہیں ۔ بوقت
موجودہ یہ براہیوں میں مدغم ہو گئے ہیں ۔

کھوسہ :۔ کھوسہ بلوچوں کا ایک بڑا قبیلہ ہے ۔ کرنل جیمس
ٹاڈ ۔ تاریخ راجستھان میں کھوسگ کا وطن کا سارلیگا
(CASAREGA) یعنی کاشغر بیان کرتا ہے اہل جہاں سے
وہ جنوب کی طرف پنجاب ، سندھ ، راجپوتانہ ۔ گجرات

کچھی، مکران تک پھیل گیا۔ مگر آر۔ ہیوز۔ بلر۔ کھوسہ کو رند
کے طائفہ نوحانی کی شاخ قرار دیتا ہے۔ ہمایوں بادشاہ
ان کی خدمات کو مدِنظر رکھ کر انہیں سندھ میں جاگیریں
کیں۔ ہمایوں کے بعد میاں الیاس کلہوڑہ نے کھوسوں کے
سردار میر روہیل خان کو دریائے سندھ کے شمال مغر
کنارے پر جاگیر عطا کی۔ میاں کے بعد اس کے فرزند
نصیر محمد کلہوڑہ نے اس کی جاگیر کو بحال رکھا۔ بعد
ٹالپروں نے بھی سردار کھوسہ کی جاگیر کو بحال رکھا۔
سے ڈیرہ جات تک کھوسوں نے اپنی بستیاں قائم کیں۔
میں کھوسہ قبیلہ کے چار طائفے ہیں۔

۱۔ بلیلانی ۲۔ عیسانی ۳۔ مروانی ۴۔ جروار۔ قبیلہ کی
سرداری، بلیلانی طائفے میں ہے۔ کلہوڑہ اور ٹالپروں کی
ہالانی کی جنگ میں کھوسوں کے سردار۔ میر برخوردار خان نے
میاں عبدالنبی کلہوڑہ کی طرفداری میں ٹالپروں سے لڑائی کی
مگر شکست کھائی۔ سندھ کے سموں نے کھوسوں کو تھرپارکر
میں بسایا۔ کیونکہ گجرات کے سلاطین سے ان کا مقابلہ رہتا
تھا۔ اور کھوسہ ایک جری اور جنگجو قبیلہ تھا۔ گجرات کی افواج
کا بہادری سے مقابلہ کرتا تھا۔ بعد میں کھوسہ قبیلہ نے اراولی
جانسی۔ حصار۔ بھٹ نیر۔ میں بستیاں قائم کیں۔ مرہٹوں
اور پنڈاریوں کی فوجوں میں بھرتی ہوئے تھرپارکر کے
کھوسوں نے انگریزی دور میں انگریز کے مفتوحہ علاقوں پر

یلغار شروع کی۔ جس کی وجہ سے سندھ کے ٹالپر میروں اور انگریزوں کے تعلقات خراب ہوئے۔ اُس کے بعد ۱۸۴۳ میں انگریزوں نے سندھ پر حملہ کرکے۔ علاقہ کو فتح کیا۔ اور ٹالپروں کی حکومت سندھ میں ختم ہو گئی۔

خوجے :۔ ریاست عالیہ قلات کی تجارت۔ ہندؤں۔ افغانوں اور خوجوں کے ہاتھ میں ہے۔ خوجے اکثر ساحلی علاقوں میں کاروبار کرتے ہیں۔ اُن کا صدر مقام گوادر کی بندرگاہ ہے۔ ویسے اور ماڑہ، پسنی، سون میانی جیونی بنادر میں بھی ان کی دوکانیں ہیں۔ جہاں وہ ساحلی باشندوں سے مچھلیاں۔ نمک۔ روئی۔ اون چٹائیاں خریدتے ہیں۔ اور دساور کو بھیجتے ہیں۔ انگریزوں کی آمد سے پہلے اُن کے پاس ہر مُلک کا سکہ ہوتا تھا۔ ان خوجوں کی تجارت کا سلسلہ زمانہ قدیم سے جاری ہے۔ بلوچی اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ میر چاکر رند کے دور سے یہ ساحلی علاقوں میں تجارت کرتے تھے۔ ہندؤں کی طرح اُن کی پنچایتیں ہیں۔ اور ہر پنچایت کا ایک مکھی ہوتا ہے۔

ہندو :۔ زمانہ قدیم سے ہندو بلوچستان میں آباد تھے اور قبل از اسلام یہاں کے باشندوں کے دو مذہب تھے۔ آتش پرست و بت پرست۔ یہاں بُت خانے اور آتش کدے موجود

تھے۔ اہم بُت خانے مستونگ ، قلات ، سیوی اور ہنگلاج
تھے۔ اسلامی دور کے عرب مورخین اور سیاحوں نے بھی
کی ہے۔ کہ یہاں کے لوگ بُت پرست تھے۔ ریاست
قلات کے ہندوؤں کے پانچ فرقے ہیں۔

۱۔ بھاٹیہ ۲۔ لوطمنی ۳۔ ملتانی ۴۔ ڈیرہ والی
چھابڑ۔ رند ولاشار کی جنگ میں بھاٹیوں نے لاشاریوں کی
طرفداری کی تھی۔ راجپوتانہ کے جیسلمیر کے بھاٹی تجارتی کاروبار
کے سلسلے میں بلوچستان میں آکر۔ سکونت پذیر ہوئے۔ وہ
افغانستان کے علاقہ دامان کے باشندے ہیں۔ تزک بابری
لکھا ہے کہ لوہانی بہت مالدار تھے۔ ملتانی ہندو ملتان سے
ہیں ، ڈیرہ والی اور چھابڑ ڈیرہ غازی خان سے بلوچستان
آئے ہیں۔ موجودہ وقت تجارتی کاروبار اکثر ہندوؤں کے
میں ہے۔

سید :- بلوچستان کے طول و عرض میں سید آباد ہیں۔ ان
اہل رسول ہونے کی وجہ سے عزت و تکریم کی وجہ سے
جاتا ہے۔ سید چار طائفوں میں منقسم ہیں۔

۱۔ بخاری ۲۔ حسینی ۳ چشتی ۴۔ جیلانی
کوئٹہ پشین میں سیدوں کی آبادی دوسرے علاقوں کی
بہت زیادہ ہے۔

لس بیلہ کے قبائل

ریاست لس بیلہ میں بلوچوں کے علاوہ جدگال قبائل بھی بودوباش رکھتے ہیں۔ بلوچ اور جدگال قبائل کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ سینان ۲۔ شاہوک ۳۔ سور ۴۔ مسور۔ ۵۔ برا ۶۔ مانڈڑا ۷۔ گنگا ۸۔ ویرا ۹۔ جت ۱۰۔ گدڑا ۱۱۔ موندرا ۱۲۔ موٹک ۱۳۔ گوندر۔ ۱۴۔ مانگیا ۱۵۔ مسن ۱۶۔ جہانے ۱۷۔ ببر ۱۸۔ وجانی ۱۹۔ آچرا ۲۰۔ صابرا ۲۱۔ برادیا ۲۲۔ باکھڑا ۲۳۔ زور ۲۴۔ لنگاہ ۲۵۔ چھٹا ۲۶۔ بندیجا ۲۷۔ جوکھیا ۲۸۔ نومڑی ۲۹۔ جام۔ اوپر کے بیان کردہ سب جدگال نسل میں شمار ہوتے ہیں۔ بلوچ قبائل یہ ہیں۔

۱۔ گورگیج ۲۔ دودا ۳۔ سیاہ پاد ۴۔ بلیدی ۵۔ مید ۶۔ سنگر ۷۔ پادی ۸۔ کلمتی ۹۔ بلفت ۱۰۔ بیزنجو ۱۱۔ مینگل ۱۲۔ میروانی ۱۳۔ ہوت۔ بلوچ اور جدگال قبائل کے علاوہ ہندو بھی کافی تعداد میں لس بیلہ میں آباد ہیں

جام:۔ تاریخ فرشتہ۔ جام سلاطین سندھ کو سمگان لکھتا ہے۔ انہوں نے تین سو برس تک سندھ پر حکمرانی کی اور مسلسل سلاطین دہلی سے برسرپیکار رہے کبھی ماتحت کبھی

خود مختار تاریخ معصومی اُن کو عکرمہ بن عصام بن ابی جہل کی نسل کہتا ہے۔ تاریخ تحفتہ الکرام سمہ کو سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد شمار کرتا ہے۔ انگریز محقق کرنل جیمز ٹاڈ۔ جامان کو راجا دوار کا سری کرشن کی ساتویں بیوی جامبوتی کا فرزند ساما کی اولاد شمار کرتا ہے۔ جو کسی حد تک قابل یقین معلوم ہوتا ہے۔ اسی راجا نے سندھ میں سمہ حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جس کی مغربی حدود زابلستان سے ملتی تھیں۔ اسی سلطنت کا دارالخلافہ (منگارا) (MAN GARA) تھا۔ جسے پربیلوس اور اصطخری نے (مینا گر) اور (مناتبارا) بیان کیا ہے۔ آثار قدیمہ کا ماہر (BELISS) لکھتا ہے۔ کہ عربوں نے بعد میں اسی منگارا کے کھنڈرات پر منصورہ کا شہر آباد کیا۔ برہمن۔ راجاؤں کے دور میں ہمیشہ قبیلہ کے سردار بڑے رئیس اور مندروں کے پروہت تھے۔ انہی لوگوں نے حجاج بن یوسف کو سندھ پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ جام (اُناڑ) جس نے سندھ میں سمہ خاندان کی بنیاد رکھی۔ سندھ کے باشندوں کی دعوت پر لس بیلہ سے سندھ گیا۔

چونکہ رانی جامبوتی کے بطن سے (ساما) پیدا ہوا۔ اور اُس کی اولاد سمہ کہلانے لگی۔ اسی طرح جامبوتی کی وجہ سے انہوں نے جام کا لقب اختیار کیا۔ لس بیلہ کے جاموں کی نواب خاران اور خوانین قلات سے رشتہ داری بھی ہے۔ جام عالی کھتوریہ اس خاندان کا پہلا جام ہے۔ جس نے لس بیلہ میں

اپنی ریاست قائم کی۔ جاڑیجا ان کی ایک شاخ ہے۔

نومری:- دراصل نومری نومسلم راجپوت ہیں۔ ابوالفضل کے بیان کے مطابق کچھی کے راستے یہ قبیلہ بلوچستان میں وارد ہوا۔ بعد میں بلوچ قبائل میں مدغم ہوکر بلوچ کہلانے لگا۔ سندھ کے مورخین کی رائے ہے۔ کہ اس قبیلہ کا مورث اعلیٰ الیسب تھا۔ جس کے آٹھ بیٹے تھے۔ وہ اپنے آٹھ بیٹوں سمیت راجپوتانہ سے نقل مکانی کرکے مکران میں آیا۔ حاکم کیچ مکران نے اُن کی خوب آؤ بھگت کی۔ اتفاق سے حاکم مکران نے اُس کے ایک بیٹے کی بے عزتی کی جس پر (الیسب) نے ناراض ہوکر حاکم کو قتل کر دیا۔ اور مکران سے فرار ہوکر دریائے سندھ کے جنوب مغربی ساحل پر سکونت اختیار کی۔١- جام عالی کھتویہ نے انہیں لس بیلہ سے ملک بدر کر دیا وہ سندھ کے نشیبی علاقوں میں آئے۔ ۱۶۷۰ء میں کھوسوں کو شکست دے کر حب ملیر کی اراضیات پر قبضہ کر لیا۔ عالمگیر کے زمانہ میں بلوچستان میں جب خوانین قلات مغلوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تو نومریوں نے خوانین قلات کا ساتھ دیا۔ گو کہ مغلوں کے ہاتھوں ان کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ کلہوڑہ دور حکومت سندھ میں

نومری کے معنی ہیں۔ نومرد۔ جو کہ آپس میں بھائی تھے۔ انہوں نے تبرکیوں سے دہشت داری کی۔ ان کی اولاد نومری کہلانے لگے۔

نومری سند یافتہ جاگیردار تھے۔ ٹالپر حکمراناں سندھ کے دورِ حکومت
میں کوٹڑی کی شراب، افیون۔ مچھلی کی آمدنی اُن کی جاگیر تھی
میں جب انگریزوں نے سندھ پر قبضہ کیا۔ تو نومریوں کا سردار
احمد خان تھا۔ انگریزوں نے بروئے سند۔ تھانہ بولا خان کی
کی جاگیر تسلیم کیا۔

جوکھیا:۔ جوکھیا بھی راجپوت نسل سے ہیں۔ ابتدا میں یہ لسبیلہ
کے شمال میں کنگارا کی پہاڑی سلسلہ میں آکر آباد ہوئے۔ پھر یہاں
سے حب اور ملیر کے درمیانی علاقہ میں کھوسوں اور کلمتیوں کی سرداری
تھی۔ کلمتی سردار۔ بجار خان اور بابر خان مشہور سردار تھے۔
میرپور ساکرہ ان کی جاگیر تھی۔ بڈسر سے لاہری بندر تک قافلوں
کی حفاظت ان کی ذمہ داری تھی۔ کلہوڑہ دربار سے ان کو
سالانہ نو ہزار چھ سو روپے اسی غرض کے لئے ملتے تھے۔ جوکھیوں
نے غلام شاہ کلہوڑہ کے دور میں اپنے سردار بجار خان کی سرکردگی
میں ساکرہ۔ دہاریجہ۔ سویری کے ہندو رانا جام راجن کو
قتل کرکے علاقہ پر قبضہ کیا۔ؔ دربار کلہوڑہ سے سرداری کی
سند حاصل کی۔ پھر کلمتی اور نومریوں کو حب و ملیر کے علاقہ
سے نکال باہر کیا۔ اور خود اراضیات پر قابض ہو گئے۔ کراچی
سے ٹھٹھہ تک قافلوں سے محصول وصول کرتے تھے۔ ۳۸

ؔ HISLORY OF ALIENATIONS IN THE PROVINCE OF SIND, VOL II THE JOKHIA P.2A

میں پہلی افغان جنگ میں جوکھیوں کے سردار جام مہر علی خان نے کراچی کے سیٹھ ناؤ مل کے ذریعے جنرل سر جان کین کو اونٹوں کی امداد دی۔

اس کے علاوہ کراچی سے حیدرآباد تک انگریزوں کی ڈاک کو پہنچانے کی ذمہ داری قبول کی۔ سابہ نانانی جوکھیوں کی جاماں لس بیلہ اور جملانی بلغتوں سے رشتہ داری بھی بھی تھی۔ جوکھیا سردار کا لقب (جام) ہے۔

خاران کے قبائل

خاران کے اہم قبائل یہ ہیں۔

۱۔ نوشیروانی ۲۔ رخشانی ۳۔ کوہی سیاہ پاد ۴۔ ریکی ۵۔ سُمبر ۶۔ پیرزئی ۷۔ مموجا ۸۔ کچائی سیاہ پاد ۹۔ اُمیرارٹی ۱۰۔ کبدانی ۱۱۔ بالازئی ۱۲۔ مستی خان زئی ۱۳۔ طوق ۱۴۔ واشکی ۱۵۔ عیسیٰ زئی۔ ۱۶۔ محمد حسنی ۱۷۔ قنبرانی

رخشانی ۱۔ نوشیروانی قبیلہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ رخشانی اپنے کو امیر رخشان کی اولاد تصور کرتے ہیں۔ وہ جن علاقوں میں رہتے ہیں۔ انہی علاقائی ناموں سے موسوم ہیں۔ جیسے

۱۔ توغاپ رخشانی ۲۔ واشکی رخشانی ۳۔ حارگی رخشانی

اس کے علاوہ کچھ ایسے طائفے ہیں۔ جو اپنے اجداد کے نام
سے مشہور ہیں۔ جیسے۔
۱۔ کبدانی ۲۔ میندازئی ۳۔ بلے تگین زئی ۴۔
امیراری۔ ایک روایت ہے۔ کہ میر جلال خان رند
جب اپنے چوالیس طائفوں کے ساتھ وارد مکران ہوا تو
ان طائفوں میں سے ایک طائفہ رخشانی کہلاتا تھا۔ جو کہ دریا
رخشان پر آباد ہوا۔ اسی جائے سکونت کی وجہ سے رخشانی
مشہور ہوا۔ پھر یہاں سے نقل مکانی کرکے نوشکی میں آباد
ہوا۔

کوہی سیاہ پاد :- سیاہ پاد کے معنی ہیں۔ کالے پاؤں والے
جب یہ خاران میں آباد ہوئے۔ تو یہ سیاہ چمڑے کے
جوتے پہنتے تھے۔ جس کی وجہ سے سیاہ پاد مشہور ہوئے
یہ اپنے کو جمال الدین رند کی اولاد تصور کرتے ہیں۔ ان
کی روایت ہے۔ کہ میر مندو رند کے تین بیٹے تھے۔
۱۔ ہوتی ۲۔ عارف ۳۔ اسماعیل۔ کیانی ملک جو سیستان
کے حکمران تھے۔ نے سیاہ پادوں کو شکست دی اور ہلمند
اور خاران تک پھیل گئے۔ میر عباس ثالث نوشیروانی کی
سرداری کے دوران یہ خاران میں آکر آباد ہوئے۔ پہاڑوں
میں چڑھنے کے ماہر ہیں۔ اور اچھے نوبچی ہیں۔ یہ رخشانیوں
کا ایک مقتدر طائفہ شمار ہوتا ہے۔ یہ ایران کے بادشاہ

نادرشاہ کے باڈی گارڈ میں بطور سپاہی ملازم رہے ہیں۔

ریکی :- ان کے پاس نادرشاہ کی ۱۷۴۰ء کی ایک سند بھی ہے۔ یہ خاران ہلمند۔ میرجاوا کے علاقوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ کسی زمانے میں وادی سلطان اور ناموں ماشکیل کے نمک کے کاروبار پر ان کی اجارہ داری تھی۔ ریکی قبیلہ کے بارہ طائفے ہیں۔

۱۔ نتوزئی ۲۔ براہیم زئی ۳۔ زانزئی زئی
۴۔ نبکرزئی ۵۔ نصروزئی ۶۔ نجاپی
۷۔ کلاغی ۸۔ مورپشتی ۹۔ بلان زئی
۱۰۔ گنگوزئی ۱۱۔ سراداتو ۱۲۔ ملازئی۔

سہر :- خاران کا سہر قبیلہ کولواہ کے قبیلہ سہر کا ایک طائفہ ہے۔ کولواہ سے نقل مکانی کرکے خاران میں دریا بڈو کی وادی میں آباد ہو گیا۔ اس کے چار طائفے ہیں
۱۔ خانازئی ۲۔ لشکرزئی ۳۔ توندائی ۴۔ خوشحال زئی

کیچائی سیاہ پاد :- کیچائی سیاہ پاد، سنگر قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ جو وادی کیچ کے کاہوری قلات سے نکل کر خاران میں سراپ ندی کے بالائی حصہ میں آباد ہوئے

اس قبیلہ کے چھ طائفے ہیں۔

۱۔ حسین زئی۔ ۲۔ داروزئی ۳۔ مزار زئی ۴۔ ...

۵۔ مسکان زئی۔ ۶۔ جلال زئی۔

کبدانی :۔ دراصل قبیلہ کبدانی۔ جھالاوان کے زہری قبیلہ کا ایک طائفہ ہے۔ اس کے مورث اعلیٰ کا نام ... تھا۔ اس لئے کبدانی کہلاتے ہیں۔ اس کے چھ طائفے ہیں۔

۱۔ سیاہی زئی ۲۔ ریکی زئی ۳۔ میندا زئی ۴۔ سایک زئی ۵۔ کساب زئی ۶۔ عیسیٰ زئی۔

ان کا پیشہ مویشی پالنا ہے۔ کچھ طائفے زراعت ... کرتے ہیں۔

حالازئی :۔ حالازئی، قبیلہ کلندرانی کا ایک طائفہ ہے۔ براہوئی جدگال محاربہ میں اس قبیلہ نے میروانی قبیلہ کی ایک شاخ ہونے کی حیثیت سے خاران کے بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ ایک عرصہ تک سیستان کے کیانی ملکوں کے خلاف لڑتے رہے۔ توہو اور حالا ان کے نامور سردار گزرے ہیں۔ جن کو میر عمر میروانی حاکم قلات نے خاران بطور جاگیر عطا کی۔ توھو اور حالا کے مقبرے شمشان اور سلامبک میں ہیں۔ حالازئی قبیلہ کے چھ طائفے ہیں۔

۱- کریم داد زئی ۲- میر دوست زئی ۳- صاحبداد زئی
۴- بجار زئی ۵- محمد زئی ۶- شارستان زئی ، بعد میں
...ارزئی طائفہ وادی ہلمند میں آباد ہو گیا

...ستی خان زئی :- یہ قبیلہ ہمیشہ نوشیروانیوں کا طرفدار رہا
...ہے۔ اس قبیلہ کے تین بڑے طائفے ہیں۔
۱- ستی خان زئی ۲- ہیجباری ۳- ہوتکاری
...یاری طائفہ کے چار فرقے ہیں۔
۱- سلار زئی ۲- فتح زئی ۳- یاسین زئی ۴- حسن زئی
...وتکاری کے تین فرقے ہیں۔
۱- عالم بیگ زئی ۲- تنگاز زئی ۳- میران زئی۔

...طوقی :- سیستان کے مشہور قلعہ طاق کے قریب
...ار میں رہنے کی وجہ سے طوقی کے نام سے موسوم ہوئے
...۱۳۸۳ء میں جب امیر تیمور گورگان نے سیستان کے اس
...کو فتح کیا تو طوقی جنوب کی طرف خاران میں بھاگ
...نکلے۔ اب یہ خاران کے کمبرانیوں کی برادری میں شامل ہو گئے
...ہیں۔ ان کا ایک طائفہ جو ہرماگی طوقی کہلاتا ہے۔ یہ نجگور کے
...انانی براہیوں کی برادری میں شامل ہے۔

واشکی :- اس قبیلہ کا دعویٰ ہے کہ واشک کے

فاتح ملک دینار کے ساتھ ایران سے خاران میں آ[...]
ان کے چار فرقے ہیں۔
۱۔ شاہوزئی ۲۔ جلی زئی ۳۔ عجب زئی ۴۔
شیخ زئی۔

عیسٰی زئی:۔ یہ قبیلہ جنوبی جھالاوان سے خاران
آکر آباد ہوا۔ ان کی زبان بھی براہوئی ہے۔ اس کے [...]
فرقے ہیں۔
۱۔ بزان زئی ۲۔ رمضان زئی ۳۔ سیاہی زئی
۴۔ خرینازئی ۵۔ شاہی زئی یہ ایک بہت بڑا قبیلہ [...]
بزان زئی طائفہ کے تیئس فرقے ہیں۔ خرینازئی کے [...]
فرقے ہیں۔ اور رمضان زئی کی ستائیس شاخیں ہیں [...]
عیسٰی زئیوں کے چھ طائفے ہیں۔
۱۔ کھشیا زئی ۲۔ یاغی زئی ۳۔ کیہرانی ۴۔ درکزئی
۵۔ ہارونی ۶۔ مردان شہی

محمد حسنی:۔ یہ بڑا قبیلہ ہے بلوچستان کے علاوہ محمد حسنی
افغانستان کے علاقہ ہلمند اور ایران کے صوبہ سیستان میں
بود و باش رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے لگ[...]
ہوگی۔ خاران کے سردار عباس خان ثالث نوشیروانی نے محم[...]
قبیلہ کے ساتھ رشتہ داری کی تھی۔

قنبرانی :- خاران میں رہنے والے قنبرانی خوانین قلات کے ساتھ قریبی رشتہ رکھتے ہیں۔ ان کے چودہ فرقے ہیں ۔ ۱۔ شاہ بیگ زئی ۲۔ سوبازئی ۳۔ مصری خان زئی ۴۔ برجعلی زئی ۵۔ ملاحسن زئی ۶۔ سامی زئی ۷۔ نظام زئی ۸۔ چنال ۹۔ کوہی زئی ۱۰۔ نظرزئی ۱۱۔ باران زئی ۱۲۔ مینگل ۱۳۔ سالانی ۱۴۔ ذگر مینگل۔

شاہ بیگ زئی پہلا فرقہ ہے جو خاران میں آکر آباد ہوا میر شاہ بیگ کے چار بیٹے تھے۔ حسن ۔ زہرو ۔ بلو۔ پیرک خاران کے قنبرانی اپنے کو میر حسن کی اولاد تصور کرتے ہیں ۔ براہوئی ۔ جدگال کے رزمیہ اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ خاران کا علاقہ سراوان ۔ میر شاہ بیگ کو بطور جاگیر ملا تھا ۔ اور خان میرخداداد خان کے دور حکمرانی تک ۔ قنبرانی خان کو ثنائی دیتے تھے ۔ قنبرانیوں نے ایک جنگ :- میر یوسف ولد میر عباس سوئیم کو شکست دی تھی ۔ اس جنگ میں کبدانی ۔ بالازئی اور تغاپین قبائل نے قنبرانیوں کا ساتھ دیا ۔ جب ۱۸۸۳ء میں انگریزوں کا نمائندہ سر رابرٹ سنڈیمن نے خاران کا دورہ کیا ۔ تو اس نے قنبرانیوں کو آمادہ کیا ۔ کہ وہ نواب خاران کو دسواں حصہ ثنائی دیں ۔ اور اس کے عوض میں نواب خاران نے قنبرانیوں کے ان طائفوں کو زمینیں دیں ۔ سامی زئی ۔ چنال ۔ کوہی زئی

سہالانی ، نظام زئی ، نظرزئی ، باران زئی ، مینگل ، برہان زئی

نقیب :- ملک دینار نے نقیبوں کو خاران میں زمین عطا کی تھیں ۔ واشک کے نخلستانوں کا چوتھا حصہ ان کی جاگیر تھا ۔ نقیب قبیلہ کے کل آٹھ فرقے ہیں ۔

۱۔ کلوزئی ۲۔ لالازئی ۳۔ احتیار زئی ۴۔ مرجندزئی
۵۔ گہرام زئی ۶۔ عیدوزئی ۷۔ مزار زئی ۔

آمیرانی :- امیرانی کو امیراڑی بھی کہتے ہیں ۔ یہ اصل میں سید ہیں ۔ ان کے مورث اعلیٰ کا نام سید امیر تھا ۔ جس کا مزار اور گنبد کتان قلات میں ہے ۔ جدگالوں کے ساتھ رشتہ کی وجہ سے اُن کی عظمت میں کمی واقع ہوئی ۔

سراوان کے قبائل

سراوان کے گیارہ قبائل اہم اور مشہور ہیں ۔

۱۔ رئیسانی ۲۔ شہوانی ۳۔ بنگلزئی ۴۔ محمد شہی ۵۔ لہڑی
۶۔ سرپرہ ۷۔ لانگو ۸۔ کرد ۔ ۹۔ دہوار ۱۰۔ خلاسانی
۱۱۔ جرہانی

رئیسانی :- میر رئیسانی کی اولاد بعد میں رئیسانی مشہور

ہوئی۔ ریاست عالیہ قلات کے صوبہ سراوان کا اہم قبیلہ ہے۔ سراوان کے تمام قبائل کے سرداروں کا سر سردار ہے ریاست عالیہ قلات کی فوجی تنظیم سراوان ڈویژن کی کمانڈ سردار رئیسانی کرتا ہے۔ اِن کا خوانین قلات سے رشتہ بھی ہے۔ رئیسانی قبیلہ کے بارہ طائفے ہیں۔

۱۔ عیسانی ۲۔ اسمٰعیل زئی ۳۔ جمال زئی ۴۔ قلندرزئی
۵۔ لہڑکی ۶۔ صرانی ۷۔ پندرانی ۸۔ راحسین زئی
۹۔ سراج زئی (سردارخیل) ۱۰۔ شیخ حسینی ۱۱۔ اسمال زئی
۱۲۔ سوپک

شہوانی :۔ شہوانی قبیلہ۔ سراوان کا ایک اہم قبیلہ ہے۔ خان آف قلات کی دربار میں دوسری نشست اسی قبیلہ کے سردار کی ہے۔

قدیم زمانہ میں سراوان کی فوجی تنظیم کا کماندار اعلیٰ۔ قبیلہ شہوانی کا سردار ہوا کرتا تھا۔ مگر خان آف قلات سے ناچاقی کی وجہ سے یہ منصب خان آف قلات نے قبیلہ رئیسانی کے سردار کو دے دیا۔ اس قبیلے کی انیس ذیلی شاخیں ہیں۔

۱۔ احمدزئی ۲۔ علی زئی ۳۔ باوین زئی ۴۔ دادوزئی
۵۔ خاص خیل ۶۔ حسنی ۷۔ حسینی ۸۔ عیدوزئی ۔ ۹۔
کمال زئی ۔ ۱۳۔ رمضان زئی ۱۴۔ سردارزئی ۱۵۔ شاہوزئی

۱۶۔ سوری زئی ۱۷۔ سورو زئی ۱۸۔ عمرانی ۱۹۔ رکھنی

لہڑی :۔ لہڑی رند بلوچ ہیں۔ یہ طائفہ ابتداء میں بمقام
سکونت پذیر تھا۔ ڈومبکیوں سے تنازعہ کی بنا پر تحصیل
کے علاقہ زہگ میں آکر آباد ہوا۔ اس قبیلے کے سرداروں
معتبرین نے خوانین قلات کے لئے اہم خدمات سرانجام دی
قبیلے کی زیادہ تر گذر اوقات۔ مال مویشیوں کی پرورش پر
اس کے سات طائفے ہیں۔

۱۔ براہیم زئی ۲۔ حیدر زئی ۳۔ شنگرانی ۴۔ زہیرانی
۵۔ ذودانزئی ۶۔ جلبے زئی ۷۔ رکھلپاری

بنگل زئی :۔ بنگلزئی سراوان کا ایک اہم قبیلہ
خان آف قلات کے دربار میں اس قبیلے کے سردار کی نشست
تیسرے نمبر پر ہے۔ سردار خیل خاندان سیدزئی فرقہ سے ہے
سردار خیل قبیلہ میں ایک سردار بہ نام فتح خان گزرا ہے
جو سخی کے لقب سے ملقب تھا۔ جسے بنگلزئی قبیلہ ولی
مانتے ہیں۔ اس کی وجہ سے سردار خیل کا احترام کیا جا
ہے۔ بنگل زئی قبیلے کے اٹھارہ طائفے ہیں۔

۱۔ بابکی ۲۔ بادوزئی ۳۔ باران زئی ۴۔ بجار زئی
۵۔ براہم زئی ۶۔ دینار زئی ۷۔ گرآنی ۸۔ گوہرام زئی
۹۔ حسن زئی ۱۰۔ جوہانی ۱۱۔ لانگو ۱۲۔ هندرانی

۱۳- ویگ ۱۴- پُشر ۱۵- سید زئی ۱۶- شادین زئی
۱۷- شاہوزئی - ۱۸- شورانزئی -

محمد شہی :- یہ قبیلہ بھی سراوان کے اہم قبیلوں میں سے ایک ہے - دیگر سراوانی قبیلوں کی طرح شجاع اور بہادر ہے۔ اُن کی طرح زمانہ قدیم کی رزمگاہوں میں داد شجاعت دینے کی تاریخ کا حامل ہے - اس کے چودہ طائفے ہیں۔
۱- گوہرزئی ۲- گرگو ۳- گارانی ۴- ہیبت زئی ۵- عیسٰی زئی ۶- چکو ۷- کلاغ زئی ۸- خدرانی
۹- صاحب داد زئی - ۱۰- سُک زئی ۱۱- سمے زئی
۱۲- سانک زئی ۱۳- شاہوزئی ۱۴- سوروزئی -

لانگو :- لانگو ، سراوان کا ایک جری اور بہادر قبیلہ ہے۔ اس کی تعداد تقریباً دیگر سب قبائل سراوان سے زیادہ ہے - یہ قبیلہ وادی منگچر تحصیل قلات میں آباد ہے۔ اس کے کل بارہ طائفے ہیں
۱- نالی ۲- علی زئی ۳- گدا نزئی ۴- غلام زئی
۵- چمن زئی ۶- کوہرزئی ۷- کلوئی ۸- جلال زئی
۹- ملازئی ۱۰- شادی ۱۱- شادی زئی ۱۲- شیخ زئی
کریرہ اور کرد قبیلہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے - ریاست قلات کا شاہی خاندان ، احمدزئی خاندان ہے - جو قبیلہ

کمبرانی کی ایک شاخ ہے۔ اسی طرح الثازی قبیلہ جو
خاندان سے قرابت داری رکھتا ہے۔ کمبرانی قبیلہ کا
طائفہ ہے۔ میردانی، کمبرانی، گرگناڑی۔ سمالانی۔
رودینی، منیگل ایک جدامجد، امیر کمبر یا قمبر کی اولاد

دھوار:- قبیلہ دہوار کو (دہ دار) بھی کہتے ہیں
قبیلہ کا پیشہ کاشتکاری ہے۔ انگریز محقق ایل ڈیمز
ایرانی النسل بیان کرتا ہے۔ مگر ہیوز بلر کہتا ہے کہ
نسلاً تاجک ہیں۔ دہوار قبیلہ دو مقامات پر سکونت
ہے۔ قلات اور مستونگ چنانچہ اسی مناسبت سے
کے دہوار اور مستونگ کے دہوار مستونگی دہوار کہلاتے
قلاتی دہوار قبیلہ کے مندرجہ ذیل طائفے ہیں۔

۱۔ عالی زئی ۲۔ باجی زئی ۳۔ ڈوڈکی ۴۔ کابلی زئی ۵۔
۶۔ مغل زئی ۷۔ رئیس توک زئی ۸۔ ٹولونٹی۔ اسی طرح
دہوار قبیلہ کے طائفے یہ ہیں۔

۱۔ آبی زئی ۲۔ علی زئی ۳۔ چمکا زئی ۴۔ دادی
۵۔ گواروزئی ۶۔ ہوتے زئی ۷۔ جولا ۸۔ کالرزئی ۹۔
۱۰۔ خواجہ خیل ۱۱۔ مُغُندوئی ۱۲۔ محمد حسنی یا دلمراد زئی
تیجاریابرہمنی ۱۴۔ سارنگ ۱۵۔ شیخ ۱۶۔ سوتہک زئی
سوہلی ۱۸۔ یوسف زئی ۱۹۔ ژڑخیل

جھالاوان کے قبائل

جھالاوان میں براہوئی تمن کے مختلف قبائل آباد ہیں جن میں اہم قبائل یہ ہیں۔

۱۔ زہری ۲۔ مینگل ۳۔ محمد حسنی ۴۔ بیزنجو ۵۔ ساجدی ۶۔ میروانی ۷۔ کمبرانی ۸۔ قلندرانی ۹۔ گرگناڑی ۱۰۔ سمالانی ۱۱۔ رودینی ۱۲۔ ریکی زئی ۱۳۔ ساسولی ۱۴۔ لغاڑی

مینگل :-

براہوئی قبائل میں سب سے زیادہ تعداد قبیلہ مینگل کی ہے۔ زمانہ قدیم میں ریاست عالیہ قلات کی۔ فوجی تنظیم کی جھالاوان ڈویژن کے کماندار اعلیٰ کا جھنڈا قبیلہ مینگل کے پاس ہوتا تھا۔ بعد میں یہ بیرق۔ زہری قبیلہ کے سردار کو دیا گیا۔ خوانین قلات کے ساتھ قبیلہ مینگل کے سردار خیل کی قرابت داری بھی ہے۔ خان میر محراب خان شہید کی والدہ مینگل سردار میر ولی محمد کی بیٹی تھی قبیلہ مینگل کے بہتر طائفے ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ اباکی ۲۔ عبدالکریم زئی ۳۔ احمد زئی ۴۔ علی زئی امیر زئی ۶۔ انگل زئی ۷۔ الوزئی ۸۔ بابکانی ۹۔ بادینی

۱۰۔ باروزئی ۱۱۔ بہرام زئی ۱۲۔ باجے زئی ۱۳۔ زنگل زئی
۱۴۔ باران زئی ۱۵۔ مزار زئی ۱۶۔ براہم زئی ۱۷۔ بہشیر
۱۸۔ چھُٹہ ۱۹۔ دینار زئی ۲۰۔ گُنگا زئی ۲۱۔ گزگی ۲۲
غازی زئی ۲۳۔ غلامانی ۲۴۔ گرگیج ۲۵۔ گنگو ۲۶
گرگناڑی ۲۷۔ گوہرام زئی ۲۸۔ گوارانی ۲۹۔ حاجی زئی۔
۳۰۔ ہوتکار ۳۱۔ قلندرزئی ۳۲۔ کل زئی ۳۳۔ خدرانی
۳۴۔ کیازئی ۳۵۔ کرُد ۳۶۔ لہڑی ۳۷۔ محمودانی ۳۸
محمودزئی ۳۹۔ مکالی ۴۰۔ مندوزئی ۴۱۔ مردوئی ۴۲۔
میرحاجی ۴۳۔ میروزئی ۴۴۔ میروانی ۴۵۔ محمدانی ۴۶۔ محمد شاہی
۴۷۔ محمدزئی ۴۸۔ ملازئی ۴۹۔ سیاہی جو ۵۰۔ موسٰی
زئی (سیاہ پاد) ۵۱۔ سوجانانی ۵۲۔ اسماعیل زئی ۵۳۔
سمالازئی ۵۴۔ تراسی زئی ۵۵۔ اودمرزئی ۵۶۔ اودمرانی
۵۷۔ ساسول زئی ۵۸۔ شادمان زئی ۵۹۔ شاہی زئی ۶۰
شنبے زئی ۶۱۔ شیخ ۶۲۔ نندوزئی ۶۳۔ نوشیروانی ۶۴
نوح زئی ۶۵۔ اودمرلاڑی ۶۶۔ پہلوان زئی ۶۷۔ پندران زئی
۶۸۔ پیرکانی ۶۹۔ رئیسانی ۷۰۔ رخشانی ۷۱۔ رمدانی زئی
۷۲۔ رودینی ۷۳۔ شاہوزئی۔

زہری ۱۔ جھالاوان کے قبائل میں تعداد کے لحاظ سے زہری قبیلہ دوسرے نمبر پر ہے۔ یہ بھی دیگر بلوچ قبائل کی طرح جنگجو اور بہادر ہے۔ خواتین قلات سے زہری

قبیلہ کے سردار خیل گھرانے کی قرابت داری ہے۔ سردار
خیل طائفہ زرک زئی ہے۔ سرداری زرک زئی کی ذیلی شاخ
کادڑی زئی میں تھی۔ جب سردار تاج محمد فوت ہوا۔
وہ لاولد تھے۔ اس لیئے سرداری زرک زئی کی دوسری شاخ
دوستین زئی کو ملی خوانین قلات کے دربار میں جھالاوان دستے
کی پہلی نشست زہری قبیلہ کی ہے۔ زہری قبیلہ کے اڑتالیس
طائفے ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ دیناری ۔ ۲۔ علاؤالدین زئی ۳۔ علی زئی۔
۴۔ باعنانی ۵۔ ملیل زئی ۶۔ دیبی ۷۔ ٹوبک ۸۔ چنال
۹۔ خچھٹہ ۱۰۔ چوہڑزئی ۱۱۔ دبینہ ۱۲۔ ویگیانی ۱۳۔
کارساسولی ۱۴۔ گجگژ ۱۵۔ حافظانی ۱۶۔ جیدرانی ۱۷
جسفانی ۱۸۔ رحسرانی ۱۹۔ عیسانی ۲۰۔ جلب زئی ۲۱۔
جالانی ۲۲۔ جام ۲۳۔ جاموٹ ۲۴۔ قلندرزئی ۲۵۔
خدرانی ۲۶۔ پندرانی ۲۷۔ محمودانی ۲۸۔ ملک زئی ۲۹
میرازئی ۳۰۔ زامازئی ۳۱۔ نقیب ۳۲۔ نتھوانی ۳۳
زنازئی ۳۴۔ رئیس ۳۵۔ سمالازئی ۳۶۔ شمبوزئی
۳۷۔ سناڑی ۳۸۔ سرتانی ۳۹۔ سیدزئی ۴۰۔ شاہول
۴۱۔ شاہوزئی ۴۲۔ شیخ احمدی ۴۳۔ سومارائی ۴۴۔
شاہیجو ۴۵۔ سنڈر ۴۶۔ تراسانی ۴۷۔ زنگی جو ۴۸
زرک زئی۔

اگرچہ مندرجہ ذیل طائفے۔ باجوئی۔ بجنک۔ موسیانی۔

وشیانی - خدرانی - ساسولی - زہری قبیلہ کے طائفے شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر ان کی اپنی علیحدہ قبائلی سرداریاں ہیں اس لئے انہیں زہری قبیلہ کے طائفوں میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

بیزنجو :- بیزنجو بھی جھالاوان کا ایک اہم قبیلہ ہے ریاست عالیہ قلات میں بیزنجو قبیلے کے سردارخیل اہم عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ پندرھویں صدی میں برا ہوئی محاربہ میں قبیلہ بیزنجو نے میروانی خوانین کی طرفداری کی اور براہوئیوں کا ساتھ دیا۔ ویسے تو بیزنجو قبیلہ کے انچاس طائفے ہیں۔ مگر اہم طائفے دو ہیں

۱- اُملاڑی اور ۲- تمراڑی

محمد حسنی :- محمد حسنی قبیلہ جھالاوان کا ایک کثیر التعداد قبیلہ ہے۔ تعداد کے لحاظ سے مینگل قبیلہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ بلوچستان کے علاوہ افغانستان کی وادی ہلمند اور ایران کے صوبہ سیستان میں کافی تعداد میں محمد حسنی ہیں۔ محمد حسنی قبیلہ کے سردارخیل خاندان کی رشتہ داری مکران کے گچکی سرداروں اور خوانین قلات کے ساتھ ہے۔ اس قبیلہ کے اڑسٹھ (۶۸) طائفے ہیں۔

جتک :- جتک بھی جھالاوان کا ایک اہم قبیلہ ہے
اس قبیلے کے کافی لوگ سراوان میں بھی منتشر ہو کر آباد
ہوئے ہیں۔ قبائلی حیثیت سے زہری قبیلے کا ایک طائفہ
شمار ہوتا ہے۔ مگر اس قبیلے کا باقاعدہ سردار ہے جسے
ریاست عالیہ قلات کی طرف سے وظیفہ ملتا ہے۔

کچھی کے قبائل

تاریخی دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پندرھویں
صدی عیسوی میں بلوچ قبائل مکران سے نقل مکانی کر کے
کچھی میں آکر آباد ہوئے۔ بلوچستان کے طول و عرض میں
بشمول کچھی، اس وقت بلوچ قبائل اکثریت میں آباد ہیں
کچھی کے علاقے میں بلوچوں کے یہ اہم قبائل آباد ہیں۔

۱- بگٹی ۲- مری ۳- ڈومبکی ۴- مگسی ۵-
عمرانڑی ۶- جکھرانی ۷- جلوئی ۸- جمالی
۹- لاشاری ۱۰- زند ۱۱- کہیری ۱۲- بلیدی

جن کے علیحدہ علیحدہ تفصیل وار حالات بیان کئے جائیں
گے۔

بگٹی :- بگٹیوں کا اصل وطن ایرانی بلوچستان میں

مقام بگ تھا۔ ایرانی بلوچستان سے نقل مقانی کرنے کے
بعد قلاتی بلوچستان میں بہ مقام نرمک، اسپلنجی آکر
لگے۔ نرمک میں رندوں سے ناچاقی کی وجہ سے نکل
سیاہ آف کے پہاڑوں میں سکونت اختیار کی
سے دیگر بلوچ قبائل ٹالپر، کلپیر۔ مسوری، مندو
بلیدیوں کو نکال کر خود قابل ہو گئے۔ علاقہ انہی کے
سے موسوم ہوا۔ اِن کے صدر مقام کو ڈیرہ بگٹی کہتے
قبیلہ بگٹی کے سات بڑے طائفے ہیں۔

۱۔ راہیجہ ۲۔ نوتانی ۳۔ مسوری ۴۔ کلپر
۵۔ نوحکانی ۶۔ مندرانی ۷۔ شنبانی۔

مری:۔ یہ قبیلہ بھی دیگر بلوچ قبائل کی طرح جنگجو
ہے۔ میر چاکر خان رند کے ساتھ اس قبیلے کا سردار میر
بجار خان۔ پنجاب گیا تھا۔ مگر کسی وجہ سے ناراض ہو کر
مری علاقہ سے کیچانیوں کو نکال کر آباد ہو گئے۔
کا صدر مقام کاہان ہے۔ اس قبیلہ کے چار طائفے
۱۔ گزینی ۲۔ لوہارانی ۳۔ بجارانی ۴۔ مزارانی

ڈومبکی:۔ ڈومبکی قبیلہ بلوچستان میں سکونت
اختیار کرنے سے پہلے ایرانی بلوچستان میں دریا
ڈومبک کے کنارے پر آباد تھا۔ اسی واسطے ڈومبکی

کے نام سے مشہور ہوا۔ ان کا صدر مقام لہڑی ہے۔ بلوچی دفتر شعر علم الانساب بلوچ قبائل انہی کے پاس ہے۔ یہی بلوچوں کا دفتر علم الانساب ۱۸۶۷ء میں جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں شائع ہوا تھا۔ ڈومکی قبیلہ کے اٹھارہ طائفے ہیں۔

۱۔ بغدار ۲۔ بھنڈ ۳۔ برہمانی ۴۔ دیناری
۵۔ گبول ۶۔ گشکوری ۷۔ گورگیج ۸۔ غازیانی
۹۔ ہاڑہ ۱۰۔ جمرانی ۱۱۔ تھکرانی ۱۲۔ لشاری
۱۳۔ میروزئی ۱۴۔ محمدانی ۱۵۔ شبکور ۱۶۔ سنگیانی
۱۷۔ نالانی ۱۸۔ وزیرانی۔

ان کا صدر مقام لہڑی ہے جو کہ ریاست قلات کی ایک نیابت ہے جس کا رقبہ تحصیل ۲۸۲ مربع میل ہے۔ ۱۸۲۸ء میں ان ڈومبکیوں نے کھیریوں کو چھتر پھلیجی سے دھکیل کر ان کی اراضیات پر قبضہ کر لیا۔ پہلی افغان جنگ میں ان قبائل نے انگریزوں کے رسد کے قافلوں کو خوب دل کھول کر لوٹا۔

مگسی ۱۔ مگسی قبیلہ کا قدیم وطن ایرانی بلوچستان میں دزک کے قریب (مگس) کا مقام ہے۔ جہاں سے ہجرت کرکے کچھی میں مقام جھل سے لے کر غیبی ڈیرہ تک کے علاقوں پر قابض ہو گئے۔ جو نیابت گنداوہ میں ہے۔

قبیلہ مگسی دربار قلات سے منسلک ہے - قبیلہ رند مگسی اور چانڈیہ ہمیشہ آپس میں برسرپیکار رہتے ہیں - زمانہ قدیم میں مگسیوں نے رند قبیلہ چانڈیہ رندوں کا طرفدار تھا وڈیرہ شیر محمد رند جعفر خان مگسی کے ہاتھوں قتل ہوا - اس خونریز لڑائی کے بعد میر نصیر خان اعظم نے مگسیوں کو جھالاوان کے لشکر میں شامل کر دیا - مگسی لشکر کی تعداد چھ ہزار تھی - پانی پت کی تیسری جنگ میں میر نصیر خان اعظم کے ہم رکاب تھے - دربار قلات میں مگسی قبیلے کے سردار کی نشست مینگل کے بعد ہے - نواب یوسف علی خان مگسی قبیلہ کے سپوت تھے - جن کی کوششوں سے ۱۹۲۲ء میں پہلی مرتبہ آل انڈیا بلوچ کانفرنس کی مجلس جیکب آباد میں ہوئی - اور ریاست قلات کی نیشنل پارٹی کے وجود میں آنے کا محرک آپ ہی تھے - بدقسمتی سے کوئٹہ کے ۱۹۳۵ء کے عظیم زلزلہ میں آپ جاں بحق ہوئے - مگسی قبیلہ کے گیارہ طائفے ہیں :

۱- بھوتانی ۲- راؤتانی ۳- سوبھانی ۴- نندانی
۵- شنبانی ۶- رائیجا ۷- ساکھانی ۸- ہسپانی
۹- حسرانی ۱۰- بنگلانی ۱۱- کھوسہ -

جھکرانی :- کچھی میں سندھ کی سرحد کے قریب رہتے ہیں - ایک عرصہ تک ڈومبکیوں کے ہمنوا رہ کر کابل کو جانے والی شاہراہ پر انگریزوں کے قافلوں کو لوٹتے

ہے۔ جب سندھ کو سرچارلس نپیئر نے فتح کیا تو
ڈرائیوں کے سردار دریا خان نے نپیئر کی اطاعت
بل کرلی۔ انگریزوں نے انہیں امن و آمان سے رہنے
عوض جانی ڈیرے میں جاگیر عطا کی۔ اس قبیلہ
و طائفے ہیں۔

۱۔ سالوانی ۲۔ سوانانی ۳۔ سیاہ پاز ۴۔ مجانی
۵۔ سولکانی ۶۔ مولکانی ۷۔ سرکانی ۸۔
کرد شخانی ۹۔ دیرخانی۔ دراصل وزیانی اور
جکرانی ڈومبکی قبیلہ کے طایفے ہیں۔

ہانی :۔ بلوچوں کا ایک بہادر قبیلہ ہے۔ بعض
کو ہوت اور بعض ان کو رند کے پوتے اُمیہ
ل خان کی نسل بتلاتے ہیں۔ جو بعد میں اپنے جدامجد
نام سے موسوم ہو کر جمالی کہلانے لگے۔ ان کے چار
یفے ہیں۔

۱۔ مریدانی ۲۔ جلبانی ۳۔ بخشانی ۴۔ سکھوانی
مریدانی طایفہ۔ میر مراد خان کی اولاد ہے۔

شاری :۔ لاشاری رندوں کے ساتھ مکران سے
جرت کر کے کچھی میں آکر آباد ہوئے کچھی میں انکا صدر مقام
جان ہے۔ رند و لاشار کی تیس سالہ جنگ میں جب لاشاریوں

کو شکست ہوئی۔ تو وہ سندھ۔ گجرات اور پنجاب کی
ہجرت کر گئے۔ لاشاری قبیلہ کے انتالیس (۳۹) طا
۱۔ اُچک ۲۔ شہدادانی ۳۔ رشیدانی ۴۔ ملکا
۵۔ چھٹانی ۶۔ بنگلانی ۷۔ مبارکانی ۹۔ میرزانی
۱۰۔ دیدانی ۱۱۔ محمدانی ۱۲۔ جیروانی ۱۳۔ حسانی
۱۴۔ موتہانی ۱۵۔ سوبرانی ۱۶۔ سالارانی ۱۷۔ بہرگ
۱۸۔ قلندرانی ۱۹۔ بجارانی ۲۰۔ مزارحانی ۲۱۔ کملانی
۲۲۔ جاگوانی ۲۳۔ سلمانی ۲۴۔ توہم حانی ۲۵۔ اخوند
۲۶۔ عالبانی ۲۷۔ شاہوانی ۲۸۔ بہرامانی ۲۹۔ حیدرانی
۳۰۔ نوت بندیانی ۳۱۔ چاروانی ۳۲۔ بگرانی ۳۳۔
جلالانی ۳۴۔ اسماعلانی ۳۵۔ سلامانی ۳۶۔ علکانی
۳۷۔ مگسی ۳۸۔ توکلانی ۳۹۔ منگیانی له

رندوں نے جب بلوچستان میں اپنی حکومت قائم کی
ان کا دارالخلافہ سیوی (سبی) جس کے قلعہ کے متعلق
معصومی میں عجیب و غریب واقعات کا تذکرہ ہے۔ رند
کے سردار خیل کا گھرانہ طائفہ میرزئی سے تعلق رکھتا
رند قبیلہ کی جنگی قوت اب محدود ہو چکی ہے۔ بوقت
وہ آٹھ سو مسلح افراد مہیا کر سکتا ہے۔ جب وڈیرہ

له یہ تمام اعداد و شمار۔ ایل ڈیمز کی کتاب شعرا بلوچستان و ر
ہیتورام کے بلوچی نامہ سے لئے گئے ہیں۔

خان بہراہی خان بمبر خداداد خان دہلی دربار کے جشن تاجپوشی میں تشریف لے گئے۔ تو ہندوستان کے بہت سے روسا ان سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ جو خود کو میر ابراہیم فرزند میر شہیک کی اولاد سمجھتے ہیں۔ رند قبیلہ کے چھیاسٹھ طائفے ہیں۔

۱۔ رند ۲۔ جاکرانی ۳۔ میرانی ۴۔ اللہ دادی ۔
۵۔ میردادی ۶۔ بجارانی ۷۔ باگرانی ۸۔ نوحانی
۹۔ محمدانی ۱۰۔ ڈومبکی ۱۱۔ ابراہمانی ۱۲۔ ریحانی
۱۳۔ نوشیروانی ۱۴۔ عالیانی ۱۵۔ گندرانی ۱۶۔ بیتانی
۱۷۔ نندوانی ۱۸۔ حیدرانی ۱۹۔ گورچانی ۲۰۔ فیروزنی
۲۱۔ کھیازئی ۲۲۔ مریدانی ۲۳۔ قیصرانی ۲۴۔ جمالانی
۲۵۔ لغاری ۲۶۔ کلوئی ۲۷۔ جبکانی ۲۸۔ فروزانی
۲۹۔ عمر توحکانی ۳۰۔ رخسانی ۳۱۔ مزاری ۳۲۔ مرانی ۳۳۔ سیاہ لاف ۳۴۔ کلمتی ۳۵۔ بلفت
۳۶۔ جنگلانی ۳۷۔ رستانی ۳۸۔ سارنگانی ۳۹ آسرکانی ۴۰۔ مستی خان زئی ۴۱۔ عمر زئی ۴۲۔ زید
۴۳۔ بابرانی ۴۴۔ لنڈ ۴۵۔ جادوانی ۴۶۔ لاہیجا
۴۷۔ گشکوری ۴۸۔ ہوتکانی ۴۹۔ کہیری ۵۰۔ دریشک ۵۱۔ عبدانی ۵۲۔ یوسفانی ۵۳۔ شہکانی ۵۴ علی جانی ۵۵۔ گوریگیچ ۵۶۔ شاہل زئی ۵۷ پیشر۔
۵۸۔ جانانی ۵۹۔ مندوانی ۶۰۔ حسنانی گورگیچ

۶۱۔ جلبانی ۶۲ مستوری ۶۳۔ ہڈگری ۶۴۔ رشی
۶۵۔ سہربانی

رند سردار کی رشتہ داریاں قبیلہ شہوانی اور رئیسانی کے سردار خیلوں سے قدیم زمانے سے چلی آرہی ہیں۔ سردار قبائلی نظام میں سراوان کے دستے کے ساتھ ملحق ہے۔ دربار قلات میں اس کی نشست چوتھے نمبر پر ہے۔ خوانین قلات کے ساتھ ان کے گہرے روابط قائم ہیں۔

چانڈیہ :- یہاں اُن بلوچ قبائل کا ذکر ضروری ہے۔ جنکا تعلق ریاست قلات سے ہے۔ چانڈیہ رندوں کے ساتھ حلب سے آئے تھے۔ اور کچھی میں ندی ناڑی پر آباد ہو گئے۔ یہاں سے دوبارہ نقل مکانی کر کے سندھ کے مغربی علاقہ میں چانڈکہ پرگنے میں سکونت اختیار کی۔ خان خانان جب اکبر بادشاہ کے دور میں ٹھٹھہ کی تسخیر کے لئے سندھ سے گزرا تھا۔ تو اُنہوں نے چانڈکہ کا پرگنہ میاں آدم شاہ کلہوڑہ کو بطور نذرانہ پیش کیا تھا مگر چانڈیہ قبیلہ ہمیشہ بغاوت کرتا رہا ہے۔ ٹالپیروں کے خلاف اُنہوں نے انگریزوں کے جرنیل سر چارلس نیپئر کو امداد دی۔ بعد میں ریاست عالیہ قلات کے متصل علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر یہ کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ اس قبیلے کا صدر مقام غیبی ڈیرہ ہے۔ اس

کی سرداروں کو نواب کا لقب ملا ہے۔ امیر معاویہ کے دور میں استنبول پر حملہ کے دوران رند و چانڈیہ اس کی افواج میں شامل تھے۔[1] چانڈیوں کے سات فرقے ہیں۔

۱۔ غیبانی ۲۔ بھانڈا ۳۔ سریجا ۴۔ اجرانی۔
۵۔ ساکھیانی ۶۔ خاشا ۷۔ باگی۔

دشتی :۔ یہ قبیلہ صحرا نشین ہے۔ ان کا وطن مکران میں مقام دشت ہے۔ جہاں دشت ندی بہتی ہے۔ عربوں نے اس علاقہ کو (خوش نین) کے نام سے موسوم کیا ہے کلیرز لی قبیلہ عمان سے ہجرت کر کے مکران آیا۔ اور دشت کی وادی میں دشتیوں کے ساتھ سکونت پذیر ہوا۔ دشتی رندوں کی ایک شاخ ہے۔

خشک :۔ یہ قبیلہ وادی کے ایک گاؤں خشک میں آکر آباد ہوا۔ جس کی وجہ سے ان کا نام خشک پڑ گیا۔

کلوتی :۔ وادی کولواہ کے باشندے جو ایک سو میل لمبی اور پندرہ میل چوڑی ایک وادی ہے۔ مشکے اور کیچ کے درمیان واقع اس وادی کو عربوں نے کلوان کے نام سے

---

[1] شاعر سوبھا جن تیغ علی کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رند قبیلے سے چانڈیہ مقام بابان شاہمان سے جدا ہوئے۔ رندوں نے کیچ کلمتیوں نے لس بیلہ باران اور جب نوحانیوں نے نارڑی کے متصل جسکانیوں نے کاہ چھانڈیہ تک وسالاری دروں سے گزر کر گنداوہ میں داخل ہو کر بستیاں قائم کیں۔

یاد کیا ہے۔

جتوئی :- قبیلہ جتوئی رند قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔
شجرہ کے مطابق میر جلال خان رند کی جتو نامی بیٹی کی او
ہیں۔ کچھی سے ہجرت کر کے شاہ کلہورہ شیخ لنگران جو
کے ذریعے سید میران مہدی جونپوری کا مرید ہوا تھا۔
اس قبیلے کے چار طایفے ہیں۔
۱۔ مظفرانی ۲۔ فتح خانی ۳۔ شادین زئی ۴۔ خلورانی

شیخ :- سہران کے شیوخ اپنا مورث اعلیٰ شاہ اینال
کو سمجھتے ہیں جو رندوں کے ہمراہ حلب سے آیا تھا۔ ان کا صدر
مقام بٹھاری ہے۔ جو چھتر پھلیجی میں رہتے تھے۔ وہ آخر کار
کھیریوں سے رل گئے۔ ان کے تین طائفے ہیں
۱۔ میروزئی ۲۔ ہوتان زئی ۳۔ گودری

دنیاری :- دنیاری قبیلہ کے پانچ طائفے ہیں۔
۱۔ حلقانی ۲۔ آدیانی ۳۔ میرحان زئی ۴۔ زنگیجا
۵۔ رہوآنی۔

چھلگری :- چھلگری۔ مری قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ پہلے
ہڑنائی کے پہاڑوں میں رہتے تھے۔ مریوں کے دیگر طائفوں

ے عداوت کی وجہ سے کچھی کے مقام چھلگری میں سکونت
ختیار کرلی - جو بدھا کے زمانے کا ایک ویران شہر ہے۔
جس کے آثار اب بھی موجود ہیں - گذشتہ ادوار میں چھلگری
کالہوڑوں کی فوج میں نوکری بھی کرتے تھے۔

ہوت :- کچھی میں ہوت قبیلہ کے پانچ فرقے ہیں۔
۱- ہوت ۲- جسالی ۳- ہوتکانی ۴- نوحکانی -
۵- چنزانی -

دریشک :- دریشک کے معنی ہیں (سنہری) روایت ہے
رندولاشار کی جنگ میں کچھ لاشاری خواتین قید ہو کر آئیں
تو ان کو ایک شامیانے میں قید رکھا گیا - اتفاقاً ہوا زور
سے چلنے کی وجہ سے رات کو شامیانے کی ایک کمان
ٹوٹ گئی۔ دریشک نے جو کہ محافظ تھے - تمام رات شامیانے
کو اپنے ہاتھوں سے تھامے رکھا - اس بہادری پر میر چاکر
خان نے اُن کو دریشک کے نام سے ملقب کیا - دریشک
قبیلہ کے چھ طائفے ہیں۔
۱- کرمانی ۲- منگوانی ۳- کلفاذ- ۴- سرکانی ۵- سریانی
۶- جسکانی - یہ اپنے کو قرائیؒ خان کی اولاد کہتے ہیں -

لہ تحفۃ الکرام جلد دوم ذکر عباسی کلہوڑہ۔

ان کی زیادہ تعداد ڈیرہ اسماعیل خان میں آباد ہے

اَبَڑہ :- اَبڑہ قبیلہ راجپوت نسل سے ہے۔ سلطان
خلجی کے زمانہ میں کچھ بوچ کے علاقہ کُنڈڑ کالا کے علاقے
مکانی کرکے سندھ میں وارد ہوئے۔ میاں آدم شاہ
کے مرید ہوئے۔ میاں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو
ہوئے۔ ملتان کے نائب گورنر نے میاں کو قید کر لیا
سندھ میں کلہوڑوں کے اقتدار کا ابتدائی دور تھا۔

نوحانی :- نوحانی قبیلہ رندو لاشار جنگ
لاشار کا طرفدار تھا۔ جادو ناتھ سرکار نے انکو ہوت
اور اے۔ ڈبلیو۔ ہیوز نے ان کو کھوسہ قبیلہ کا
شمار کیا ہے۔ عالم گیر اول کے زمانہ میں نوحانیوں نے
میں علم بغاوت بلند کیا۔ ہمیشہ خوانین قلات کے طرفدار
رہے۔ مغلوں کے خلاف جب بھی بلوچوں نے ہتھیار
نوحانیوں نے بلوچ بھائی بندوں کی امداد کی ہے لہ۔ رص
میں ۱۲۶۸ء سے پہلے نوحانیوں کی ریاست قائم ہو چ

J. SARKAR : AURANGZEB, VOL II BALOCHES

L. DAMES. THE POPULAR POETRY OF THE BALOCHES EARLIER PERIOD

تھی لے

غلام بولک:۔ قبیلہ غلام بولک نے رندوں کے ساتھ ہجرت کرکے سیوی اور اس کے متصل علاقوں میں سکونت اختیار کی یہ قبیلہ تجارت پیشہ رہا ہے۔جس کی وجہ سے زمانہ قدیم میں ان کا بڑا اثر و رسوخ تھا - ان کا مورث اعلیٰ غلام بن شرف محمد تجارتی کاروبار کے سلسلے میں ایک دفعہ خوارزم گیا تھا۔ وہاں اس نے شادی کی۔جس کے بطن سے اُس کو خدا نے ایک فرزند عطا کیا۔جس کا نام غلام بولک رکھا گیا۔

گورگیج:۔ گورگیج قبیلہ میر چاکر خان کے دور میں تھل کے علاقہ میں سکونت پذیر ہوا۔ رندولاشار کی جنگ کے بعد گورگیج اور بلیدیوں کی آپس میں کئی ایک خونریز جنگیں ہوئیں۔مری اور کھیترانوں نے گورگیجوں کا ساتھ دیا۔ سبارکان سے بلیدیوں کے اخراج کی وجہ بھی یہی جنگیں ہیں۔یہ تمام واقعات بلوچی اشعار میں بیان کئے گئے ہیں۔ایک بلیدی خاتون مسمی دودا، گورگیج کی پناہ میں رہتی تھی۔یہ بات بلیدیوں کو پسند نہ آئی۔جس کو حاصل کرنے کے لئے جنگوں کا سلسلہ

ا۔ میر بہادر خان لوحانی جو بابر کے زمانہ میں بڑے رتبہ کا امیر تھا اور سلطان محمد کا لقب اختیار کیا تھا۔اسی لوحانی امیر کی شیر شاہ سوری نے ملازمت اختیار کی۔

شروع ہوا۔

مزاری :- میر جلال خان رند کے جھنڈے پر چیتے کی تصویر تھی۔ جس کو مزار کہتے تھے۔ اس جھنڈے کی اولاد مزاری مشہور ہوئی۔ ان کا صدر مقام روجھان ہے جو سندھ کے شمالی سرحد پر واقع ہے بالاچانیوں کے سوا باقی تمام مزاری سیاہ لاف یعنی سیاہ پیٹ والے کہلاتے ہیں۔ مزاری کے چار طائفے ہیں۔ جن کی بہت سی شاخیں ہیں۔

I رستمانی :- ۱۔ پیرکائی ۲۔ مرازانی ۳۔ ادیانی ۴۔ حروانی ۵۔ بنگرانی ۶۔ عبدلانی ۷۔ قیصرانی ۸۔ شہبازکانی ۹۔ منگلانی ۱۰۔ دروانی ۱۱۔ سردانی ۱۲۔ تنکامانی ۱۳۔ چھونگلانی ۱۴۔ زرکانی ۱۵۔ میریاڑی ۱۶۔ کلاب ۱۷۔ لعلانی ۱۸۔ گلانی ۱۹۔ عیسام ۲۰۔ گل ربجی ۲۱۔ بانو ۲۲۔ سیلاٹانی ۲۳۔ لولیازئی ۲۴۔ درلانی ۲۵۔ لوکانی ۲۶۔ سجرانی ۲۷۔ سیاہ لاف ۲۸۔ سنیدانی ۲۹۔ شاکیجا ۳۰۔ دوبانی ۳۱۔ لونزکانی ۳۲۔ لوتانی۔

II۔ سیدانی :-

۱۔ حورانی ۲۔ سوریجا ۳۔ گیرانی ۴۔ تنگیرانی ۵۔ بجھرانی ۶۔ مورکانی ۷۔ پلوپیتانی ۸۔ عیسانی ۹۔

روڈکانی - ۱۰- شولینی

بالاچانی :-

۱- کلیشرانی ۲- تکانی ۳ ماچیانی ۴- حیدران زئی
۵- سیلزئی ۶- خداد ادانی ۷- ہیتبان ۸- بنیلانی

سرگانی :-

۱- سرگانی ۲- جلر-

یہ پہلے خان آف قلات کے ماتحت تھے- بعد میں ٹالپروں کی ماتحتی قبول کی-

کیچانی :- قبیلہ کیچانی مری کی پہاڑیوں میں آباد تھا جنہیں مریوں نے یہاں سے نکال دیا-

گبول :- سیوی کی فتح میں میر چاکر خان رند کو گبولوں نے کافی امداد دی- اور اس لڑائی میں شامل تھے ایک ڈومبکی شاعر (دودا) نے ایک شعر میں کرد- گبول، کاڈہی مری، ہڈگری- اور ٹالپروں کو میر چاکر خان کا غلام ظاہر کیا ہے- جو بالکل غلط اور من گھڑت ہے- ٹالپروں نے رندوں اور خوانین قلات سے رشتہ داریاں کی ہیں- اگر یہ قبائل غلام ہوتے تو ان سے رشتہ داری ناممکن بات تھی-

لغاری :- لغاری قبیلہ کا صدر مقام (چوٹی) ہے- انہوں نے

احمدانی اور ترائیوں کو یہاں سے نکال کر خود قابض ہو
قبیلہ کے سات طائفے ہیں - (۱) ہدیانی ۲- علیانی ۳-
لبغلانی ۴- ہیتانی ۵- کلوئی ۶- بزدار ۷- احمدانی
علیانی طائفہ سردار خیل ہے - ہدیانی پہاڑوں میں رہتے ہیں
لغاری ڈیرہ اسماعیل خان - مظفر گڑھ اور سندھ میں پھیلے
ہیں - مکران سے ہجرت کے بعد بارکان میں سکونت پذیر
اسی وجہ سے بارکان لغاری بارکان کہلانے لگا - بلوچی ا
سے معلوم ہوتا ہے کہ میر چاکر خان رند کے زمانہ میں کچھ
لاشاری خواتین قید ہوئیں - میر نے ان کی نگرانی کی ذمہ دار
محمد ابراہیم کے سپرد کر دی - کسی خاتون نے محمد ابراہیم کے
ساتھ بدکلامی کی غلطی محمد ابراہیم کی تھی - جس پر میر چاکر
ناراض ہو کر اس کو لیغار کہا یعنی ناپاک جس کی وجہ سے
یہ طائفہ بنام لغاری مشہور ہوا -

گورچانی ا- یہ قبیلہ ماڑی اور دراگل کی پہاڑیوں
میں آباد ہے - ڈیرہ غازی خان میں بلوچ زیادہ پہاڑی علاقہ
میں بستے ہیں - ان کا طائفہ درکانی شوریدہ سر ہے - ان
کے سردار کا نام گورچ تھا - جس سے قبیلہ گورچانی مشہور
ہوا - اے - ڈبلیو - ہیوز بیان کرتا ہے کہ جس دور میں
عربوں نے سندھ پر حملہ کیا - نیرون کوٹ کا راجہ بھنڈ
مکران کے بلوچ امیر شاہ بوق کے پاس پناہ گزین ہوا تھا -

بعد میں اس نے وہیں مذہب اسلام قبول کیا تھا - اور عربوں
کے ساتھ واپس سندھ آیا - جس طرح قبیلہ دریشک نے
دریائے سندھ کے جاٹوں میں آبادیاں قائم کر کے ان میں
جذب ہو گئے - اسی طرح گورچانیوں نے ہمایوں کے زمانے
میں موجودہ علاقوں سے افغانوں کو باہر نکال کر خود قابض
ہو کر وہیں سکونت اختیار کی - ان میں سے بعض ڈیرہ غازیخان
کے مرانیوں میں شامل ہو گئے - اس کے طائفوں میں لاشاری
بانی - جسکانی اور حلوانی خود کو خالص رند شمار کرتے ہیں
طائفہ گورچانی کے گیارہ طائفے ہیں -

I - درکانی :-

۱- نوکانی ۲- لنگرانی ۳- زہرانی ۴- میلوہار ۵- گتانی
۶- حزبانی ۷- آرہی ۸- گنڈگولک ۹- زیدانی ۱۰-
عمرانی ۱۱- جندانی ۱۲- آلکانی ۱۳- کہوری ۱۴- رانکانی
۱۵- پرکانی ۱۶- سیاہ پھاڑ ۱۷- سلیمانی ۱۸- ٹھالانی

II - شیخانی :-

۱- جلبانی ۲- شیخانی ۳- بکرانی ۴- مانکانی -
۵- دودانی ۶- میہانی ۷- بابولانی ۸- مٹھانی

III - لاشاری :-

۱- جلبانی ۲- بدولانی ۳- گروکانی ۴- بنگانی - ۵-
جمرانی ۶- گہرامانی ۷- موردانی ۸- گشکوری - ۹-
نہالانی ۱۰- ترکلانی ۱۱- گبول ۱۲- سندلانی ۱۳- نوجلانی

۱۴- شہوانی ۱۵- حقدادانی

IV- پتافی

۱- جروانی ۲- ہوتمان ۳- قتلانی ۴- براہمانی
۵- تنکانی ۶- جنگلانی ۷- سرمورانی ۸- کھڑانی
۹- امیگرانی ۱۰- گوگیبانی -

V - جبسکافی :-

۱- دودانی ۲- فتحانی ۳- کیوکانی ۴- فنجوانی -
۵- دلشادانی ۶- گہرام -

VI خلیلانی :-

۱- بکیرانی ۲- بہادرانی ۳- گورپٹانی

VII- ھوتوانی :-

۱- ساجانی ۲- بابلانی ۳- چھٹانی - ۴- مازنکانی
۵- قاسمانی ۶- کولاکائی -

VIII - سبزانی :-

۱- ودانی ۲- لودانی ۳- تنکانی

IX- بازگیر:-

۱- موپرانی ۲- پہاوانی ۳- دولالانی - ۴-
براہمانی -

X - چانگ :-

۱- میوانی ۲- احمدانی ۳- کنگانی ۴- کوہنانانی

XI- سوریانی :-

۱- حیدرانی ۲- میرکام ۳- موسانی ۴- سوانی ۱ے

سوری لُنڈ:- جنوبی ٹُمّن لُنڈ کی شاخ ہے جنہوں نے پندرھویں عیسوی صدی میں سوری ندی کو افغانوں سے فتح کیا۔ یہ امیر سوری کے اولاد ہیں۔ اُس کے بیٹے میر حیدر نے ظہیر الدین بابر کو پنجاب کے حملوں میں امداد دی تھی۔ حیدرانی طائفہ سردار خیل ہے۔ احمد شاہ ابدالی کے زمانے تک یہ قبیلہ افغانوں سے لڑتا رہا۔ ان کے تین قلعے درہ سوری اور کنڈی والا میں ہیں۔

ٹُمّن لُنڈ:- یہ سرحدی علاقہ ہے۔ شمالی لُنڈ سوری لُنڈ اور جنوبی ٹُمّن لُنڈ کہلاتا ہے۔ ان علاقوں میں تین قبائل ۱- لُنڈ ۲- رند ۳- کھوسہ آباد ہیں۔ ان کی تمنداریاں کبھی جدا جدا ہیں۔ میر چاکر کے زمانے میں ان قبائل نے ان علاقوں پر قبضہ کر کے سکونت اختیار کی۔ ان پہاڑی علاقوں کے میدانوں کو سنگھڑ، گجی اور غیبنی ندیاں سیراب کرتی ہیں۔ یہ قبائل سندھ میں لوٹ مار کر کے اپنے پہاڑی مسکنوں میں آکر چھپ جاتے تھے۔ اپنی آزادی کے لئے

۱ے FRONTIER AND OVERSEAS EXFEDITIONS FROM INDIA, GORCHAMIS P-71.

دشمنوں سے بڑے عرصے تک لڑتے رہے۔ سردار نجی
طائفہ میوانی کہلاتے ہیں۔

تکانی :- انکا مورث اعلیٰ امیر (فرزند) تھا
اس لئے تکانی کہلاتے ہیں۔ تمندار کا طائفہ (کرتانی)
ہمایوں کے دور میں سنگھڑ میں بستیاں قائم کیں۔ منگروٹھ
اور مہوئی کے قلعے تعمیر کر کے اس علاقے میں اپنی ریاست
کی بنیاد ڈالی۔ ان کے سرداروں نے لونی اور استرانی افغانوں
سے شادیاں کیں۔ اس اتحاد سے یہ زیادہ مضبوط ہو گئے
خالصہ سرکار لاہور کے مقابلے میں انہوں نے لُنڈ اور
گورچانیوں سے مل کر خوانین تلات کی طرفداری کی۔ انہوں
نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دو جرنیلوں سردار کھڑک سنگھ
اور رونیتورا (VANTURA) کو کئی لڑائیوں میں شکست دی۔
سرزمین پنجاب میں جتنی مسلم قومیں تھیں۔ جیسے، چب۔ گکھڑ
ٹوانے۔ افغان۔ قصور۔ سیال۔ آدان، کھوکھر۔ کھرل۔ کھتڑ۔
ان سب نے سکھوں کی اطاعت قبول کر لی۔ صرف بلوچ
قبائل سکھوں کے تمام دور حکمرانی میں ان سے لڑتے رہے۔[1]

مرانی :- یہ تبید ہوت قبیلے کی ایک شاخ ہے۔

[1] SIR LEPEL GRIFFIN RULERS OF INDIA, RANGIT SINGH P. 200 OXFORD 1893

قبیلہ نے تین صدیوں تک ڈیرہ غازی خان پر حکومت کی
قبیلے کو ملتان کے لانگا سلاطین نے مکران سے آنے کی
ت دی تھی۔ ۱۔ چنانچہ ۱۴۸۰ء میں لانگا سلطان حسین
ں نے دودائی میر سہراب خان کو دعوت دی۔ اور
ئے سندھ کے پار دین کوٹ ، کروڑ کوٹ بطور جاگیر
ر عطا کیئے ۲۔ امیر سہراب خان کے ساتھیوں میں سے
ی خان نے ڈیرہ غازی خان کی بنیاد ڈالی۔ اور اس
رزند غازی خان نے اس شہر کو اپنے نام سے موسوم کیا
ے مقبرہ کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اکبر اعظم
ہم عصر تھے۔ ان کے بھائی اسماعیل خان نے اور فتح خان
ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ فتح خان کے شہروں کی
ڈالی۔ کھینچر۔ مظفر گڑھ، حاجی پور۔ عالم خان۔ داؤد خان
۔ بجر آباد۔ گدائی آباد یہا۔ کوٹ سلطان، کوٹ اُدو
ی خاندان کے حکمرانوں کے آباد کئے ہوئے شہر ہیں۔ جو
تک ان بلوچوں کی یادگار ہیں انہوں نے ملتان کی جنگ میں
یزوں کی مدد کی۔ جو سکھوں کے خلاف لڑی جا رہی تھی

---

۱ G-SARKAR AURANGZEB, VOL III
فرشتہ جلد اول ہیں ص ۳۲۶ نولکشور
سیرت المتاخرین مترجم پروفیسر عبدالباقی عباسی ص
۱۴۳۔ بابر تا جہانگیر لاہور۔

ھالانی کی فیصلہ کن جنگ میں گو کہ کلہوڑوں کو
نے شکست دی تھی۔ مگر مرانی تین سال تک
کی طرفداری میں حیدرآباد کے دفاع کے لئے
لڑتے رہے۔ یہ حکمران مغل شہنشاہ کو نذرانہ

بزدار :۔ ڈیرہ غازی خان میں بلوچستان
علاقہ میں آباد ہیں۔ اس وقت لغاری تمن میں
ان کے مغرب میں لونی اور موسٰی خیل افغان رہتے
رند کا ایک طائفہ ہے۔ اس کے نو طائفے ہیں۔
۱۔ دلانی ۲۔ لدوانی ۳۔ غلامانی ۴۔ چکرانی ۵۔
۶۔ شاہوانی ۷۔ جلال لانی ۸۔ جعفرانی ۹۔ رستمانی
مویشی پالنا ۱۰۔ ماہر توپچی ہیں۔ مشرع کے بہت
ہیں۔

کھیتران :۔ ڈیرہ غازیخان کے پہاڑوں کی مغرب
کھیتران رہتے ہیں۔ اکبر اعظم کے زمانے سے وہ ا
میں رہ رہے ہیں۔ ان کی زبان کھیترانی کہلاتی ہے۔
اور ہندی الفاظ سے مل کر بنی ہے۔ ان کی بلوچوں
رشتہ داریاں ہیں۔ بلیدی اور گوریجوں کی جنگ میں
نے گوریجوں کی طرفداری کی تھی۔ اس قبیلہ کے چار
ہیں۔

۱- گنجورا ۲- حسانی ۳- دماریوال ۴- بابر۔
بابر طائفہ کے متعلق روایت ہے۔ کہ وہ لوذھی افغان ہیں - طائفہ گنجوار اصلی کھیتران ہیں۔ طائفہ دماریوال دودائی ہوت ہیں۔ کھیتران زراعت پیشہ لوگ ہیں۔

احمدانی :- ضلع ڈیرہ غازی خان کے گاؤں (رانہ) میں آباد ہیں -ان کا مورث اعلیٰ میر احمد خان قرائیؒ تھا - سوری لُنڈ کے علاقہ میں اس کے نام پر احمدانی ایک گاؤں موجود ہے -یہ لوگ محنتی اور علم کے شوقین ہیں [1]

پتافی :- پتافی مغرب ڈیرہ اسماعیل خان اور مظفر گڑھ میں سکونت رکھتے ہیں - لنڈی پتافی اُن کا صدر مقام تھا - جو دریا کی آبکلانی کی وجہ سے ویران ہوگیا تندرانی اس قبیلہ کا خاص طائفہ ہے۔

قیصرانی :- یہ رند کا ایک طائفہ ہے -ضلع ڈیرہ غازیخان کے شمالی پہاڑوں اور ان پہاڑوں کے دامن میں کچھ دریائے

۱- سردار غلام رسول خان قرائیؒ سب جج انبالہ انہوں نے صوبہ سرحد کے بلوچوں کی ایک تاریخ بلوچیاں شائع کروائی تھی۔

سندھ کے کنارے پر سکونت پذیر ہیں۔ اس کے چھ طائفے ہیں۔

۱۔ لشکرانی ۲۔ خوب دیں ۳۔ لو دانی ۴۔ لغاری
۵۔ جبروار ۶۔ رستمانی۔

ملتان کے دیوان ساون مل کے زمانہ میں قیصرانی سردار مٹھا خان کو قیصرانی مواضعات کا نصف اور موضع تسرٹی اور بیٹ لدیا کے چھ چاہات کی پیداوار ملتی تھی۔ اس کے علاوہ ۴۲۶ روپے نقد انعام بھی ملا کرتا تھا۔ اور جو تجارتی قافلے پہاڑی درے سے گذرتے تھے۔ ان سے فی اونٹ آٹھ آنے بھی ملتے تھے۔ قلعہ منگھروٹھ قیصرانی علاقے کا صدر مقام تھا۔ ایڈورڈس نے ملتان کے ناظم دیوان مول راج کے خلاف مٹھا خان سے مدد لی۔ ۱۸۴۸ء میں مٹھا خان نے انگریزوں کی حمایت میں دیوان مول راج اور اس کے نائب جتن مل کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جتن مل بھاگ گیا۔ ۱۸۵۳ء میں نکلسن ڈپٹی کمشنر ڈیرہ اسماعیل خان نے مٹھا خان کے لئے ۵۰۰ روپے سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ ۱۸۶۲ء میں مٹھا خان کے مرنے کے بعد اُن کا علاقہ ڈیرہ جات میں شامل کر دیا گیا۔ اُن کی سرداری قائم رہی۔ پنجاب گورنمنٹ نوٹیفیکیشن ۱۸ / اپریل ۱۹۰۲ء کے مطابق پنجاب کے اضلاع میں سے رہتک گڑگاؤں، انبالہ، فیروزپور، لاہور، گوجرانوالہ شیخوپورہ، گجرات، شاہ پور، جہلم، راولپنڈی، اٹک، میانوالی

خوشاب، جھنگ اور ملتان، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان
ریاست بہاول پور میں بلوچ قبائل رہتے ہیں۔

میانوالی۔ خوشاب جھنگ اور ملتان کے ڈیرہ جات کا علاقہ ۱۷۹۵ء تک احمد زئی سلطنت قلات کے ماتحت تھے۔

۱۔ ساہیوال (منٹگمری) میں رندوں کی حکومت ۱۸۱۰ء[1] تک قائم رہی۔ جس پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قبضہ کر لیا۔ آخری حکمران رند میر فتح خان تھا۔ جو نوابان بہاولپور کے پاس رہتا تھا اس نے ۱۸۲۰ء میں وفات پائی[2]

ٹالپور:۔ مورخین نے ٹالپور قبیلہ کے متعلق مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ سردار غلام رسول قرانی نے ان کو لغاریوں کا طائفہ بیان کیا ہے۔ کیونکہ ڈیرہ غازی خان کے لغاریوں کے ضمن میں اس وقت بھی ایک طائفہ بنام ٹالپر رہتے ہیں بعض انہیں ہوت اور بلیدی قبیلوں کے طائفے شمار کرتے ہیں۔ کرنل جیمس ٹاڈ کے بیان کے مطابق ٹالپور سنسکرت زبان کے (تالمیر) لفظ کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ کھجور کے درختوں میں رہنے والے اور ان کا وطن تدمر ہے۔ جسے انگریزی میں (PAL MERIA) کہتے ہیں۔ جو علاقہ شام میں واقع ہے[3]۔ ایل ڈیمز انکو ڈومبکیوں

---

1. H.R. Gupta latter Moglul History of the Punjab 1707, 1793, P. 217
2. Sir Lepel Griffin Rulers of India Ranjit Singh
3. J. Tod Annels of Antiquities of Rajasthan Vol II P. 73

کے بلوچی اشعار کی رو سے خدمت گار قبیلہ تصور کرتا ہے۔ گو
یہ روایت غلط ہے۔ رلہ مکران سے ہجرت کرنے کے بعد پنجاب
میں وارد ہونے کے دوران ان کا سردار میر عبدالرحمٰن خان
عرف بلیدہ بن ہلمیر خان تھا۔ جس نے دہلی کی مہم کے دوران وفات
پائی۔ سقوط دہلی کے بعد ٹالپر سندھ کے شمال میں علاقہ مزار
میں رہنے لگے۔ جب مغل شہنشاہ لاہور میں دربار کرتے تھے
تو تمام بلوچی سردار ان کو نذرانے پیش کرتے تھے۔ ۱۷۰۰ء میں
میاں یار محمد کلہوڑہ نے ٹالپروں کے سردار آلودہ خان
کو پایہ تخت خدا آباد میں مدعو کیا۔ اور اسے فوجی عہدہ دیا۔
اس کے بعد عالمگیر اول کے زمانہ میں میر شہداد خان ولد میر
خان نے ڈیرہ جات کے دو دائیوں کی بغاوت کو فرو کیا۔ اس
کے صلے میں دہلی دربار سے ان کو پٹ باران کا علاقہ جو اس
وقت تعلقہ شہداد پور کہلاتا ہے۔ بطور جاگیر مرحمت کیا گیا۔
ان کی اولاد سے میر فتح علی شاہ ہیبت جنگ بہادر نے ۱۷۸۳ء
میں ہالانی کی جنگ میں کلہوڑوں کو ہالانی کی جنگ میں شکست
فاش دے کر سندھ میں ٹالپر حکومت کی بنیاد ڈالی۔ سندھ
میں ان کی تین ریاستیں تھیں۔

۱- شہدادانی جن کا پایہ تخت حیدرآباد تھا
۲- مانکانی جن کا صدر مقام میرپور خاص تھا۔
۳- سہرابانی جن کا دارالخلافہ خیرپور تھا۔ ان تینوں ٹالپر
[حکمر]انوں کے اکیس (۲۱) طائفے ہیں۔
۱- شہدادآنی ۲- مانکانی ۳- سہرابانی ۴- خانانی۔
۵- بہارانی ۶- مرادانی ۷- گرامانی ۸- عیسانی ۹-
دریاخانی ۱۰- ھلیلانی ۱۱- جیونانی ۱۲- جنیدانی ۱۳-
احمدانی ۱۴- شہوانی ۱۵- یارانی ۱۶- مقصورانی ۱۷
آلودانی ۱۸- ٹھارانی ۱۹- شاہلیانی ۲۰- حاجوانی ۲۱-
سکھلانی، خواتین قلات سے ان کی رشتہ داری تھی
۱۸۴۳ء میں میر محمد نصیر خان شہدادانی اور میر شیر محمد
خان مانکانی آخری امیر تھے۔ جنہوں نے میانی دودبہ
خونریز جنگوں میں لڑ کر شکست کھائی[۱]۔ سندھ میں ٹالپر
[...]ر- امیر اور جاگیردار ہیں۔ نظامانی، بزگری باگرانی اور رند
[...]چوں سے ان کی رشتہ داریاں ہیں۔ اور یہ بلوچ قبائل ہمیشہ
[ٹال]پر حکمرانوں کے شمشیرزن دست و بازو رہے ہیں۔

زبانیں

ریاست عالیہ قلات میں بلکہ تمام بلوچستان میں پانچ زبانیں

۱- تحفۃ الکلام۔ ذکر ٹالپور جلد سوئم ص ۱۰۷ مطبع ناصری بمبئی۔

رائج ہیں۔

۱۔ بلوچی ۲۔ براہوئی ۳۔ سندھی (جدگالی) ۴۔ ...
(جٹکی) ۵۔ پشتو۔ ۱۔ براہوئی زبان سراوان ...
اور بالائی خاران جسے سراوان کہتے ہیں۔ تک محدود ...
خاران، چاغی، کچھی۔ علاقہ مری بگٹی سراوان، جھا...
میں بلوچی بولی جاتی ہے۔ شرقی، مغربی، مکرانی بلوچی
میں کچھ تلفظ کا فرق پایا جاتا ہے۔ علامہ ادریسی سے
مارکوپولو تک جو بھی سیاح بلوچستان سے گزرے
کا بیان ہے۔ کہ یہاں کی زبان مکرانی ہے۔ جو دوسری
سے علیحدہ زبان ہے۔ مگر بیرونی سیاح خالص بلوچی
زبانوں سے بے خبر تھے۔ کیونکہ زمانہ قدیم میں اسلامی ...
کی دفتری زبان فارسی ہوا کرتی تھی۔ البتہ طائفہ لوڑی ...
خفیہ زبان ہے۔ جسے موکا کہا جاتا ہے۔ مثال کے ...
(گوش) جس کے معنی (کان) کے ہیں۔ موکا زبان میں ا...
کو اُلٹا کرکے بیان کیا جاتا ہے۔ گوش کی بجائے ...
کہا جائے گا۔ مثلاً پنچ (پانچ) کو جمپ سر کو رس کہا ...
لوڑیوں نے یہ زبان اس واسطے ایجاد کی تھی۔ تاکہ راز
باتیں کوئی سمجھ نہ سکے۔[1]

بلوچی زبان کی گرامر:۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ ...

---

[1] MODERN REVIEW CALCUTTA, JULY 1918 BALOCHISTAN LANGUAGE P.50
HUGHES BULLER MAKRAN LANGUAGE, P.77

کا دورہ غیر معمولی دور تھا۔ جب کہ سیاسی بادل بلوچستان پر منڈلا رہے تھے۔ اور تمام ایشیا و یورپ کی حکومتوں کی نظریں بلوچستان پر لگی ہوئی تھیں۔ اس لئے یہ ناممکن تھا کہ یورپی طاقتوں کی اس نگاہوں سے بلوچیت کا مسئلہ بچ کر رہتا۔ بلکہ مغربی طاقتوں نے اس مسئلہ پر دقیق تحقیقات کی۔ ہر بلوچی خدوخال کو اجاگر کیا۔ مگر خود بلوچ علم کی کمی کی وجہ سے اس میدان میں کام نہ کر سکے۔ حالانکہ بلوچی علم وادب پران کے پاس کافی سرمایہ موجود تھا۔

۱۸۴۰ء میں کپتان لیچ کی کوششوں سے پہلی مرتبہ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے پرچے میں بلوچوں کی تاریخ پر مشتمل بلوچی اشعار جو سردار ڈومبکی سے حاصل کئے گئے تھے۔ شائع ہوئے۔ بلوچی گرامر اور بلوچی زبان کے خط وخال سے دنیا قطعی بے خبر تھی۔۱۔ ایل ڈیمز پہلا انگریز تھا۔ جس نے بلوچی زبان پر قلم اٹھایا۔ چونکہ اس کی واقفیت کا دائرہ ڈیرہ جات سے لے کر سیوی تک محدود تھا۔ لہٰذا اسے بلوچی زبان کے مختلف لہجوں کا صحیح علم نہ ہو سکا۔ مثال کے طور پر مشرقی بلوچستان اور مغربی بلوچستان میں کون سے بلوچی لہجے رائج ہیں۔ ان باتوں کا اسے علم نہ تھا ۲۔ موجودہ زبانوں میں تیلگو۔ زبان کی دار العلوم قائم ہو چکی ہے۔ مگر بلوچی زبان میں نہ تو کوئی رسالہ نکلتا ہے۔ اور نہ ہی درس و تدریس کا کوئی

۱۔ JAURNAL OF THE ASIATIC SOCIETY OF BENGAL SKETCH OF BALOCHI LANGUAGE, 1840

۲۔ ڈیرہ جات کے گورچانیوں۔ لغاریوں، بزداروں۔ لنڈوں اور سیرانیوں کی بلوچی زبان اور کران کی بلوچی زبان میں فرق ہے۔

سلسلہ ہے۔ یہی سبب ہے۔ کہ اس ترقی یافتہ دور میں بلوچی زبان سے جس طرح پہلے لوگ بے خبر تھے۔ اب بھی بے خبر ہیں چونکہ بلوچستان ایک سرحدی علاقہ ہے۔ اور سیاسی طور پر اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی مغربی سرحد ایران سے متصل ہے۔ جس کی لمبائی ۵۲۰ میل ہے۔ اسی طرح اس کے شمال کی طرف کی سرحدات افغانستان سے متصل ہیں۔ اس سرحد کی لمبائی ۷۲۳ میل ہے۔ بلوچستان کے ساحل سمندر کی لمبائی ۴۷۱ میل ہے۔ اس سیاسی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے۔ انگریزوں نے اس امر کو ضروری سمجھا۔ کہ اُن کے فوجی اور سول آفیسر لازمی طور پر بلوچستان میں دو اہم زبانوں بلوچی اور براہوئی سے واقفیت رکھیں۔ چنانچہ میجر۔ ای مائکلر نے بلوچی زبان کی گرامر لکھنے کا شرف حاصل کیا۔ جس کا عنوان ہے" انٹروڈکشن ٹودی بلوچ لینگویج" جسے اُس نے ۱۸۷۷ء میں لنڈن میں شائع کرایا[1] غرض بلوچی زبان کی انیسوی صدی میں یہ پہلی گرامر کی کتاب تھی اس کے بعد ۱۹۱۲ء میں مسٹر ایچ نکول نے مشرقی بلوچی زبان کی گرامر لاہور سے شائع کرائی[2]۔ ان کے تمام کوائف سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بلوچی زبان کے لٹریچر کی ترقی سست رفتاری سے جاری

1: Major. E. MOCLER: INTRODUCTION TO A GRAMMAR OF THE BALOCH LAUGUAGE: LONDON 1877.

2: H. NICHOL: BALOCHI GRAMMAR, LAHORE 1912.

نی ۔ کلکتہ ، بمبئی اور لندن کی علمی محفلوں میں بلوچی زبان کے لٹریچر پر بحث و مباحثہ ہوتا رہتا تھا ۔ جب انیسویں صدی کی شروعات میں پہلی افغان جنگ کی تیاریاں ہو رہی تھیں ۔ تو کلکتہ کے فورٹ ولیم سے لندن کے سیاسی حلقوں میں بلوچی زبان و ادب پر بحث و مباحثہ کی ابتدا ہوئی ۔ لندن اور ہندوستان کے اخباروں اور تاریخی و ادبی رسالوں میں ریاست عالیہ قلات اور بلوچی زبان پر مضامین شائع ہونے لگے ۔

براہوئی زبان کی گرائمر

بلوچی زبان و براہوئی زبان ایشیا میں اپنا وجود رکھتی تھیں ۔ اس قوم کی حکمرانی کا سکہ بلوچستان ، سندھ و پنجاب میں قائم تھا ۔ مگر دنیا اس قوم کی زبان و ادب سے ناواقف تھی ۔ مسٹر ڈینس برے جو بلوچستان کی سول سروس میں تھے بعد میں ترقی کر کے انڈین فارن سکریٹری کے عہدے پر فائز ہوئے ۔ چونکہ ماہر لسانیات بھی تھے ۔ بلوچستان میں ملازمت کے دوران انہیں براہوئی زبان سے خاص دلچسپی پیدا ہوگئی تھی ۔ براہوئی زبان ۔ ادب اور قبیلے کے متعلق اس کی کتابیں شائع ہوتی رہیں ۔ گو کہ اس کے خیالات براہویوں کے متعلق نفرت انگیز تھے ۔ جن کا تذکرہ موقع پر کیا جائے گا ۔ ۱۹۳۱ء میں اس

تیسری کتاب بہ عنوان براہوئی پرابلم (مسئلہ براہوئی) ...
پریس سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب براہوئی زبان کی مکمل ...

براہوئی وبلوچی زبانوں کی قدامت

براعظم ایشیا میں براہوئی اور بلوچی زبانوں کے ...
لسانیات و محققین کی مختلف آرا ہیں۔ جن کی ایک ...
کو تحقیق کے ساتھ بیان کیا جائے گا محققین لسانیات ...
کو ڈراویڈی خاندان کی زبان کی شاخ تسلیم کرتے ہیں۔ جن ...
پانچ ہزار سال قبل از مسیح ہے۔ بلوچی زبان کے ...
کا خیال ہے۔ کہ اس میں اگرین (UGRAIN) اور ...
(FINISH) زبانوں کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اور ...
والوں کی زبان تھی۔ یہ رائے درست ہے۔ کہ یہ زبان ...
والوں کی تھی نہ قارئین کو معلوم ہو کر میڈ۔ انڈو۔یورپین ...
تھی۔ ۶۱۲ق۔م میں اسیریا کی عظیم سلطنت انہی کی ...
سے فنا ہو گئی۔ انہوں نے براہویوں کے ساتھ مل کر نینوا ...
اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔

ماہر لسانیات کی رائے

عجیب بات یہ ہے۔ کہ یورپ کے ماہرین لسانیات ...
ہماری زبانوں بلوچی اور براہوئی کے ساتھ بھی اعتنا برتا ...

DEYNS BRAY : THE BRAHVI PROBLEM, 1934, NEWDELHI,
FRAZER : BRITISH INDIA, THE ARYANS, P.51 LONDON 1891.

ہیں اور نکتہ رس نگاہوں نے جہاں دیگر مشرقی زبانوں
ادب کے دفاتر اُلٹ پلٹ کر ڈالے۔ وہیں انہوں نے
چی اور براہوئی زبانوں کے ادب کو بھی نظر انداز نہیں
انہوں نے زرتشت سے لے کر نوشیروان تک کے دور
فارسی زبان کی پوری تاریخ مرتب کی۔ مگر بلوچی زبان وادب
یں براہوئی زبان بھی شامل ہے۔ کو ایک ایسا ناقابل حل مسئلہ
رار دیا۔ جو بقول مسٹر ڈینس برے یہ کہ ایک معمہ ہے جسے
ہرین۔ مفسرین۔ محققین لسانیات مستشرقین حل کرنے سے
ز ہیں۔

مثال کے طور پر وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ ۱۹۱۱ء سے جب
ین سینس رپورٹ شائع ہوئی۔ اس سن سے لے کر ۱۹۳۱ء
اس نے براہوئی زبان پر دماغ سوزی کی مگر ان اکیس
وں کی کاوشوں کے باوجود بھی اس زبان کا مسئلہ حل نہ ہو سکا۔
ماہرین و محققین لسانیات نے اس میدان تجسس میں خیالات
گھوڑے دوڑائے ہیں۔ ان کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ یاد
ہے۔ کہ ان ماہرین و محققین لسانیات کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک
گروہ ہے جو براہوئیوں کو آرین نسل تسلیم کرتا ہے دوسرا وہ طبقہ
۔ جو انہیں ڈراویڈی نسل کے لوگوں میں شمار کرتا ہے۔ دراصل
ایک خطرناک حربہ ہے۔ جس کے ذریعے مغربی فلاسفر بلوچی اتحاد
پھوٹ ڈالنے اور ان کی قوت کے شیرازہ کو منتشر کرنے
کے لئے ایجاد کیا ہے۔ اس مسئلہ نے براہوئیوں اور بلوچوں

کے درمیان توڑنے کے لیۓ علمی دنیا میں کیا کیا کوشش
ہو رہی تھیں اور اب بھی جاری ہیں۔ ان سے بلوچ عوام
طور پر واقف ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ماسوا
زبان کے اختلاف کے باقی عادات و خصائل کے لحاظ
بلوچ اور براہوئی ایک جیسے ہیں۔ بقول ہیوز۔ اصل
براہوئی ہیں۔ اور لفظ بلوچ دونوں گروہوں کے لیۓ
استعمال ہوتا ہے۔ وہ ماہرین و محققین اکتساب جو
کو دڑاویڑی نسل شمار کرتے ہیں۔ ان کی تعداد بہ نسبت
محققین اکتساب کے جو براہوئیوں کو آریائی یا سیماٹیں
ہیں۔ بہت قلیل ہے۔ اب ہم براہوئی زبان کی طرف
کرتے ہیں۔

براہوئی زبان کے متعلق آراء

ماہر لسانیات ڈاکٹر گریسن (DR. GRIERSON) بلو
کو یورپین اور براہوئی زبان کو ڈرویڈی زبان مانتے ہیں
ڈرمپ (DR. TRUMP) جس نے پہلی مرتبہ سندھ
کی گرامر اور ادب پر قلم جولانی کی اور ۱۸۶۶ء میں جرمن
شہر لیپیا سے (شاہ جو رسالو) کو شائع کروایا۔ وہ
کا بھی ماہر تھا۔ وہ براہوئی زبان کو درویڈی زبانوں کے
میں شمار کرتا ہے۔ مسٹر اے۔ ڈبلیو۔ ہیوز فیلو آف
جغرافیکل سوسائٹی۔ ڈاکٹر ارنسٹ ٹرمپ کا ہمعصر تھا۔

کے پاس سرکاری فنڈز کافی تھے۔ اس لئے ہیوز نے پہلی مرتبہ تاریخ بلوچستان کو مرتب کر کے ۱۸۷۷ء میں لنڈن سے شائع کیا۔ اور براہوئی زبان کو ڈرویڈی زبان کہا۔[1] ڈاکٹر کالڈویل (DR. CALDWELL) جس نے درویڈی زبان کی گرامر لکھی تھی اس نے بھی براہوئی زبان کو ڈرویڈی خاندان کی زبانوں کی ایک شاخ قرار دیا۔ ان دانشوروں کے علاوہ کچھ اور بھی محققین تھے۔ جو اسی سلسلے میں دماغ سوزی کر رہے تھے۔ مثال کے طور پر ۱۸۷۷ء میں مسٹر برینڈرتھ (BRANDRETH) نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی والوں کے لئے غیر آریائی زبانوں کی فہرست تیار کی۔ مسٹر آر کسٹ (AR. CUST) نے جغرافیائی نقطہ نظر سے اقوام کی فہرست مرتب کی۔ اس فہرست میں براہوئی کا ذکر نہیں۔ مسٹر لانگ ورتھ ڈیمز بلوچوں کو ایرانی (IRANIAN) شمار کرتا ہے[3] ہندوستان ایریک (۲۴-۱۹۱۴ء) جو ایک سالانہ رپورٹ ہوتی ہے۔ اس میں بلوچ اور براہوئی کو ترکی ایرانی نسل بیان کیا گیا ہے۔ ہنری پوٹنجر مارکو پولو کے بعد دوسرا مغربی سیاح

۱۔ سندھ حکومت نے سندھی زبان کو ترقی دینے کے لئے ڈاکٹر ارنسٹ کو انتخاب کیا تھا اسی طرح برٹش بلوچستان کے بانی سر رابرٹ سنڈیمن نے بلوچستان کی حکومت کی طرف سے مسٹر اے۔ ڈبلیو ہیوز کو بلوچستان کی تاریخ مرتب کرنے کے کام پر مامور کیا تھا یہ دونوں دانشور سکولوں کے لئے کتابیں لکھتے تھے۔ ان کو کافی رقوم بھی سرکاری طور پر ملتی تھیں۔

2. W. HUNTER HISTORY OF INDIA: THE DRAVADION LAUGUAGE,

3. L. DAMES. POPULAR POETRY OF THE BALOCH: BALOCH RACE LAHOR 1906

جس نے بلوچستان کی سیاحت کی ہے ۔ وہ براہویوں کو تاتاری نسل
کے لوگ کہتا ہے ۔ روسی محقق خانیکاف (KHANIKOFF)
براہویوں کو ترک نسل میں شمار کرتا ہے ۔ ان کا اصلی وطن
توران ہے ۔ اُن کی ایک شاخ ایشیائے کوچک میں عثمانی ترک
کے نام سے مشہور ہوئی ۔ اور دوسری شاخ نے براہوئی کے
نام سے بلوچستان میں شہرت پائی ۔ ان میں ترکی رسومات رائج
ہیں ۔ ان کی زبان میں ترکی زبان کے بہت سے الفاظ بھی پائے
جاتے ہیں ۔ مثلاً تمن جرگہ ۔ بولک ۔ لفظ بلوچ خود بھی ترکی لفظ
ہے ۔ اب قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں ۔ کہ براہوئی ڈراویڈی نسل
سے ہیں ۔ یا سیاطیقی یا آریائی ہیں ۔ ابھی صحیح معنوں میں محققین
کا یہ فیصلہ تشنۂ تکمیل تھا ۔ کہ ۱۹۲۷ء میں سر ڈینس برے کی
براہوئی گرامر نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ۔ کہ براہوئی
واقعتاً ڈراویڈی نسل سے ہیں پھر کیا تھا ۔ انسائیکلوپیڈیا میں
بھی براہویوں کو ڈراویڈی قرار دے دیا گیا ۔ اس فیصلے کے بعد
علمی دنیا میں براہویوں کے متعلق عجیب و غریب اور غلط آراء
قائم کی گئیں ۔ حقیقت کچھ اس طرح ہے ۔ کہ براہوئی زبان
بلوچی زبان کے مقابلے میں ذرا سخت زبان ہے ۔ اس کو
جنوبی بلوچستان میں کردگالی بھی کہتے ہیں ۔ براہوئی جب بلوچستان
میں داخل ہوئے ۔ اس وقت یہاں ڈراویڈی ۔ تاتاری ۔ حبشی
فنیقی ۔ یہودی ۔ فارسی ۔ آرمنی میڈی ۔ اور ہندی اقوام بستی
تھیں ۔ یہ ناممکن امر تھا ۔ کہ سماجی زندگی میں ان ہمسایہ

وام کی زبان ۔ ان کی زبان پر اثر انداز نہ ہوئی ۔ اس سماجی رابطے سے اُن کی زبان میں عربی، پہلوی ترکی، سنسکرت، پراکرت زبانوں کے الفاظ کی آمیزش ہو گئی ۔ اس طرح انگریزی الفاظ موجودہ دور میں براہوئی زبان میں شامل ہو چکے ہیں۔ جیسے ٹکٹ ۔ ریل ۔ اسٹیشن ۔ گلاس وغیرہ ۔ ان کوائف سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ زبان ہر صدی میں ترقی کرتے کے علاوہ بدلتی جا رہی ہے ۔ اس میں بعض دروڑی زبان کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس قوم کو ڈرویدی اقوام میں شامل کیا جا رہا ہے۔ ڈرویدی الفاظ یہ ہیں ۔

۱۔ خیسُن (سرخ) ۲۔ پالْ (دودھ) ۳۔ تیلْ (بچھو) ۔ ۔ بےُ (گھاس) وغیرہ۔ یہ وہ الفاظ ہیں۔ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے خالص تامل (TAMIL) یا تیلگو (TELGU) زبانوں کے الفاظ ہیں ۔ جو جنوبی ہندوستان کی خالص دراوڑی زبانوں کے الفاظ ہیں۔ یہی چند مشابہ الفاظ ہیں۔ جنہوں نے مغرب کے بڑے بڑے محققین اور ماہر لسانیات کو غلطی میں مبتلا کر رکھا ہے ۔ جو میری نظر میں تجاہل عارفانہ کے مترادف ہے۔ یہ محققین اگر گہری نظر سے تحقیقات کرتے ۔ اور خوردبینی سے کام لیتے ۔ تو اس سہو کے کبھی مرتکب نہ ہوتے ۔ مثال کے طور پر جب ماہر لسانیات سر ڈینس برے ۔ براہوئی گرائمر تصنیف کر رہے تھے ۔ اس وقت اُس کا معاون و علمی مددگار

مرزا شیر محمد خان تھا۔ مرزا صاحب جو علمی لیاقت
وہ میں مناسب موقع پر بیان کروں گا۔ فی الحال اتنا کہ
کافی ہوگا۔ کہ کتاب کے مصنف مسٹر ڈینس برے کو براہوئی
زبان پر پورا عبور حاصل نہ تھا۔ اس لئے مسند اجتہاد پر
مرزا صاحب کو بٹھا دیا ۔ ١ - جو محققین و ماہرین براہوئی
زبان کو ڈراویڈی زبان تسلیم کرتے ہیں۔ ان کو یہ معلوم ہو
چاہیئے۔ کہ براہوئی زبان میں بعض ایسے الفاظ ہیں۔ جو
خالص انگریزی زبان کے الفاظ ہیں ۔ اور بعض الفاظ
معنی بھی ایک ہیں۔ مثال کے طور پر۔ ١۔ پشی (PUSSY)
استار (STAR) ٣- مسک (MUSK) ٢:- سب
٤- مچ (MUCH) (کم) ٥ - بروانگ (BROW
٦- نن (NUN) ٧- دے (DAY) (دن) ٨- پن
(PIN) (نام) یہ تمام الفاظ ہیں۔ جو قدیم زمانہ سے براہوئی زبان
میں رائج ہیں۔ جبکہ فرنگیوں کا مشرق میں نام و نشان ہی نہ تھا۔
یہ درست ہے۔ تو کیا ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے۔ کہ انگریزی
براہوئی زبان سے نکلی ہے ۔ یہ وہ کوائف ہیں۔ جن سے
صاحب اور مسٹر ڈینس برے بے خبر تھے۔ اس طرح تو براہوئی
زبان میں عربی اور فارسی کے کئی ایک الفاظ موجود ہیں، جیسے
رب انسان ۔ قلم ۔ ورق ۔ سیف ۔ فقر ۔ محکم ۔ قمیص ۔ بیمار

١- دیکھو دیباچہ کتاب مسمٰی براہوئی از مسٹر ڈینس برے ١٩٣٤ء دہلی

طاس، طلوق - رعد - گرز - قلب - قطار - خاص - مجلس وغیرہ فارسی کے الفاظ - پرُدل - تونگر - رکاب - سامان - بالش - پشتہ - انگ - کور گبر - کوہستان - خشت - مردان وغیرہ براہوئی زبان میں روئی کو کرباس - جسے سنسکرت میں کرپاسا کہتے ہیں - جس کی یونانی صورت پاریکونال ہے - کرپاس براہوئی زبان کا لفظ ہے - جو روئی کے لئے استعمال ہوتا ہے - اب قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس صفحہ ہستی پر براہوئی زبان کیسے کیسے انقلابات سے دوچار ہوئی ہے -

بلوچی زبان کے متعلق آرا

آر - ہیوز - بلر کہتا ہے کہ بلوچی زبان پہلوی زبان کی ہمشیرہ ہے - جس طرح عرب وایران کے تعلقات زمانۂ قدیم سے آپس میں استوار تھے - اسی طرح بلوچی اور پہلوی زبان بھی زمانہ قدیم سے آپس میں وابستہ رہی ہیں - شاہنامہ کے افراسیاب وجمشید کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بلوچوں اور ایرانیوں کے تعلقات آپس میں وابستہ رہے ہیں - اور مملکت قلات میں کسی زمانہ میں فارسی زبان اپنی کسی شکل میں رائج رہی ہے - جو بعد میں بدل کر موجودہ مکرانی بلوچی کی صورت اختیار کر چکی ہے - زمانہ قدیم سے مکرانی ایشیا کی ایک علیحدہ زبان شمار ہوتی تھی - جسے مارکوپولو نے ایک علیحدہ زبان بیان کیا ہے - بلوچی زبان فارسی

زبان سے کس قدر نزدیک ہے۔ اس کا انکشاف جرمنی کی (KIEL) یونیورسٹی کے علم لسان کے ماہر پروفیسر ڈاکٹر اینڈریز (DR ANDREAS) نے کیا تھا۔ ڈاکٹر نے یہ قطعی طور پر کہا کہ بلوچی زبان پہلوی زبان کی ایک شاخ ہے[1]۔ مسٹر لانگ ورتھ ڈیمز بلوچوں کو ایرانی النسل شمار کرتے ہیں۔ مسٹر سی۔ ای گلیڈ اسٹون (C-E-GLADSTONE) بنگال سول سروس میں تھا۔ بعد میں ڈیرہ جات میں بھی آفیسر رہ چکا تھا۔ اور مسٹر اے ڈبلیو ہیوز کا معاون آر۔ بی۔ بروس (R-B-BRUCE) اسسٹنٹ کمشنر ڈیرہ جات یہ بھی اسی نظریہ کے علمبردار ہیں[2]۔ مسٹر بروس کہتا ہے کہ بلوچی زبان میں بعض حلقی الفاظ عربی ہیں۔ غرض اس زبان کا دائرہ اثر وادی راوی سے کرمان تک پھیلا ہوا ہے۔ اور ہلمند سے لے کر سابرمتی تک اس کے وجود کے ثبوت موجود ہیں۔ اسمیں سندھی، ہندی اور پنجابی الفاظ بھی شامل ہو چکے ہیں۔ مگر بلوچ آفیسل ریکارڈ میں یہ ایک غیر ہندی ایشیائی قوم شمار ہوتی ہے۔ سندھ کی ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۱۰۲۸۹۷ نفوس کی زبان بلوچی تھی[3]۔ ۱۹۲۱ء میں سندھ کے ضلع تھرپارکر وگجرات وکچھ کی کل آبادی ۳۹۶۳۳۱ نفوس پر مشتمل تھی۔ ان میں سے

1: R. HUGHES BNLLER : MAVRAN, BORULATIN : P.80

2: A.W HUGHES BALUCHISTAN : CHP. IV. P.III.

3: E.H. AITKEN: GAZETTEER OF THE PRNOVINCE OF SIND P.19C KARACHI 1907.

۵۲۵۹۸ نفوس خالص بلوچ تھے۔ ۴۔ قارئین اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بلوچوں کی بستیاں کہاں کہاں تک پھیل چکی تھیں بعض مقامات پر اس زبان میں مشابہت ہے۔ اور بعض مقامات پر زبان قدرے مختلف ہے۔ مثال کے طور پر خاران کے ریکیوں محمد حسنی اور رخشانیوں کی زبان پنجگور کی بولی سے مشابہت رکھتی ہے۔ مگر ساسولی محمد حسنی جو جھالاوان میں سکونت رکھتے ہیں۔ وہ براہوئی زبان بولتے ہیں۔ ان کا لہجہ سراوانی لہجہ ہے۔ رخشانی اور محمد حسنی جو خاران میں رہتے ہیں۔ ان کی براہوئی بولی نوشکی کے دیگر مینگلوں کی براہوئی بولی سے مشابہت رکھتی ہے۔ بلوچی زبان براہوئی کے مقابلے میں زیادہ وسعت رکھتی ہے۔ بلوچی میں اشعار کا ذخیرہ بہت زیادہ موجود ہے۔

بلوچی علم تاریخ و علم ادب

ہر قوم میں علما اور شعرا پیدا ہوتے ہیں۔ بلوچ قوم میں بھی شعرا اور علماء پیدا ہوئے۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے یہ زبان کیوں ترقی نہیں کر سکی۔ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ بلوچستان کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ لہٰذا صدیوں تک فارسی کا غلبہ رہا مختلف اطراف میں سینکڑوں شعراء پیدا ہوئے جو عربی اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔ بلوچی اور براہوئی زبانوں کا رسم الخط

4: SIND GAZETTER, PP-4-6. BOMBAY 1924.

بھی فارسی ہے - ان کے اشعار کے بحر بھی فارسی ہیں - یہ
کہنا درست ہوگا کہ بلوچی نظم کا عروض فارسی اور عربی عروض
کا تابع ہے - نظم میں ردیف اور قافیہ بہت ضروری چیز ہے
کاش بلوچی زبان کی قدیم تاریخ یعنی اس کی ابتدائی نشوونما
تدریجی ترقی اور تغیرات جو اس میں وقتاً فوقتاً ہوتے رہے
ہیں - قلمبند کیۓ جاتے - ہمارے بزرگ اپنی زبان وادب میں
کمال رکھتے تھے - مگر اس کی نگہداشت کی طرف کسی نے بھی
توجہ نہ دی - گذشتہ ایک صدی سے تعلیم اور علمی مذاق
ترقی کر رہا ہے - مگر ہم بلوچ اپنی زبان کی تاریخ اور ادب
کی ترقی کے بارے میں کوئی قابل قدر خدمت سرانجام نہ
دے سکے - انڈیا ایکٹ نے پنجاب، صوبہ سرحد اور سندھ
کے باشندوں کو اصلاحات سے آشنا کر دیا - ہر ایک کے
پاس پریس پلیٹ فارم ہے - مگر بلوچستان کا خطہ بے بہرہ
رہا - وہ قوم جو عراقیوں - ایرانیوں، کلدانیوں کی ہم عصر تھی
ان میں گذشتہ ایک صدی سے کوئی ایسا مورخ پیدا نہ ہوا
جو اپنی قوم کی تاریخ اور اپنی ادب کی تاریخ کے سرمایہ کو
جمع کر سکتا - ہمارے پڑوسی ادبا و مورخین جو عرب و عجم کی
تواریخ پر کتاب پر کتاب لکھتے گئے - بدقسمتی سے اپنے ہمسایہ
ملک بلوچستان کی تاریخ وادب پر قلم نہ اٹھا سکے - لہٰذا اس
سے بلوچی زبان کی تاریخ وادب اپنے زیادہ ترقی یافتہ ہمسایوں
کی نوازشات سے بھی محروم رہا - اگرچہ بلوچی سردار و امراء

شعراء کرام و علما کی دلجوئی کرتے تھے۔ مگر ان کی جو فارسی زبان سے آشنا تھے۔ علم کی کمی کی وجہ سے ایام جاہلیت میں بلوچی زبان کا ادب پوشیدہ رہا۔ مگر چونکہ انیسویں صدی کے شروعات میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملک گیری کی ہوس بڑھ گئی تھی۔ اُن کی نظریں خطہ بلوچستان پر لگی ہو تھیں۔ اس لئے اس مغربی قوم یعنی انگریز کو ملک کی تاریخ و ادب پر قلم اٹھانا پڑا۔ اس صدی میں بلوچ تاریخ و ادب پر جو کام ہوا۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سرہنری پوٹنجر

کرنل ہنری پوٹنجر کپتان کرسٹی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے۔ انہوں نے بلوچستان کے حالات معلوم کر کے اکٹھا کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ ۱۸۱۰ء میں پوٹنجر سون میانی کی بندرگاہ سے بلوچستان میں داخل ہوا۔ اور بلوچستان کے دارالخلافہ قلات پہنچ گیا۔ وہاں سے ہلمند اور ایرانی بلوچستان کی سیاحت کر کے اپنے سفرنامے کو ۱۸۱۶ء میں بہ عنوان "ٹریولز اِن سندھ اینڈ بلوچستان" شائع کیا

چارلس میسن

اس کا اصلی نام جیمز لوئیس تھا۔ یہ لندن کے ایک بیوپاری کا بیٹا تھا۔ اسے بچپن سے علم تاریخ کا شوق تھا

یونانی ، لاطینی ، فرانسیسی زبانیں سیکھیں۔ مشرق کی سیاحت کا شوق
دامن گیر ہوا۔ اس لئے ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج میں بھرتی
ہو کر ۱۸۲۲ء میں بنگال پہنچا۔ ۱۸۲۷ء میں فوج سے بھاگ کر
بیکانیر۔ بہاولپور۔ ڈیرہ غازی خان و پشاور کے راستے کابل
پہنچا۔ وہاں سے سیاحت کرتے ہوئے ، غزنی شال کوٹ اور
درہ بولان کے راستے شکار پور پہنچا۔ ۱۸۳۰ء میں لاہور سے کراچی
آیا۔ وہاں سے مسقط گیا ۔ مسقط سے شیراز آیا اور
تبریز سے ہوتا ہوا۔ بغداد پہنچا۔ یہاں سے بلوچستان کی بندرگاہ
اورماڑہ آیا۔ پھر سون میانی آیا۔ سون میانی سے قلات پہنچا
اس نے اپنے دوران سفر بعض ممالک کے آثار قدیمہ کی دستاویز
حاصل کیں ۔ اور مختلف ممالک کے سکے بھی جمع کئے تھے ۔ جنہیں
اُس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت بمبئی کے حوالہ کر دیا
۱۸۳۶ء میں اس نے دوبارہ کمپنی کی ملازمت اختیار کی۔ مگر
کپتان ویڈ کی مخالفت کی وجہ سے ملازمت دوبارہ ترک کر دی
۱۸۴۰ء میں پھر قلات آیا۔ لیفٹیننٹ لوڈے جو میر شاہنواز خان
خان آف قلات کی طرف سے قلات کے قلعہ اور شہر کی نگرانی
پر مامور تھا۔ اُس کے ہاں قیام کیا۔ ۱۸۴۲ء میں واپس لندن
گیا ۔ اور اپنے سفر نامے کے تمام کاغذات کمپنی کے ڈائریکٹرز
کو پیش کر دیئے۔ کمپنی نے میسن کو پانچ سو پونڈ انعام دیا ۱۸۴۳ء میں
اُس نے میری اسٹے کیلی سے شادی کی اور ۱۸۵۳ء میں فوت ہو
گیا ۔ اس کے مرنے کے بعد اُس کی بیوی کے لئے کمپنی نے سالانہ

ایک سو پونڈ وظیفہ مقرر کیا۔ اس کی کتاب چار جلدوں میں چھپی پہلی جلد میں ۱۸۲۶ء سے لے کر ۱۸۳۸ء کے حالات درج ہیں باقی میں مختلف ملکوں کے سفر کے حالات بیان کئے گئے ہیں

سر چارلس میگریگر

سر رابرٹ سنڈیمن نے بلوچستان کے برطانوی سول ملازموں کو ہدایت کر رکھی تھی۔ کہ بلوچستان کے جن جن علاقوں میں جائیں وہاں کے حالات جمع کر کے قلمبند کریں۔ تاکہ بلوچستان پر کافی علمی مواد جمع ہو سکے۔ ۱۸۷۶ء کے معاہدے کی رُو سے جو مابین حکومت برطانیہ اور بلوچستان کے حکمران خان میر خداداد خان کے ہوا۔ انگریز ملازمین کو بلوچستان کے سروے کا آزادانہ موقع ہاتھ آیا۔ اس انگریزی سروے کے عملہ کے آفیسر سر چارلس میگریگر نے ۱۸۷۷ء میں مکران سے ہامی یک کے علاقے کا دورہ کیا۔ اس کا سفرنامہ ۱۸۸۲ء میں لندن سے چھپا۔ اس کتاب میں سفر اور ہمراہیوں کا تذکرہ ہے اور کوئی خاص دلچسپ واقعات کا ذکر نہیں۔

سر ولنٹائین چرول

سر ولنٹائین چرول کی کتاب میں انیسویں صدی میں ہندوستان کی حفاظت کے متعلق وسط ایشیا کے ممالک یعنی ایران، افغانستان اور بلوچستان کے سیاسی اقتصادی حالات

بیان کیے گئے ہیں یہ ایران و روس کے تعلقات ایران میں
بابی تحریک بلوچستان میں سردار عمر خان کی بغاوت روس کی
پیش قدمی مشرق وسطیٰ (MIDDLE EAST) کے حالات
کو سمجھنے کے لئے ایک اچھی کتاب ہے ۔ اس کا نام " دی
مڈل ایسٹرن کوئسچن کم پولیٹیکل پرابلمز آف انڈین ڈیفنس"
ہے یہ کتاب ۱۹۰۳ء میں لندن میں شائع ہوئی ۔ اس کتاب
کا وہ باب جس میں بابی تحریک کا ذکر ہے دل ہلا دینے والا ہے ۔

سر ہنگر فورڈ ہالڈچ

کرنل سر تھامس ہنگر فورڈ ہالڈچ ۔ رائل جغرافیکل سوسائٹی
لندن کا نائب صدر تھا ۔ " دی انڈین بارڈر لینڈ " ان کی
تصنیف ہے ۔ جو ۱۸۸۲ء میں لندن میں شائع ہوئی ۔ اس میں
خلیج فارس سے لے کر کابل آمو و کشمیر تک کے علاقوں کے
تاریخی ۔ جغرافیائی و سیاسی حالات بیان کئے گئے ہیں ۔ جس
میں بلوچستان کے حالات نہایت بصیرت افروز طریقے سے
بیان کیے گئے ہیں ۔ ہنگر فورڈ ہالڈچ بلوچستان کے
سروے کے محکمہ میں رہ چکے تھے ۔ ایران اور قلات بلوچستان کے
سرحدات کی حد بندی کمیشن کے برطانوی کمیشن کے صدر رہ چکے
تھے ۔ اس لئے وہ قلات بلوچستان کے چپہ چپہ سے واقف تھے
اس کی دوسری کتاب " دی گیٹ وے آف انڈیا " ۱۹۱۰ء میں
لندن میں شائع ہوئی ۔ جس میں مصنف نے اس امر کو ثابت

...ر دره خیبر کی نسبت ہندوستان کے لئے ساحل مکران ...یادہ اہم ہے ۔ ان تاریخی جغرافیائی تحریروں کے علاوہ اس ...رافیہ دان مورخ نے افغانستان ، ایران و بلوچستان کے ... نقشے بھی تیار کئے ۔ جس میں دیگر تفصیلات کے ساتھ ...ڑوں کی چوٹیوں کی بلندی بھی درج کی گئی ہے ۔

ایم لانگ ورتھ ڈیمز

اگرچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے فوجی ملازم معزور تھے مگر ...درست بھی تھے ۔ بعض آفیسر سفارتوں پر مامور ہوئے ۔ ...اں کہیں بھی گئے وہاں کے حالات معلوم کر کے کچھ لکھ دیا ...کتابیں درحقیقت انہی افسروں کی رپورٹیں تھیں ، جن کو بعد ...کتاب کی شکل دی گئی ۔ انہی کی سیاسی حکمت عملیوں کی وجہ ...ے دیسی ریاستیں نیست و نابود ہو گئیں ۔ اور انگریزی سلطنت ...جڑیں ہندوستان میں مضبوط ہو گئیں ۔ مثال کے طور پر ...اسٹیورٹ ایلفنسٹن ۔ جو کے دل میں وائسرائے ہند ہونے کی ...ت تھی ۔ بحیثیت سفیر برطانیہ شاہ شجاع سے ملنے کابل ... واپسی پر سفر کے حالات کو کتابی شکل دے دی ۔ سر جان ...م اس کا ہمعصر تھا ۔ ایران میں برطانوی سفیر مقرر ہوا ۔ فارسی ...ن کا ماہر تھا ۔ اس نے ایران کی تاریخ مرتب کی ۔ ...گزینڈر برنس بخارا گیا ۔ وہاں کے حالات قلمبند کیے ۔ اور ...تاب لکھی ۔ ۱۸۱۹ء میں مورکرافٹ نے کشمیر اور لداخ کا سفر

کیا - اپنا سفر نامہ لکھا - کرنل - جی - بی مالبین نے ۱۸۷۸ء
افغانستان شائع کی - براڈن - لیگز یندر برنس کا بھائی تھا
کا ڈاکٹر تھا - علاج معالجہ کے سلسلے میں حیدرآباد ٹالپری
پہنچا۔ سندھ کے ٹالپروں کے حالات حکمرانی قلمبند کیے
طرح ایم لانگ ورتھ ڈیمز - انڈین سول سروس کا
ایشیاٹک سوسائٹی بنگال اور رائل جغرافیائی سوسائٹی
کا ممبر تھا - ڈیرہ جات میں رہنے کی وجہ سے اُس کو
سے دلچسپی پیدا ہو گئی - مذہبی شخص تھا - مشنری سوسا
کے چھاپہ خانوں نے اس کی امداد کی - ۱۹۰۷ء میں اس کی
" بلوچ قوم " شائع ہوئی - یہ بلوچی اقوام کی تاریخ ہے - جو
اشعار پر مشتمل ہے - وہ بلوچوں سے جو کچھ زبانی سنتا
قلمبند کرتا تھا - بلوچی ادب کی کتاب پہلی بار ۱۸۴۰ء میں
ہوئی - اس کے بعد ۱۸۷۷ء تک بلوچی ادب کے سلسلے میں کچھ
نہیں ہوا - اس دوران ایل ڈیمز نے ڈیرہ جات سے
سبی تک جتنے بلوچی اشعار دستیاب ہو سکے - ان کو قلم
۱۸۸۰ء میں پہلی بار ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے کچھ
اشعار شائع کیے - علمی محفلوں میں پھر بلوچی ادب کا چر
ہونے لگا - ۱۸۹۱ء میں ایل ڈیمز نے بلوچی اشعار سے
کہانیاں منتخب کر کے بلوچی ٹیکسٹ بک شائع کی -
میں فینڈ فوک لور سوسائٹی نے گلاسگو یونیورسٹی پریس
پاپولر پوئیٹری آف دی بلوچس " کی ایک ہزار کاپیاں چھ

کتاب نے انگلینڈ میں اس قدر مقبولیت حاصل کر لی۔ کہ ۱۹۱۰ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا۔ ان تمام کاوشوں کے باوجود۔ ایل ڈیمز کی پاپولر پوئٹری آف بلوچس" اُن اشعار کا مجموعہ ہے جو اس نے ڈیرہ جات اور سبی کے شاعروں کی زبانی سنے تھے۔

اے۔ڈبلیو ہیوز

اے۔ ڈبلیو ہیوز رائل جغرافیکل سوسائٹی لندن کا ممبر تھا۔ اس نے پہلی مرتبہ سندھ گزیٹیئر مرتب کیا۔ بعد میں اس کو سر رابرٹ سنڈیمن نے سرکاری طور پر تاریخ بلوچستان تاریخ ریاست قلات ہے، مرتب کرنے کو کہا۔ اس مورخ نے بلوچی روایات۔ کپتان کک۔ نشر ٹیمپل مسٹر راس پوٹینجر اور ریبن کے سفرناموں سے استفادہ کر کے ۱۸۷۷ء میں بلوچستان کے نام سے اپنی کتاب شائع کی۔ دراصل یہ قلاتی بلوچستان کی پہلی تاریخ ہے۔ پروفیسر رالنسن محقق اس کام میں اس کا معاون تھا۔

ٹی ایم میٹر

لانگ ورتھ ڈیمز کی تقلید میں، پادری۔ ٹی۔ ایم میٹر نے ڈیرہ جات کے بلوچی اشعار اکٹھا کرنے لگ گیا۔ یہ وہ دور تھا۔ جب کہ بلوچستان کے حکمران خان میر خداداد خان

کو سیاسی مشکلات در پیش تھیں ۔ خاران ، سراوان جھالاوان
لس بیلہ کے سردار دربار قلات کے خلاف سازشیں کر
تھے ۔ انگلینڈ اور ہندوستان کے اخبارات میں بلوچستان
کی سیاسی صورت حال کا خوب چرچا ہو رہا تھا۔ چونکہ
بلوچستان کے متعلق معلومات کم تھیں۔ لہٰذا جو مضمون بلوچستان
کے بارے میں ہوتا تھا۔ اخبارات ذوق و شوق سے اس
چھاپتے تھے ۔ پادری میٹر کی نگرانی میں عیسائی مذہب ک
پھیلانے کے لیئے دو چھاپہ خانے ایک فورٹ منرو اور
آگرہ میں کام کر رہے تھے ۔ ۱۹۰۱ء میں بلوچی اشعار کا ایک
بڑا حصہ آگرہ کے اسکندریہ پریس سے کتابی شکل میں
ہوا ۔ ان کی دوسری کتاب بلوچ کلاسک ۔ پنجاب ٹیکسٹ
بک کمیٹی نے چھاپی۔ ان کتابوں کی کہانیاں مذہبی تھیں ۔ جو
زمانہ میں بلوچ سوسائٹی میں مروج تھیں ۔

آر ۔ جی ۔ بروس

سر رابرٹ سنڈیمن بلوچستان میں ۱۸۷۷ء میں پہلا ایجنٹ
ٹو دی گورنر جنرل مقرر ہوا ۔ اس کی پالیسی صلح جویانہ تھی جیسے
کا معاہدہ مابین خان بلوچ اور سرداران بلوچ انہی کی کوشش
سے عمل میں آیا ۔ گویا بلوچ کنفیڈریسی دوبارہ فعال ہو گئی ۔
وجہ تھی کہ بلوچ قبائل رابرٹ سنڈیمن کو عزت کی نگاہ
دیکھتے تھے ۔ بلوچ اسے (سلمن) کہتے تھے ۔ بلوچی شعراء

نے سنڈیمن پر اشعار بھی لکھے۔ کپتان آر۔ جے برزس نے ان تمام کوائف کو یکجا کر کے سنہ ۱۹۰۰ء میں " فارورڈ پالیسی ان بلوچستان " کے نام سے کتاب شائع کرائی۔

میجر۔ ای۔ ماکلر

میجر ماکلر پہلا انگریز ہے۔ جس نے سنہ ۱۸۷۷ء میں بلوچی گرامر شائع کی نیز اُس نے وہ تمام بلوچی اشعار جو مکران میں مروج تھے۔ جمع کئے۔ اس ادبی کام میں مسٹر۔ ای۔ پیرسن اُس کا معاون تھا۔ انہی کی کوششوں سے ۱۸۷۵ء میں جنرل ایشاٹک سوسائٹی کی بمبئی شاخ سے مکران کے شعراء ملا لکھو۔ ہوتمان کلمتی اور غلام علی کے بلوچی اشعار شائع ہوئے۔ ہوتمان کلمتی کو اگر قلات بلوچستان کا ہومر کہا جائے تو درست ہوگا۔

شمس العلماء جے جے موڈی

جے۔ جے۔ موڈی فارسی کے عظیم عالم ہیں۔ انہوں نے رسالہ ایسٹ اینڈ ویسٹ میں مکران کی قدیم تاریخ پر ایک بصیرت افروز مضمون لکھا تھا۔ کپتان راس نے مکران کے دورِ وسطیٰ کے تاریخی حالات پر روشنی ڈالی تھی۔ موڈی کا مضمون سنہ ۱۹۰۲ء میں بمبئی سے شائع ہوا۔ راس کا مضمون درحقیقت ایک رپورٹ تھی۔ جو " را

"میمو رینڈم آف مکران" کے نام سے شائع ہوئی۔ ان ...
تاریخ و ادب میں میجر جنرل ایم۔ ارٹنگ۔ ایم۔ سی۔ کرنڈے
سرپرست ہیں۔ جنہوں نے مکران کی قدیم تاریخ سے
دنیا کو آگاہ کیا۔ سب سے پہلے کپتان راس کا میمورنڈم
۱۸۶۸ء میں شائع ہوا۔ اُس کے بعد جنرل ایشیاٹک سوسائٹی
الیسٹ اینڈ ویسٹ جنرل آف دی یونائیٹڈ سروس انسٹی
ٹیوشن آف انڈیا کے رسالوں نے بلوچی ادب کو اُجاگر
کرنے میں کافی کام کیا۔ جن کا میں تہ دل سے مشکور ہوں
اگر اس قدر ادبی سرمایہ یہ رسائل مہیا نہ کرتے۔ تو مجھے بھی
کتاب کو لکھنے میں کافی دقت پیش آتی۔ یہ وہ علمی انکشافات
تھے۔ جن سے رائے بہادر ہیتو رام۔ مرزا شیر محمد۔ اور
اخوند محمد صدیق بے خبر تھے۔

اے۔ ڈبلیو اسٹالف

ہندوستان کے بحری محکمہ بمبئی کو خلیج فارس اور ساحل
بلوچستان کی نگرانی کا کام سونپ دیا گیا۔ ۱۸۲۳ء سے ...
تک جو بھی حالات تھے۔ انہیں لیفٹیننٹ اے۔ ڈبلیو ...
نے مع نقشہ ساحل مکران بلوچستان جمع کر کے کتابی صورت
میں بنام "پرشین گلف پائلٹ"۔ بحری محکمہ کے توسط سے
۱۸۷۲ء میں چھپوایا۔ اسی دوران ڈاکٹر۔ ڈبلیو۔ ٹی۔ بلینفورڈ
مور ڈ نے مشرقی ایران پر دو ضخیم جلدیں لکھیں۔ ان کتابوں

ساحل مکرانات یعنی قلاتی بلوچستان کے ساحل اور
ایران بلوچستان کے ساحل کے حالات تفصیل سے بیان کئے
گئے ہیں۔ ان علاقوں کے دیگر حالات کے علاوہ شجروں اور
جانوروں تک کا ذکر موجود ہے۔ ڈاکٹر بلینڈ فورڈ ہندوستان
کے محکمہ پیمائش کے عہدہ دار تھے۔

ڈی ونڈٹ

پوٹنجر اور میسن کے ناموں سے ساری دنیا آشنا ہے۔
ڈی ونڈٹ (DEWINDT) کے نام سے بہت لوگ
بے خبر ہیں۔ یہ شخص قلاتی بلوچستان کا ایک اہم سیاح ہے۔
اس نے سون میانی سے قلات تک کا سفر قافلوں کے ساتھ کیا
اور دورانِ سفر جو بھی آدمی ملا۔ اُن سے معلومات حاصل کر کے
انہیں قلمبند کیا۔ اسی طرح دوران سفر جس گاؤں سے گزر ہوا
اس کے حالات بھی لکھ دیئے۔ اُس کے سفر نامے کے حالات
بعد میں مسٹر فریئر (FERIER) نے جمع کئے اور کتاب کی صورت
میں (کاروان جرنیز) کے نام سے شائع کیا۔ مسٹر۔ اے
ڈبلیو ہوپ بانگرلیف نے (موجودہ دنیا) نام کی کتاب میں
اس کے سفر نامے کے حوالہ جات دیئے ہیں۔ اس سیاح
نے قلاتی بلوچستان کے طبعی حالات پر سیر حاصل بحث
کی ہے۔

اے۔ ڈبلیو۔ ہیوز نے تصنیف کی تھی۔ غرض بلوچستان کا سیاسی مسئلہ بلوچی ادب و تاریخ کے اجاگر کرنے میں ایک سنگِ میل ثابت ہوا۔ یہ وہ دور تھا۔ کہ مغربی محققین مشرقی ادب اور اُس مشرقی زبان کو جس میں ادبی مواد پڑا ہے۔ تلاش میں سرگرم عمل تھے۔ جرمن محقق۔ ڈارمیسٹیٹر نے نے فارسی زبان کی مکمل تاریخ تیار کی اس کے علاوہ پشتو پر "چانٹ ڈس افغانس" شائع کی۔ سی لائل (C.LAYALL) نے قدیم عربی شاعری پر ایک کتاب ۱۸۸۵ء میں شایع کی۔ اسی طرح علامہ ڈی گو جھے نے کتاب دمیمائرس ڈی ہسٹوری ڈی جغرافی اور ٹیسلس" ۱۹۰۳ء میں شایع کی ۱۸۹۲ء میں لندن میں مستشرقین کی نو بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ اس وقت بلوچی ادب اور تاریخ کے متعلق کافی کتابیں شائع ہو چکی تھیں فقط تحقیقات کی ضرورت تھی

قاضی نور محمد گنجابوی

جس طرح ہوتمان کلتی بلوچوں کا ہومر ہے۔ جام درک ملک الشعرا شیکسپیئر کا رتبہ رکھتا ہے۔ اسی طرح بلوچوں کا فردوسی قاضی نور محمد گنجابوی ہے۔ قاضی کی شہرت اور تصنیفات سے بلوچ یکسر بے خبر ہیں۔ قاضی صاحب گنداوہ کا باشندہ تھا۔ قاضیوں کے خاندان کا چشم و چراغ تھے۔ غازی احمد شاہ درانی اور غازی میر نصیر خان اعظم کے دور میں مرہٹوں اور سکھوں سے

مسلمانوں کی مسلسل جنگیں ہوتی رہیں۔ ان تمام محاربوں میں قاضی نور محمد خان اعظم میر نصیر خان اعظم کے ہمرکاب رہے تھے۔ اُن کی کتاب (جنگ نامہ) جو فارسی نظم میں ہے۔ جو ۲۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں انہی محاربوں کے حالات شعر میں قلمبند ہیں۔ سردار کرم سنگھ کو اس کا نسخہ خوانین قلات کے شاہی کتب خانہ سے دستیاب ہوا تھا۔ جس کو خالصہ کالج امرتسر نے نقل کروا کر ۱۹۰۶ء میں شائع کیا تھا[1] زمانہ قدیم میں گنداوہ اور کاہان علم و دانش کے مراکز تھے۔ قاضی نور محمد مجاہد تھے۔ شاعر و محقق تھے۔ موجودہ زمانہ کے دانشور ان کی تصنیفات سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

آخوند محمد صدیق

آخوند محمد صدیق اس وقت ریاست عالیہ قلات کے مستند مورخ شمار ہوتے ہیں۔ ان کی تصنیف دراصل خوانین قلات کی تاریخ ہے۔ اس تاریخ کا اصلی نسخہ غائب ہے۔ فقط وہ حصہ جو ہیتو رام نے نقل کیا ہے مل سکتا ہے۔ ان کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوانین کے وزیر اعظم بھی رہ چکے ہیں۔ ان کا بلوچی نامہ شکستہ فارسی زبان

1: DR. H. CUPTA: LATTER MOGHAL HISTORY OF PUNJAB (1707-1793) P-197.

میں ہے۔ جو ۱۲۷۶ھ میں شائع ہوا تھا۔

حاجی عبدالنبی و مولوی عبدالرب

قلاتی بلوچستان کے حالات کو جمع کرنے کے لیے ۱۸۳۸ء میں انگریزوں نے حاجی عبدالنبی کابلی کو روانہ کیا تھا۔ اس نے مکران سے خاران تک کا سفر کر کے حالات جمع کیے۔ جو ۱۸۴۴ء میں جنرل ایشیاٹک سوسائٹی نے شائع کیے۔ اس کے بعد ایک صاحب بنام مولوی عبدالرب نے ۱۹۰۳ء میں مکران کا دورہ کیا۔ اور ۱۹۰۴ء میں اپنی رپورٹ حکومت برطانیہ کو پیش کی۔ انہی کی رپورٹوں سے آر۔ ہیوز، بلر نے گزیٹیر مرتب کرتے وقت مدد لی۔ اور ۱۹۰۶ء میں مکران گزیٹیر پہلی بار بمبئی ٹائمز پریس سے شائع ہوا اس کے بعد میجر سی۔ الیف۔ مینچن نے خاران کا گزیٹیر مرتب کیا۔ جو ۱۹۰۸ء میں بمبئی سے شائع ہوا۔ پھر میجر ایم سی کونوہے (M.C.CONOHEY) نے سبی ڈسٹرکٹ گزیٹیر مرتب کیا ان گزیٹیرز کی تیاری میں دیوان جمعیت رائے اور مرزا شیر محمد خان نے ان انگریز آفیسروں کو مدد دی۔ چونکہ یہ دونوں لوگ مقامی افیسر تھے۔ انکی علمی معلومات اس قدر بھی کم تھی۔ اس لیے ان گزیٹیرز میں بہت سی خامیاں رہ گئیں ان تمام کوائف کے متعلق میں نے ۱۹۴۶ء میں پولیٹیکل ایجنٹ بلوچستان کو بذریعہ خط مطلع کر دیا۔ بعد میں آر۔ ہیوز بلر نے امپیریل گزیٹیر آف

انڈیا کی پراونشل سریز میں بلوچستان کی جلد مرتب کی۔ جو ۱۹۰۸ء
میں کلکتہ گورنمنٹ پریس سے شائع ہوئی۔

مسٹر ڈینس برے

ڈینس برے بلوچستان میں سینس رپورٹ (CENSUS — REPORT)
کے انچارج تھے۔ مرزا شیر محمد اُن کا معاون تھا۔
ان انگریز آفیسر کو براہوئی زبان و ادب سے دلچسپی تھی۔
اُس کی پہلی کتاب "براہوئی لینگویج" شائع ہوئی۔ اس کے بعد
"لائیف ہسٹری کتاب" براہوئی" رائل ایشیاٹک سوسائٹی
لندن نے چھاپی۔ اس کی تیسری کتاب "براہوئی پرابلم" ۱۹۳۴ء
میں دہلی سے شائع ہوئی۔

رائے بہادر ہیتو رام

۱۸۷۶ء کے معاہدہ مستونگ کے بعد ریاست عالیہ
قلات اور برٹش بلوچستان کی حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر
پنجاب، صوبہ سرحد، ڈیرہ جات سے آفیسر فائز ہوتے رہے
جن کی اکثریت ہندوؤں کی ہوتی تھی۔ دیوان ہیتو رام رابرٹ
سنڈیمن کے پولیٹیکل محکمہ میں منشی تھا۔ پھر ترقی کر کے
ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہوا۔ رندوں کا شجرہ رند کے سردار
سے حاصل کیا۔ پھر اخوند محمد صدیق کی تاریخ اس میں شامل
کر کے تاریخ بلوچستان ترتیب دی اور اسے ۱۸۸۱ء میں

لاہور سے شائع کرایا۔ چونکہ بلوچستان کے طول و عرض میں
انگریزی تعلیم سے لوگ شناساز تھے۔ انگریزوں سے
کو نفرت تھی۔ دیوان ہیتورام کی کتاب بلوچوں کے
کا مقام حاصل کر گئی۔ دیوان صاحب کو پہلے رائے بہادر کا
اور بعد میں سی۔ آئی۔ ای کا تمغہ انگریزی حکومت کی طرف
سے عطا ہوا۔ اُن کی شہرت کو چار چاند لگ گئے
کتاب نے ایسی مقبولیت حاصل کی۔ کہ رند تاریخ کی
بن گئی۔ چونکہ مسٹر آر۔ ڈبلیو۔ ہیوز کی کتاب۔ تاریخ
جو پہلا سرکاری ریکارڈ تھا دستیاب نہ تھا۔ اس لئے مسٹر
ایم سی ڈوئی (J.M.C.DOUIE) نے ہیتورام کے
کا انگریزی ترجمہ کیا۔ جو ۱۸۸۵ء میں کلکتہ سے شائع ہوا
دیوان ہیتورام کو ایل ڈیمز کی دو کتابوں کا علم بھی نہ تھا
بیسویں صدی سے شروعات تک کوئی بلوچ مورخ پیدا نہ
سکا۔ اور نہ ہی کسی بلوچ کی طرف سے کوئی کتاب شائع
ہوئی۔ اس لئے دیوان ہیتو رام کی تاریخ بلوچستان دوبارہ
لاہور سے شائع ہوئی۔ جو اس کا دوسرا ایڈیشن تھا۔ جو
دیوان صاحب۔ عالم نہ تھے۔ ان کے نام کا چرچا
ثابت نہ ہو سکا

علی شیر قانع

علی شیر قانع ٹھٹھوی کی تاریخ "تحفۃ الکرام" ۱۱۸۱ھ

مکمل ہوئی۔ اسی مورخ نے محمد بن ہارون حاکم مکران کی اولاد کو بلوچ قرار دیا ہے۔ اور اُس کے سلسلہ نسب کو حضرت امیر حمزہ سے ملایا ہے۔ عبارت کا اقتباس یہ ہے۔

"محمد بن ہارون مکرانی کہ در سلک عمال مکران مذکور شد با محمد قاسم حسین فتح سند تا بارمن بیلہ رسیدہ درگذشت۔ و آنجا مدفون شد۔ ولد محمد بن آبان بن عبدالرحیم بن حمزہ بن عبدالمطلب است۔ مطابق قرارداد نسابین والعہدة علیہم وقتی امیر حمزہؓ در شکارے وردو بہ زمین دور دست شدہ در دشت بہ تنہاہی افتاد بنا بر خصوصیتی کہ خدائے تعالیٰ ز انجا ہنگاشت در آن دشت آنو خالہ شد از ہری جُت ماتمش پیدا شدہ دیا امرالہی حلال گردیدہ بعد یک صحبت آنہا۔"

تحفۃ الکرام میں عباسی کلہوڑوں کا بھی ذکر ہے۔ یہ کسی حد تک شہرت بھی پا چکا تھا۔ طبقات ابن سعد۔ اسد الغابہ و بخاری یہی کہتے ہیں کہ حمزہؓ کا سلسلہ نسل شروع ہی میں منقطع ہو گیا۔ لہٰذا بلوچ امیر حمزہ کی اولاد ثابت نہیں ہو سکتے ہیں۔[۲]

---

[۱]۔ تحفۃ الکرام۔ جلد سویم۔ ص ۲۸۔ شجرہ جت و بلوچ۔ ڈاکٹر میکیول کے دفتر شعر میں بھی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب لکھا ہوا ہے۔

[۲]۔ طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۷۔

سردار غلام رسول خان قرائی

دیوان ہیتو رام کے بعد سردار غلام رسول خان ہیں۔ یہ قبیلہ قرائی سے ہیں بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کرنے کے بعد ملازمت کا پیشہ اختیار کیا۔ انہوں نے تاریخ بلوچاں تصنیف کی اور برقی پریس امرتسر سے شائع کرائی۔ اس کتاب میں پندرھویں صدی سے موجودہ دور تک صوبہ سرحد و ڈیرہ جات کے قبائل کا تذکرہ ہے۔ اس قحط الرجال کے زمانہ میں قرائی صاحب کی یہ کاوش قابل ستائش ہے۔ قرائی صاحب نے ۱۹۲۲ء میں آل انڈیا بلوچ کانفرنس میں جرگہ کی تشکیل کے لئے قرارداد پیش کی تھی۔

شہزادہ سلطان ابراہیم

موجودہ احمد زئی شہزادگان میں یہ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور علم و ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ میر سلطان ابراہیم خان خلد آشیان خان میر خداداد خان کے سب سے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ ان کی والدہ امیر دوست محمد خان امیر کابل کی پڑپوتی ہیں۔ کتابوں کا مطالعہ اقوام دنیا کی تواریخ کو تصاویر کے ذریعے مرتب کرنا۔ ان کا خاص شغل ہے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں اُن کے پاس دنیا کے کئی ممالک کی اہم شخصیات کی تصاویر کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ چنانچہ ان

بلوچ کانفرنس جیکب آباد میں ان کے تواریخی مقالے پڑھ کر سنائے گئے۔ جو تاریخی لحاظ سے بہت اہم تھے۔ پھر مضامین اخبارات کے بلہ بلوچ نمبر میں شائع کئے گئے ہیں جو تاریخ میں فولادی کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مولوی دین محمد کھوکھر

مولوی صاحب دین محمد کھوکھر۔ میونسپل گزٹ لاہور کے ایڈیٹر تھے۔ مولوی صاحب تاج پوشی نمبر نکالنے کے ماہر تھے ۱۸۹۰ء سے ۱۹۳۲ء تک دربار دہلی کے ملک معظم اور ہندوستان کی دیگر ریاستوں کے تاجپوشی نمبر تصنیف کر چکے تھے۔ چنانچہ جب خان میر محمود خان ثانی کے بعد خان میر اعظم خان نے تخت قلات پر جلوس فرمایا اور ان کی تاجپوشی ہوئی۔ مولوی صاحب نے رسم تاجپوشی قلات کی کتاب تصنیف کی جو ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔

سید حبیب

سید حبیب کو نواب آف خاران نے خاران میں مدعو

لہ دیکھو سالنامہ الحنیف ماہ فروری ۱۹۳۷ء سوانح شاغاسی ولی محمد۔ سوانح نواب محمد خان وکیل۔ خان میر خداداد خان مرحوم کے ابتدائی حالات اور ان کی معزولی پر ایک نظر خان میر محمد نصیر خان کے حالات حکومت۔ یہ تمام مضامین شہزادہ میر سلطان ابراہیم خان کے قلم کی جولان کا نتیجہ ہیں۔

کیا۔ سید صاحب نے واپسی پر تذکرۂ خاران ر...
سے کتاب شائع کی۔ جو دراصل سید صاحب کا ...
تھا۔ اس میں کچھ نوابان خاران کا تذکرہ ہے ...
تاریخی اہمیت کا کوئی تذکرہ نہیں۔

میر رحیم داد خان

مجھے بلوچ اور تاریخ بلوچستان سے کافی دلچسپی ...
اس موقع کے انتظار میں تھا۔ اس موقع پر کب خامہ فر...
کروں۔ ۱۹۳۹ء میں جب میں ملازمت سے آزاد ہوا ...
دوستوں کے اصرار پر میں نے ایک مختصر تاریخ بلوچ...
بلوچ سیریز نمبر اول کے نام سے باتصویر معہ نقشوں کے ...
کر کے ڈائریکٹر آف پبلک انفارمیشن سندھ کو ایک کا...
کی کتاب سندھی زبان میں بھی تھی۔ جناب شمس العلما عمر...
پوتہ ڈائریکٹر تعلیم نے کتاب کو ٹیچرز لائبریری پرائمری ...
سیکنڈری اسکولوں کے لئے ۱۹۴۲ء میں منظور کر کے بند...
حوصلہ افزائی کی۔ ۱۹۴۶ء میں پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے ملا...
کے بعد بلوچستان گورنمنٹ نے اسکولوں کے لئے اس کا ارد...
منظور کیا۔ یہ میری پہلی کاوش تھی۔ جو بہ فضل ایزدی کا...
سے ہمکنار ہوئی۔ بقول سید عثمان المشہور بہ شمع برہانی ...

غزل

عرش فرش است کہ در خلوت درویشان است
رنج گنج است کہ ہم صحبت درویشان است
خلعت دولت جاوید اگر مے خواہی
خرقہ با عظمت کسوت درویشان است
ظل ما مول کہ خورشید حوادث باشد
سایہ بارگہ دولت درویشان است
گرچہ طاؤس ملائک بہ جہاں شہباز باشد
مگس مائدہ نعمت درویشان است
قصہ عزق شدن عالم وآن طوفان را
خواندہ باشی کہ ہم از رحمت درویشان است
کار کا ہے کہ در بستہ کلید دراو
نفسی فاتحۂ حضرت درویشان است
سینہ بے کینۂ عثمان شدہ گنجینۂ عشق
این فتوح از مژّہ ہمت درویشان است

بلوچی ادبیات کی کیفیت

جس طرح ایران کی پہلوی شام کی سریانی مصر کی قبطی
افریقہ کی بربری زبانیں نگاہ عالم سے پوشیدہ ہیں اسی
طرح بلوچ قوم خود زندہ مگر اس کی زبان غائب ہے۔ دوسری
زبانوں نے اُسے اپنے ملک سے نکال کر دوسری زبانوں کو
اُس کے ملک میں بٹھا دیا ہے۔ جیسے عربی قرآن کی زبان
ہے۔ چین سے ایٹلانٹک تک اُس کی حفاظت کر رہی
موجودہ زمانے میں تمام مشرقی ممالک میں مغربی زبانوں کا
قبضہ ہے۔ بلوچی زبان اپنے دائرہ تک محدود رہنے کے
علاوہ اس کا علم ادب صفحۂ ہستی سے غائب ہے۔ بلوچی
زبان اپنے قواعد و لغت کی تدوین میں انگریز قوم کی ممنون
ہے۔ جنہوں نے اس زبان کو علمی اور تحریری روپ دیا
ورنہ دنیا بلوچی ادب کے مختلف پہلوؤں کی کیفیت کے
معلوم کرنے سے عاجز رہ جاتی۔ یہی ایک ملکی زبان
جو ریاست عالیہ قلات کی مشترکہ زبان ہے۔ علمی مواد
کی کمی کا یہ عالم ہے۔ کہ معاہدہ مستونگ جو ۱۸۷۶ء میں ہوا
اس معاہدہ کے ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی کوئی بلوچ
مصنف پیدا نہیں ہوا جو کسی موضوع پر بلوچی میں تصنیف
ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے مقابلے میں بلوچی
کے لٹریچر کا دامن بالکل خالی ہے۔ اگر مغرب کے

ہارے قدیم ادب کی حفاظت نہ کرے۔ تو آج ہم بلوچی
ادب اور تاریخ پر کچھ لکھنے کے قابل نہ ہوتے۔ بلوچی اشعار
میں تشبیہات بالکل عربی کی طرح مادی اور سادی ہیں۔
نہ ان میں باغ و بہار کی بو ہے۔ نہ اہل شیراز کے بلبل کی
سی خوش الحانی نہ فاختہ و قمری کی کوکو کی آواز باوجود سادہ ہونے
کے ان میں علم و فن کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جن سے
علمی، ادبی۔ قومی۔ تجارتی۔ سیاسی۔ تمدنی اور اخلاقی پہلو کا اجاگر
ہوتے ہیں۔ جہاں ماتمی ماحول ہے۔ وہاں صحیح طور پر بے کسی
و بے بسی ٹپکتی ہے۔ جہاں میدان جنگ ہے۔ وہاں سوائے
تلواروں کی جھنکار کے اور کسی چیز کا تذکرہ نہیں۔ جہاں
برسات کا بیان ہے۔ وہاں بادل کے ساتھ کڑکتی ہوئی بجلی
اور برق کا تذکرہ ہے۔ جہاں بحری جنگ ہے۔ وہاں پر
جنگی بیڑوں کا بیان ہے۔ بلوچی اشعار نے جہالت اور
بدویانہ معاشرتی دور میں بھی ایک خاص قسم کا نظام
اخلاق قائم کیا ہے۔ جو اسی احساس کے ساتھ اب
بھی قائم ہے۔ اس قوم میں آج تک کوئی باضابطہ نظام
حکومت قائم نہیں ہو سکا۔ یہاں تک کہ برطانیہ جیسی
باجبروت سلطنت بھی دخل نہ دے سکی۔ مقدمات
کا فیصلہ سرداران قبائل کرتے ہیں۔ گانے بجانے والے قبائل
اور لونڈیوں کا بھی ایک طبقہ ہے۔ ڈاکہ چونکہ طاقت کا
ثبوت ہوتا تھا۔ لہٰذا اب بھی اسے طاقت کا سرچشمہ

تصور کیا جاتا ہے۔ قول و قرار پر پختگی کی اب بھی پابندی
کی جاتی ہے۔ فریب سے نفرت باہمی جنگ و جدال نے
وہ عصبیت پیدا کر دی تھی۔ حق و باطل کی تفریق نہیں رہی۔
فقط قبیلے کی حمایت کرنا قومی فرض سمجھا جاتا ہے۔ بلوچی
شاعری پُر اثر اور قومی جذبات سے لبریز ہے۔ اشعار
میں ایسے الفاظ ہیں۔ جو وزن کے لحاظ سے مختلف ہیں
بعض نرم اور شیریں ہیں۔ بعض الفاظ ادائیگی سے جاہ و جلال
کی شان ٹپکتی ہے۔ غرض رزم بزم مدح۔ فخر۔ وعظ پند
کے لئے شعراء نے علیحدہ علیحدہ الفاظ کا انتخاب کیا ہے۔
شعر با ترکیب ہوتے ہیں۔ ان میں فصاحت و بلاغت ہوتی
ہے۔ بلوچستان دنیا کے ساتھ وجود میں آیا ہے۔ اس کا تمدن
بھی اسی طرح قدیم ہے۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے۔
کہ اس زبان کی شاعری کا پتہ عباسی دور سے لگ سکتا
ہے۔ اس دور کے بعد اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ عربوں کی
طرح بلوچ ہمیشہ جنگجو بہادر، مہمان نواز۔ غیور اور بلند
ہمت رہے ہیں۔ شعرائے کرام نے انہی باتوں کو نظم میں بیان
کیا ہے۔ مداحی کی ہے۔ مگر اس میں حقیقت کو بیان کیا ہے
مبالغہ سے کام نہیں لیا۔ ان میں شعر گوئی کا مذاق قدیم معلوم
ہوتا ہے۔ مجالس میں مشاعرہ ہوتا رہا ہے۔ جس میں سخن ور
سخن سنج جمع ہوتے تھے۔ اور طبع آزمائی کی جاتی تھی۔ تخلص
کا قطعاً رواج نہ تھا۔ گو کہ بلوچ شعراء کسی طرح بھی خاقانی، انوری

ر - فاریابی - گوئٹے ، ڈانٹے - ٹامسن - ورڈس ورتھ - اور
کاٹ سے کچھ کم نہ تھے -

شاعری اہلِ دربار میں ہر دلعزیز رہی ہے - رؤسا اور
رداز کے درباروں میں اس نے نشو و نما پائی اور ترقی کی
شاعر کی مدح سرائی دل بڑھاتی ہے - نئی امنگیں پیدا
کرتی ہے - ان سحر بیانوں کے کلام میں سادگی ، شیرینی اور
رنگینی بھی ہے - تصوف و فلسفہ بھی ہے - رزم و بزم ،
حسن و عشق ، قصے اور افسانے بھی ہیں ، قومی ترانے بھی -
جوش اور موسیقی سے لبریز ہیں - یہاں سنگلاخ زمین
سے بہت سے چشمے پھوٹے ہیں اب بلوچی زبان کی صفائی اور
شیرینی خیالات کی بلند پروازی اور پاکیزگی کا بیان کرتا ہوں -

بلوچی اشعار

ابتدا میں بلوچی اشعار کو میجر مائلز اور ایم لانگ ورتھ نے
شائع کرائے - لہٰذا اس کا سہرا انکے سر ہے - انگریزی رسالوں
میں جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال رائل ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن
ورانا میٹڈ سروس انسٹی ٹیوٹ آف انڈیا جرنل وہ شہرہ آفاق
تاریخی ادبی رسالے ہیں - جنہوں نے بلوچی زبان اور ادب کی تشہیر
کر کے بلوچ قوم کی خدمت کی ہے - سب سے زیادہ ستائش
کا مستحق رائل ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن ہے - جس نے ۱۹۰۷ء
میں " شعر البلوچستان مع تاریخی پس منظر " شائع کیا - بلوچی تاریخ

نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بلوچ تاریخ کا زیادہ
سرمایہ ان اشعار میں ہے۔ بلوچستان کی تاریخ پر قلم اٹھانے
مصنف کا فرض ہے کہ پہلے بلوچی ادب سے پوری واقفیت
حاصل کرے۔ انگریزی فوجی و سول ملازمین نے پہلے بلوچی
اشعار سے واقفیت حاصل کی، انہیں جمع کیا۔ انہی علما
علما نے بلوچی اشعار کی مختلف اقسام بیان کی ہیں

۱۔ اشعار علم انصاب ۔ ۲۔ اشعار رزمیہ
۳۔ اشعار رومانی ۴۔ اشعار عشقیہ
۵۔ مذہبی اشعار ۶۔ علم آثار کے اشعار
۷۔ خواتین کے گیت

جس زبان میں شاعری کی یہ اصناف موجود ہوں، وہ زبان
زندہ سمجھی جاتی ہے۔ اب ہم ہر صنف کو مختصراً بیان کریں

علم انصاب

اشعار علم انصاب کو انگریزی میں — BALLADS-OF
(GENEALOGIES کہتے ہیں۔ دراصل علم انصاب کے اشعار
رزمیہ اشعار کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ یہ اشعار تاریخ کی ایک
زبردست کڑی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلی بار بلوچستان
معرفت۔ جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے ان اشعار کو
کیا۔ یہ وہی اشعار ہیں۔ جن کو ڈومبکیوں کا دفتر شعر کہتے
ان کی اصل عبارت اس طرح ہے۔

شکر الحمد گزاران بادشاہ ملک وفی
یک وت کوشتی مہ ملکا در جہاں خاک دگل
بامریدوں یا علی مئے دین ایمان نخبتیں
حمزہ ء اولاد بلوچی صوب درگاہ گریں
از حلب پادکایوں گوں یزید اجھیڑیں
کل بالا بمپور نیاما شہر سیستان منزلیں
مستریں میریں جلالاں چل وچہار بولکیں
انختگوں ہاریں بندا کیچ راست پہلویں

ڈومبکیوں کے دفتر شعر کے علاوہ جن جن شعرا کرام نے علم الانساب پر درافشانی کی ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ عالو بن زریں کھوسہ مکران ۲۔ احمد بن شوران سراوان
۳۔ سوبھا بن تیغ علی ۴۔ الکاہی بن گورشی

یہ شعرا بلوچی زبان کے علم الانساب کے ماہر ہیں۔ سوبھا بن تیغ علی کا ایک شعر جو اس نے گاہی جبردار کے جواب میں دیا ہے۔ یہی ایک شعر بنی امیہ کے دور سے ۱۵ صدی عیسوی تک کی بلوچی تاریخ کا باب ہے۔ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے بلوچی سردار اور امیر سلطان کے لقب سے ملقب شاعر اپنے مخالف شاعر کو جا لیکان اور لوڈی کی جنگوں میں مع اس کے حلیف قبیلوں کے گرفتار کرتا ہے۔ اور بمپور پر قبضہ ...

ہوتا ہے۔

رزمیہ کلام

رزمیہ کلام کو انگریزی میں (EPIC-BALLADS) کہتے ہیں ۔ ان اشعار کا تعلق جنگوں سے ہے۔ فتح خیبر سے لے کر انیسویں صدی ۱۸۹۸ء تک کی چھوٹی موٹی جنگوں کے اشعار رزمیہ کلام میں شامل ہیں ۔ ان اشعار سے ہر صدی کے واقعات معلوم ہو سکتے ہیں۔ مکران کے دو اہم شعراء غلام علی اور ہوتمان کلمتی کے اشعار سے پرتگیزیوں اور بلوچوں کے معرکوں اور شاہ اسمٰعیل صفوی کا پرتگیزوں کے سامنے جھکنا اور بلیدی ملک کا سلطان سلیمان اعظم سے معاہدہ کرنے کے واقعات کا علم ہوتا ہے ۔ عالو بن زرین کھوسہ اور غلام علی کا کلام ملک دینار گچکی اور نادر شاہ کے سپہ سالار تقی خان کی جنگوں کے متعلق ہے۔ ہوتمان جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، بلوچوں کا ہومر ہے ، اس کے اشعار میں میر ہیم خان نوشیروانی اور میر گہرام گچکی جو پنجگور کا گچکی تھا۔ لعل خان اور زنگی خان نوشکے کے دو براہیوں کی باہم جنگوں کا تذکرہ ہے ۔ یہ دونوں بھائی تھے ۔ ان بلوچوں کے تمن علیحدہ علیحدہ رہتے تھے اور خودمختار تھے طاقتور کے سامنے سر تسلیم خم کر کے خراج دیتے تھے ۔ کبھی کبھی متحد ہو کر دشمنوں سے

لے قسطنطنیہ پر جب امیر معاویہ کے دور میں حملہ ہوا تھا۔ اس حملہ میں حضرت ابوایوب انصاری نے اسلامی فوج کی قیادت کی تھی۔ انہی کی تحریک سے لوگ اس جہاد میں شامل ہوئے تھے۔

رہتے تھے - ورنہ بصورت دیگر ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار رہتے تھے لہ - بہادروں اور مشاہیر کی قدر و منزلت ایک ذی فرض ہے - اس لئے رزمیہ شاعری کا دائرہ بہت وسیع ہے ۔ یہ اشعار تاریخ کی کڑیاں ہیں - ان میں کچھ اشعار وہ ہیں - جبکہ بلوچ ہجرت کرتے ہیں : میر عمر میروانی جدگالوں کو شکست دیتا ہے - یہ پندرھویں صدی عیسوی کا واقعہ ہے - لہ خاران کے شعراء کا کلام مکرانی بلوچی میں ہے ۔ جسے رخشانی بھی کہتے ہیں - ان اشعار میں گچکی اور میروانی کے نوشیروانیوں کے ساتھ محاربوں کا ذکر ہے - ملک دوستین نوشیروانی اور میر زرک براہوئی کے درمیان جو معرکہ آرائیاں ہوئی تھیں - ان میں سے دو لڑائیوں کا پتہ چلتا ہے جو بدوکشتہ اور انجیرا میں لڑی گئی تھی - ان اشعار میں کچھی ہیں رند و لاشار کی تیس سالہ جنگ جو میر چاکر اور میر گہرام کے درمیان لڑی گئیں تھیں امیر تیمور اور سندھ کے سمہ خاندان کے خاتمہ اور میر چاکر رند کی ہجرت کا تذکرہ ہے - ان رزمیہ اشعار میں بلوچوں کی آپس کی قبائلی جنگوں یعنی ہوت و رند، بلیدی، گچکی،

لہ L. DAMES: POPULER POETRY OF THE BALOCHES, P.25

MODERN REVIEW CALCALTA, JULY, BALUCHISTAN, 1918.

لہ۔ عیسوی ۱۵ صدی کا واقعہ تاریخی واقعہ ہے - جس کو مورخین نے محاربہ عظیم کہا ہے۔ دوسرا واقعہ ہجرت الکبریٰ مشہور ہے - جبکہ رند بلوچ مکران سے بطرف سندھ ہجرت کرتے ہیں -

براہوئی عبدگال، نوشیرانی براہوئی بلیدی گورگیج۔ مینگل زہری
مزاری۔ براہوئی۔ گرچانی مزاری۔ بینرنجو رند، جتوئی مزاری
مری موسیٰ خیل کھوسہ لغاری۔ غرض ہر ایک قبیلہ کی جنگوں
کا تذکرہ ہے۔ ہر بلوچ توڑیدار بندوق کندھے پر آویزاں کرکے
یا تلوار یا کلہاڑی لے کر جب پہاڑوں میں اپنے ریوڑ کو
ہانکتا ہے۔ تو دل بہلاوے کے لیے انہی رزمیہ اشعار کو
گنگناتا ہوا منزلیں طے کرتا ہے۔ اب ان بیانات سے اندازہ
ہوتا ہے۔ کہ رزمیہ کلام میں ہر دور کے کیا کیا تاریخی
خزینے پوشیدہ ہیں۔ بلفت و کلمتوں کی آپس کی جنگ
تو بہت عجیب و غریب ہے۔

رومان آفرین کلام

رومان آفرین اشعار کو انگریزی میں —ROMANTIC
کہتے ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کے بہترین اشعار (BALLADS
ہیں۔ جیسے مصر کا شہزادہ تاجر سیف الملوک، اور لس بیلہ
کی شہزادی بدیع الجمال لیلیٰ مجنوں عرب کے لیلیٰ مجنوں نہ
تھے۔ بلکہ لیلیٰ مری علاقہ کی بھنبھور کی ایک پہاڑی لڑکی تھی
اور مجنوں ایک مسافر تھا۔ جس نے لیلیٰ کی جھونپڑی کے سامنے
آکر پانی مانگا۔ حالانکہ اس سے پہلی رات برسات ہوئی تھی۔
صبح آسمان ابر آلود تھا۔ پہاڑوں کے گڑھوں میں جابجا پانی
کے ذخیرے موجود تھے۔ پانی کے ہوتے ہوئے جھونپڑی کے

نے آکر پانی طلب کرنا قابل نفرت حرکت ہے - مگر مجنوں
کو دل سے چاہتا تھا - اس کا سچا چاہنے والا تھا - اس
سے ایک بہترین ڈرامہ بن سکتا ہے -

میران ، میر چاکر رند کا سپہ سالار تھا - جو بعد میں
ہور کا گورنر ہوا - اس کے پاس ایک سبز رنگ کا کبوتر تھا
لاہور سے اس کی محبوبہ کے لئے جو لہڑی میں رہتی تھی -
ور پیام لاتا تھا - اس کبوتر کو کچھی کے گاج کے علاقے کی
ان گندم کے دانے مرغوب تھے - جب وہ پیغام لاتا تھا
میران کی محبوبہ اس کی گندم کے دانوں سے خاطر مدارت کرتی
ا - شیریں پرات ، شیریں خسرو پرویز کی رانی تھی - اس
چاہنے والے کو فرہاد بھی کہتے ہیں - جو جھالاوان کا
وچ - پادری ٹی میئر نے اس قصہ کو بلوچ کلاسکس میں
ئع کروایا تھا - بلوچوں کا دعویٰ ہے - کہ وہ ایک سنگتراش
ا - جو اپنے بال دونوں بازوؤں سے باندھتا تھا - دوستیں شیریں
ں اور دلکش ڈرامہ ہے - دوستیں ترکوں کے ہاتھ گرفتار
ا - اس کی منگنی شیریں سے ہو چکی تھی - وہ ایک خوش الحان
بھی تھا - کئی برس جیل میں رہا - ایک رات منگیتر کو
ب میں دیکھا - تو جیل توڑ کر بھاگ نکلا لیکن جب اپنے
ن نزدیک پہنچا - تو کیا دیکھتا ہے - کہ اس کی منگیتر کی
ی ہو رہی ہے - گاؤں والوں کا یہ خیال تھا کہ دوستیں
چکا ہو گا - دوستیں شادی میں ایک میراثی کی حیثیت

سے حصہ لیتا ہے۔ جب وہ دوشیزہ بے کر گانے لگتا ہے
اس کو سب پہچان لیتے ہیں۔ شیرین کی اپنے حقیقی محبوب
سے شادی ہوتی ہے۔ سسی پنوں بھی بلوچی افسانہ ہے
جو انگریزی اور دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے
میر معصوم بکری نے اُسے فارسی کا جامہ پہنا کر
کا نام مثنوی حسن و ناز رکھا۔ سمل جتنی کے دو مور
جیسے چھوٹے چھوٹے افسانے بہت ہیں۔

عشقیہ کلام

رومانی کلام کا ہر مصرع خود تاریخ ہے۔ مثال کے
طور پر بیورغ اور ترک شہزادی گران ناز کی محبت ایک
تاریخی واقعہ ہے۔ اگرچہ بلوچ اور ازغولوں میں
کے لعد عداوت ہو جاتی ہے۔ عشقیہ کلام کا موجد
شیکسپیئر جام درک ہے۔ جو بلوچی کا ملک الشعرا کے
لقب سے ملقب ہے۔ اس کے بعض اشعار کے
اس طرح ہیں۔

۱۔ جام درک اور ڈھاڈر کا دولت مند بازار
۲۔ مشک خراسان ۳۔ خواب والی پری
۴۔ نرمک کی پریوں کا غسل۔ عقبالی کی پری۔ عقبالی
لغاریوں کے علاقے میں جبل سلیمان کی چوٹی ہے
کہتے ہیں۔ کہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ اشعار

ترکمانی ہیں [1]

سنہا بن بخش علی شاعر سہرانی بلوچ ہے۔ وہ اپنی محبوبہ کی اس طرح تعریف کرتا ہے۔ کہ وہ حسن میں کسریٰ کی بیٹی سلطانہ شاہ پور کا نقش ثانی ہے۔ اس کی پیشانی مہر سلیمان کی طرح ہے۔ اس کا بستر گلاب کی نرم پتیوں کی طرح نرم ہے۔ اس کا قد سرو کی طرح ہے۔ میرے لئے وہ اس طرح قابلِ احترام ہے۔ مگر پھر وہ میری طرح انسان ہے۔

مذہبی کلام

جس طرح علم الانساب کی مستند کتاب۔ ڈمبکیوں کا دفتر شعر ہے۔ اسی طرح مذہبی کلام کی مستند کتاب امیر شہداد بن امیر چاکر کی کتاب البیاض ہے۔ جو فارسی میں ہے۔ یہ نسخہ ایل۔ ڈیمز کو ۱۸۸۴ء میں جھنگ میں سیال قبیلہ سے دستیاب ہوا تھا۔ حکیم فرشتہ کا بیان ہے کہ یہ پہلا امیر تھا۔ جس نے ملتان میں تشیعت کو رواج دیا۔ کتاب بیاض میں ہندوؤں کے ویدوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسی بیاض میں خواجہ صوفی حمید الدین ناگوری

1: CHODZKO : POPULAR POETRY OF PERSIA VOL. V. P 386 LONDON 1842.

تعریف کی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ اور ان کے حواریوں کا بیان ہے۔ ایک روز حضرت عیسیٰ کسی پہاڑ پر پہنچے۔ وہاں ایک شخص تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے اُن سے سوال کیا کہ تم کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہو۔ شخص نے جواب دیا۔ آپ بیٹھ جائیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ صبح کے وقت ایک درخت زمین سے اگا۔ اس میں چاند جیسے غنچے لگے۔ دوپہر کو غنچے کھلے۔ عصر کے وقت غنچوں کا رنگ زرد پڑ گیا۔ مغرب کے وقت انہوں نے لعل کی صورت اختیار کی۔ ان دونوں نے لعلوں کو توڑ کر کھانا شروع کر دیا۔ ان میں ہر طعام کی لذت تھی۔ جام درک کے عشقیہ کلام کو ۱۸۸۰ء میں جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے خاص نمبر کے تحت شائع کیا۔ حضرت علی وبری کے اشعار کو پادری میئر نے بلوچ کلاسک میں شائع کروایا۔ برٹن نے انہی اشعار کو اپنی کتاب " سندھ ری ویزیٹیڈ" میں شائع کیا[1]۔ براہم شنبانی کے اشعار میں فرشتوں۔ جنت دوزخ اور اہل بیت کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح لشکران جیکانی کے اشعار بھی مذہبی ہیں۔ جو بہ مقام آستی (ASNi) ۱۸۷۶ء میں قلمبند کیے گئے تھے۔ توک علی شاعر۔ جو شیرانی مری ہے۔ اپنے ایک شعر میں ڈیرہ غازی خان کی ایک طوائف کا ذکر کرتا ہے۔ جس کو لغاری قبیلے کے سردار جمال خان

---

[1] R. BURTON, SIND SEVISITED, VOL II P 165. LONDON 1877..

مقام چوٹی میں طلب کیا تھا۔ اس محفل میں طلب کیا تھا۔ اس
محفل میں شاعر طوائف سے مخاطب ہوتا ہے۔ کہ تم سمل جیسی
خوبصورت نہیں ہو۔ پھر شراب کی خرابیاں بیان کرتا ہے غلام محمد
بالاچانی کے اشعار (معراج) ۱۸۸۲ء میں شائع ہوئے۔ حضرت موسیٰ
علیہ السلام اور درویش کا قصہ باز و کبوتر حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے اشعار ۱۸۸۲ء میں احاطۂ تحریر میں لائے گئے۔ ۱۸۹۱ء
میں بلوچی ٹیکسٹ بک میں شائع ہوئے۔ ہیون سانگ کے
سفرنامہ میں سیوی کے بدھ راجا کا بیان ہے۔ یہ ایک
قدیم مذہبی قصہ ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ وہ قربانیاں
کرتا تھا۔¹

جیوا کرد مزاری کے اشعار (جوانی اور ضعیف العمری)
جس میں شاعر کہتا ہے۔ جوانی کا دور انسانی زندگی میں خوشی
کا موسم ہے۔ جیسے ضعیفی کے موسم کی تند ہوائیں اجاڑ کر ویران
کر دیتی ہیں ²

چالیس ابدال جنکو حضرت غوث الاعظم اور پیغمبر
ادریس علیہ السلام بھیجے تسلیم کرتے ہیں۔ چہل ابدال کا قصہ
میسن نے اپنے سفرنامے میں تحریر کیا ہے۔ جو ۱۸۴۳ء میں
پہلی مرتبہ شائع ³ ہوا۔

یہی قصہ بارتانی ۱۸۹۱ء میں بلوچی ٹیکسٹ بک میں
شائع ہوا۔ ۱۸۹۳ء لندن فوک لور سوسائٹی نے تیسری بار اس
قصے کو چھاپا۔ داستان محبت شہزادہ محبت خان اور سومری

1: S. JULIAN: HIOVEN THSANG. VOL I P. 137 PASIS 1857.
2: L. DAMES: POPULER POETRY OF THE BLOCHES P 165.
3: C MASSON NARRATIVE OF A JOURNEY TO KALAT. P 85. LONDON 1843

اٹھارویں صدی عیسوی کی ہے۔ جب میر عبداللہ خان ف
ڈیرہ غازی خان نے مبرانی نواب ہر بنہ کو شکست دی
پرستی کا رواج طول و عرض ریاست عالیہ قلات
ہے۔ جس کا موقع پر بیان کیا جائے گا

علم آلاثار پر کلام

ان اشعار میں لانگا، ناہر، کنگ۔ اور مبرانیو
تذکرہ ہے۔ جو ۱۵۰۲ء میں برسراقتدار تھے۔ ۱۵۲ء
میر چاکر ملتان پہنچتا ہے۔ ۱۵۱ء میں سندھ میں سمہ خاندان
حکمرانی زوال پذیر ہوتی ہے۔ ان اشعار میں پنجاب کے ضلع
میں مقام ست گھرہ کو میر چاکر کی آخری قیام گاہ بتایا گیا
ان اشعار سے بلوچوں کے ان اقوام سے سیاسی تعلقات
پتہ چلتا ہے۔ جو اس وقت سندھ۔ پنجاب۔ کچھی میں سکونت
پذیر تھے۔ قاضی نور محمد کے جنگ نامہ میں پنجاب کی اُن
کا تذکرہ ہے۔ جو میر نصیر خان نے جنگوں میں حاصل کی
تھیں ہمایوں کا بولان سے گزرنے کا بھی ذکر ہے۔

خواتین کے گیت

ان گیتوں میں بعض لوریاں ہیں۔ جو مائیں بچوں کو
وقت دیتی ہیں۔ دوسرے چھوٹے گیت ہیں۔ جن
دستانگ کہتے ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے علیحد

گیت ہیں۔ ان گیتوں کے نام بھی الگ الگ ہیں۔ جیسے (تیری راہ) و (بلبی) و (میری مندری) (عورت کی آواز) (مرد کی آواز) (اگر جتا طوفان) وغیرہ بچوں کے گیت یہ ہیں (بوڑھی نانی) و (گیدڑ) و روجہان کی مستانی۔ سرادان کی لم۔ دوست کا غلام بن کر رہنا کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ دوستی کے لئے وفاداری ضروری ہے۔ یہ گیت جنگلی اور کہنرانی زبانوں میں بھی ہیں۔ بلوچی معمے بھی ہیں۔ جو دیگر متمدن قوموں میں بھی رائج ہیں۔ بعض معمے اپنی نوعیت میں اینگلو سیکسن معموں کی طرح ہیں۔ اشعار میں معمہ بازی بلوچوں میں قدیم زمانے سے رائج ہے۔ ایک بلوچ بحری قزاق کو مکران کے ساحل پر بھیدی زبان میں۔ ایک لکڑی کے بڑے ٹکڑے پر کندہ کیا ہوا معمہ ملا تھا۔ یہ معمہ ۱۶ صدی عیسوی میں شمالی یورپ کے لوگ استعمال کرتے تھے۔[1] ایک معمہ بغرض دلچسپی تحریر کیا جاتا ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسان (آدم) ایک درخت ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں۔ دیکھا جائے تو ایک مٹی ہے۔ اور دوسری راکھ اس کا مطلب ہوا۔ کہ لوگ دو قسم کے ہیں ہندو اور مسلمان ایک کو تو دفن کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے کو جلایا جاتا ہے۔ دوسری مثال لیجئے میرے گاؤں کا نام (ڈر) ہے۔ وہاں کی رانی کا نام (بے غم) ہے۔ ماں کا نام

1: L. DAMES: SKETCH OF THE NORTHERN BALOCHI LAGUAGE LO
1881

(برفی) لڑکا اچھا شہسوار ہے۔ باپ کا نام حاضر نہیں
مگر دادا کا نام ہمیشہ جینے والا ہے۔ اس معر کا
ہے۔ سر کاؤں ڈھاڈر ہے۔ جو پرسکون جگہ ہے۔
سرخ سفید ہونے کی وجہ سے برفی کہلاتی ہے۔
کا نام شہسوار ہے۔ دادا کا نام حیات خان ہے۔

بلوچی شعراء کرام

ریاست عالیہ قلات میں ہر صدی میں علمائے کرام
محدثین۔ اور شعراء پیدا ہوئے ہیں۔ بلوچ شعرانے
کے راز افشا کئے ہیں۔ موتی پروئے ہیں۔ وہ شاہوں
امیروں کے درباروں میں بڑے بڑے رتبوں پر
رہے ہیں۔ اُن کے تین طبقے ہیں۔

۱۔ طبقہ متقدمین ۲۔ طبقہ متوسطین ۳۔ طبقہ متاخرین

۱۔ طبقہ متقدمین :۔ بعض جگہ مورخین نے بلوچ شعرا
متقدمین کو غلطی سے عجمی لکھا ہے۔ جیسے صوفی
پنجاتی۔ جنیص وغیرہ یہ تمام کیچ و مکران کے
ہیں۔ شعراطبقہ متقدمین کے نام یہ ہیں۔

۱۔ محمد بن واصف السنجری ۲۔ بسام کرد ۳۔
خواجو کرمانی ۴۔ حکیم عنصری ۵۔ فقیہ کرمانی
۶۔ امیر ہاشمی کرمانی ۷۔ وحشی کرمانی ۸۔ فرخ سیستانی

۹۔ قاضی اقوام الدین صدیقی ۱۰۔ شیخ موسیٰ سیستانی ۱۱۔ ابو سایک گر گناڑی ۱۲۔ محمد بن ہاشم ۱۳۔ سید نعمت اللہ کرمان۔ المتوفی ۸۳۶ھ مطابق ۱۴۳۲ء ان کی زبان فارسی تھی اور ان کا کلام فارسی میں ہے۔ جس کا تذکرہ تفصیل سے کیا جائے گا۔

۲۔ **طبقہ متوسطین** :۔ ۱۔ میر گہرام لاشاری ۲۔ میر چاکر رند ۳۔ شہزادہ شہزاد ۴۔ میر جاڑو ۵۔ بجر بن فیروز شاہ ۶۔ جنگو دودائی ۷۔ باہر بن سہراب ۸۔ جنگو بن غلامو ۹۔ حیروحال بن مندو دودائی ۱۰۔ حاجی خان بن غازی خان دودائی ۱۱۔ بلاچ بن حسن گورگیج ۱۲۔ ریحان رند ۱۳۔ بیورگ بن بہار رند ۱۴۔ دودا ڈومبکی ۱۵۔ رشہ مرید مست ۱۶۔ غارغ علی لاشاری ۱۷ غلام محمد بالاچانی ۱۸۔ احمد بن شوران ۱۹۔ علی محمد عمرانی کھوسہ ۲۰۔ غلام بولک رند ۲۱۔ قلاتی بن حبیب ۲۲۔ ہو تمان ۔ کلمتی ۲۳۔ عالو بن زریں کھوسہ ۲۴۔ غلام علی مکرانی ۲۵۔ محمد حکیم دیہ دار فانی۔ ماسوائے محمد حکیم دیہ دار جن کا تخلص فانی تھا ۔ باقی دیگر بلوچ شعرا نے اپنے لئے کوئی تخلص کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ ان شعراء کا کلام خالص

بلوچی ہے۔

۳۔ طبقہ متاخرین:۔ ۱۔ احمد خان لنڈؒ ۲۔ جانی بنت میر دوست بالاچانی ۳۔ جارین شنبانی بگٹیؒ ۴۔ قابل خان ڈومبکی ۵۔ سوبھا بن تیغ علی ۶۔ کاہی بن گوشے کلموئیؒ ۷۔ پنجو نیکلانی ۸۔ خدابخش مری ۹۔ قاضی نورمحمد گنجابوی۔ ۱۰۔ ملک الشعرا جام درک ڈومبکی ۱۱۔ سنہا بن بخش علی سہریانی ۱۲۔ لشکران بن سلیمان جسکانی ۱۳۔ براہم شنبانی ۱۴۔ توکل علی شیرانی ۱۵۔ جیوا کرد مزاری ۱۶۔ حیدر بالاچانی ۱۷۔ حضرت ناطق مکرانی ۱۸۔ میرزا احمد علی شاعر کبیر ۱۹۔ نواب یوسف علی عزیز مگسی ۲۰۔ صوفی تاج محمد۔

ان سب شعرا کا کلام شائع ہو چکا ہے۔ حضرت ناطق مکرانی۔ فارسی میں اشعار کہتے تھے۔ جس نے ڈھلی اور لکھنو کی ادبی محفلوں میں وہ شہرت حاصل کی جو آج تک کوئی صاحب کلام حاصل نہیں کر سکا۔ یہ مکران کا باشندہ تھا۔ ذات کا سید تھا۔ شرح دیوان غالب میں لکھا ہے کہ غالب نے ناطق سے روشنی لی تھی۔ بقول عبدالباری عاصی غالب کا یہ شعر ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

دوست غم خواری میں میری سعی فرمائیں گے۔
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائیں گے۔

الی ہمدانی کا شعر یہ ہے

بلذت ز زخم بسکہ دل زار من گرفت
ناخن ز دوم بہ زخم اگر بہ شدن گرفت

واب یوسف علی خان مکسی کا تخلص عزیز تھا۔ اور
صاحب اردو میں شعر کہتے تھے۔ یہ حزیت لپند شاعر
تھے۔ شاعر کبیر مرزا احمد علی احمد۔ میر سر علی مراد خان
تھرانی ٹالپر جو ریاست خیرپور کے حکمران تھے۔ ان کے دربار
میں ملازم ہوئے۔ بروقت عیدالفطر دربار میں سب امیر اور وزرا
موجود تھے۔ وہاں یہ دستور تھا کہ عید کے دن قبل
طعام اصحاب کبار پر درباری ادل بترا کرتے تھے۔ بعد
میں کھانا تناول فرماتے تھے۔ میر صاحب کے مرشد سید
ظفر علی شاہ بھی موجود تھے۔ میر خیرپور نے اپنے مرشد
سے کہا کہ روز عید سعید ہے۔ کچھ فرمائیے۔ شاہ صاحب
نے یہ شعر پڑھا۔

زچشم خود در آزارم کہ بر سنی نظر دارد
ز عمر خویش بیزارم کہ او نام عمر دارد

چاروں طرف سے داد کے نعرے بلند ہوئے۔ جب خاموشی

دیکھو مکمل شرح دیوان غالب۔ مولوی عبدالباری عاصی ص ۲۱ لکھنو

ہوئی۔ تو مرزا صاحب نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو
بھی کچھ عرض کروں نواب خیر پور نے فرمایا ضرور

مرزا صاحب نے فی البدیع جواب دیتے ہوئے فرمایا

بود برکندہ آن چشمے کہ از سنی ضرر دارد
دو صد خنجر برآن سینہ کہ او کینئے عمر دارد
روافض گر زند طعنہ بہ یارے غار پیغمبر
مکن عیبش کہ او لعنت ز میراث پدر دارد

۱۸۹۳ء میں جب میر محمود خان ثانی خان آف قلات
منصب پر فائز ہوئے تو انہوں نے ان کو مستوفی
کے عہدے پر فائز کیا۔ جو وزیر اعظم کے
کے برابر ہے۔ اس وقت نہ ہمارے پاس دیوان
مکرانی ہے۔ اور نہ مرزا احمد علی صاحب کا دیوان
مرزا صاحب کا بیٹا اُن کے دیوان کو سنبھال

فن موسیقی کے ساز

شعر و شاعری بلوچوں کے ہر طبقے کا شغل رہا ہے۔ ان کی
کے سازوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ان سازوں کے
ہیں۔ بلوچی ساز یہ ہیں۔ رباب، دمبیرہ یا دنبورہ۔
بربط کو یعنی (LUTE) کو بلوچی ساز شمار کرتا ہے

HUGHES: BALUCHISTAN , CHP II P.39

جسے بلوچی میں (شرونز) کہتے ہیں۔ اس ساز کو لوڑی استعمال کرتے ہیں۔ ایک اور بلوچی ساز ہے۔ جو ستار کی طرح ہے۔ جس کے پانچ تار ہیں۔ اسے پنجتارہ کہتے ہیں (LUTE) کو بلوچ (نڑ) کہتے ہیں۔ بلوچ اس ساز کے بہت دلدادہ ہیں۔ نے فارسی میں نڑ کو کہتے ہیں۔ مولانا رومی مثنوی میں نے (نڑ) کے متعلق یوں رقمطراز ہوتے ہیں۔

بشنواز نے چون حکایت مے کند
وز جدائی ہا شکایت مے کند

بلوچ قوم کی تعریف۔ فردوسی کی زبانی

شاہنامہ کا مصنف فردوسی بلوچ قوم کو شوخ اور انقلابی قوم تصور کرتا ہے۔ ایران کے شہنشاہ نوشیروان کے دور حکومت میں بلوچوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ جن کا ساتھ اقوام دیلمی اور گیلانی نے بھی ساتھ دیا۔ اسی بلوچی شورش نے ایران کی ساسانی سلطنت کی بنیادیں کھوکھلی کر دیں۔ اور عرب فاتحین کے لیئے ایران پہ قبضہ کرنے کی راہ ہموار کردی۔ علامہ سیوطی بھی بلوچوں کو انقلابی قرار دیتا ہے۔

مارکو پولو کی رائے بلوچوں کے متعلق

مارکو پولو لکھتا ہے۔ کہ کرمان کے صحرا میں ہزاروں کی تعداد میں بلوچ رہتے ہیں۔ قافلوں سے ٹیکس وصول کرتے ہیں۔ اگر کوئی

ٹیکس نہ دے۔ تو سزا کے طور پر اُن کو لوٹتے ہیں۔ اور لوگوں کو غلام بناتے ہیں۔

جمال الدین افغانی کی رائے بلوچوں کیمتعلق

جمال الدین افغانی اپنی تاریخ افغانستان میں جو عربی زبان میں ہے۔ بلوچوں کی یوں تعریف کرتا ہے۔

قندھار کے جنوب میں ایک قوم آباد ہے۔ جسے بلوچ کہتے ہیں۔ یہ ایرانی نسل سے ہیں۔ ان کے بال لمبے ہوتے اُن پر خوب تیل لگا ہوتا ہے۔ سینڈل پاؤں میں پہنتے ہیں تلوار کمر کے بجائے کندھے پر لٹکاتے ہیں۔ بہادری اور راہزنی میں مشہور ہیں۔ سخاوت اور مہمان نوازی میں یکتا ہیں خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہیں۔ اپنے کو پیغمبر اسلام کی اُمت سمجھتے ہیں۔ اُن میں ایک رسم ہے۔ جب بھی وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ ایک دوسرے سے حال و احوال پوچھتے ہیں''

کرنل ہالڈچ کی رائے بلوچوں کیمتعلق

کرنل سر تھامس ہنگر فورڈ ہالڈچ نائب صدر جغرافیکل سوسائٹی لندن، بلوچوں کے بارے میں یوں کہتا ہے۔

۱۔ تاریخ افغانستان حضرت جمال الدین افغانی ترجمہ ص ۔ ۱۳۳

"بلوچ اپنے دشمن سے میدان میں نکل کر مقابلہ کرتا ہے صلح و امن میں وہ اپنے ہتھیاروں کو اپنے ساتھ رکھتا ہے ان کے تیل آلودہ چمکتے شکتے دھوئے بلیے بال یہ گواہی دیتے ہیں کہ ایشیائی اقوام میں انسان کا ایک بہترین نمونہ ہیں ان کے سیما طبقی چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحرائے نجد کے بلند قامت جوان ہیں"[1]

آر ہوپ ۔ مانکریف کی رائے بلوچوں کے متعلق

مسٹر مانکریف اپنی کتاب "موجودہ دنیا میں" بلوچوں کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"بلوچ تندخو اور جلد حرکت میں آنے والی قوم ہے مضبوط ارادے کی مالک ہے۔ ان کے چہروں کا رنگ عربوں کی طرح زیتونی ہے۔ بلوچ اور براہوئی کی شکلیں مشابہ ہیں ان کے چہروں کی بناوٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ تیز فہم ہیں اور یہی سبب ہے کہ وہ جلد غصے میں آتے ہیں۔ غیرت کے مسئلہ پر وہ مرمٹنے سے ہرگز دریغ نہیں کرتے۔ ان کی بے خوفی کا پتہ ان کی لاپرواہی سے ہوتا ہے۔ ناموری حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ سفر کرنے سے گھبراتے نہیں۔ ایرانی اور افغان دن میں آرام کرتے ہیں۔ رات کو سفر کرتے

---

[1] SIR-T.H- HOLDICH = THE. INDIAN BORDER LAND. P. 185.

ہیں۔ بلوچ دن کو بھی تیز دھوپ میں سفر کرتے ہیں۔ صحراؤں میں ستاروں کی گردش سے واقفیت رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اپنا راستہ پہچان لیتے ہیں۔ لمبی مسافت میں صرف ایک بار پانی پیتے ہیں۔ ترکی قبائل کی طرح علم شگون پر یقین رکھتے ہیں۔ جنگ کے دوران اور حملہ کے وقت بہت پھرتیلے پن سے کام لیتے ہیں۔ جہاں رات کے وقت پڑاؤ ڈالتے ہیں تو ان میں سے ایک فرد صبح تک جاگتا ہے۔ شب بیداری کے قائل ہیں۔[1]

گرنھتی گیری کی رائے بلوچوں کے متعلق

ایڈیٹر اخبار ٹائمز آف انڈیا گرنھتی گیری جس نے بمبئی سے براستہ خلیج فارس باسفورس تک سفر کیا۔ اپنے سفر نامے میں بلوچوں کے بارے میں لکھتا ہے۔ اس کا قوم کا وجود کراچی سے مسقط اور بندر عباس تک نظر آتا ہے یہ عربوں کی طرح بہت شریف ہیں۔ ان میں صبر کا مادہ بھی بہت زیادہ ہے۔ ضرورت کے وقت حرکت میں جلد آجاتے ہیں۔ ان کی جسمانی ساخت بہت مضبوط ہے۔ چونکہ رہنا ان کا شیوہ ہے۔ سیاسی امور میں فقط اتنا جانتے ہیں کہ اپنے سردار کا

1- A.R. HOPF, MONCRIFF. THE WORLD OF TODAY, BALUCUSTAN D.P. 97. 98

کے بجا لایا جاتا ہے۔

خان بہادر فضل اللہ

خان بہادر فضل اللہ گجرات گزیٹیر میں بلوچوں کو ایشیا کے سوئٹزرلینڈ ("SWITZERS OF THE EAST") قوم کہتا ہے[1]

خان بہادر صادق علی کی رائے بلوچوں کے بارے میں

خان بہادر صادق علی شیر علی انصاری بلوچوں کو غیر ہندی ایشیائی (NON-INDIAN ASIATIC RACE) شمار کرتا ہے۔ سندھ کیس ریکارڈ جو انہوں نے ۱۸۹۱ء میں مرتب کیا ہے۔ اس میں رائے دی ہے[3]

علامہ اقبال کی رائے بلوچوں کے بارے میں

مشرق کا فلسفی شاعر ڈاکٹر اقبال نے جس طرح اپنے اشعار میں برہمن۔ عرب۔ افغان اور ترکوں کے بارے میں اظہار خیال کر کے

---

[1] K.B. FAZULLAH: GAZETTEER OF BOMBAY PROVINCE VOL IX PART II GUJRAT AND ITS POPULATION, BALOCHES.

[2] GRATHAN GEARY = THROUGH ASIATIC TURKEY. LONDON. 1878

[3] K.B SADIK ALI MUSULMAN-RACES FOUND IN SIND-AFGHANISTAN AND BALUCHISTAN.

پند و نصیحت کی ہے۔

اسی طرح بلوچوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اپنی کتاب
حجاز میں بلوچوں کا یوں تذکرہ کرتے ہیں۔ مانا کہ بلوچوں کا
ہے۔ مگر اُن کے لئے دھلی و بخارا سے بہتر ہے۔
کی اقوام کو اپنی مشینوں پر بھروسہ ہے۔ مگر بلوچوں کو اپنی
پر اعتماد ہے۔ بیان بہت طویل ہے۔ اُس کا خلاصہ
کیا گیا ہے۔

بدنی ساخت

کسی ملک و قوم کی اہمیت و تمدن کو جاننے کے
ان کی روایات ۔تاریخ ادب اور آثار قدیمہ کے متعلق
معلومات ضروری ہیں۔ جیسا کہ کسی ملک اور قوم کی ترقی
بہتری کے لئے وہاں کے معدنی دولت ۔ زراعت اور
کی ہنرمندی اشد ضروری عناصر ہیں۔ بلوچستان ہمارا
ہیں واحد ملک ہے۔ جس کے عناصر کے بارے میں کوئی
نہیں ہیں۔ آثار قدیمہ کا البتہ بہت سا مواد موجود ہے۔
ماہرین نے ان کا اب تک .... انکشاف نہیں کیا۔
سے مغربی علما نے بلوچ قبائل میں انتشار ڈالنے کے
طرح طرح کے نظریات پیش کئے ہیں۔ تا کہ ان کی یکجہتی
پارہ پارہ ہو جائے۔ پہلا حربہ تو نسلی اختلاف کا تھا۔
انہوں نے استعمال کیا۔ اور کہا کہ بلوچوں کا ایک

دراوڑی نسل سے تعلق رکھتا ہے - اب نسل کے بعد علم الاجسام آتا ہے - جسے انگریزی میں (ANTHROPOLOGY) کہتے ہیں - اس علم الاجسام کے موجد قدیم مصری ہیں - اور زمانہ قدیم میں یہ علم مصر، یونان، اور ہندوستان میں رائج تھا - چنانچہ فرعنہ مصر کے ۱۹ بادشاہوں کے مقبروں پر مختلف اقسام کے لوگوں کی شکلیں مختلف رنگوں میں دکھائی گئی ہیں ۱۔ مصری سرخ رنگ میں ۲- سیما طیقی زرد رنگ میں ۳- حبشی سیاہ رنگ میں ۴- یورپین سفید رنگ میں جو میمفس (MEMPHIS) پایہ تخت مصر میں رہتے تھے - ارسطو پہلا عالم تھا - جس نے علم الاجسام کی تعلیم کو یونان میں رائج کیا[۱] یہ ایک ضروری علم تھا - جسے جاننا ضروری تھا - چنانچہ بقول پروفیسر فلنڈرس قدیم زمانہ میں دنیا کی تمام متمدن اقوام مصر یونان - بابل - ایران اور ہندوستان میں علم الاجسام کی تعلیم رائج تھی - رگوید کے ۱۲۹ منڈل میں - لفظ (ورنا) (VARNA) رنگ کا معنوں میں استعمال ہوا ہے - یعنی اچھا رنگ و روپ ایک شریف آریائی کے لئے[۲] ضروری ہوتا تھا - سولہویں صدی عیسوی میں پہلی بار لاطینی زبان میں علم الاجسام پر کتاب

۱- دیکھو ارمغان حجاز - ڈاکٹر سر محمد اقبال " بڑھے بلوچ کی بیٹے کو وصیت " ص ۲۲۹ لاہور

۲- BENDY SHE-THE HISTORY.OF ANTHROPOLOGY VOL I-P-356 LONDON

لکھی گئی۔ اور ۱۸۵۹ء میں پہلی بار انگلینڈ میں شائع ہوئی موجودہ دور میں اس علم نے کافی ترقی کی ہے۔ بقول محقق چارلس ڈارون انسان پہلی بار بندر کی شکل میں دنیا میں وجود میں آیا اور اس کے جسم نے ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے موجودہ انسان کی شکل اختیار کی۔ لہ

بجرم عشق توام مے کشند و غوغائیست
تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

ظہور اسلام اور قرآن پاک کے نزول کے بعد رب العالمین نے اسلامی مساوات اور اخوۃ کی تعلیم دے کر آقا اور غلام کا فرق ہی مٹا دیا۔ امام المورخین ابن خلدون نے تمام دنیا کو اقلیموں میں تقسیم کر کے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان اقلیموں کا باشندہ قرار دے کر ایک عالمگیر بین الاقوامی برادری کو ثابت کر دیا۔ کوریہ (CUVIER) جیسے محقق نے نے ابن خلدون کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ ٢ه

مغربی محققین نے پوری دنیا کے انسانوں کو مختلف طبقوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اسی طرح ان محققین نے بلوچ تمن ناردئی۔ براہوئی رند کو سیناطیقی نسل میں شمار کیا ہے۔ بلوچوں

لہ DARVIN-C: THE IMPRESSION-OF THE. EMOTIONS IN MAN AND ANIMALS 1872

٢ه ALFRED, C. HADDON HISTORY.OF. ANTHROPOLOGY, CH-III P LONDON

نسل کے بارے میں کرنل ہالڈچ ایم لانگ ورتھ۔ میجر۔ ای
بی۔ اے ڈبلیو ہیوز بلر، ڈاکٹر بیلو۔ روسی محقق خانیکاف
نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ ابن حوقل ابن اثیر۔ حمزہ
اصفہانی نے بھی اس بارے میں اظہار خیال ہے۔ ڈاکٹر بیلو
نے بلوچوں کے تمن براہوئی کو ترکو ایرانی نسل بیان کیا ہے۔
ڈینز کہتا ہے۔ بلوتج من حیث القوم ایرانی نسل سے
تعلق رکھتے ہیں۔ اے۔ ڈبلیو۔ ہیوز انکو عرب نسل میں
شمار کرتا ہے۔ اور سائٹھ یہ بھی کہتا ہے کہ براہوئی زبان
میں دراوڑی الفاظ کی آمیزش ہوئی ہے۔ بلوچستان زمانہ قدیم
سے مغرب و مشرق کی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے
قدیم اقوام کی گزرگاہ رہی ہے۔ وہ قوم جس نے موہن جوڈرو
کی بنیاد وادی سندھ میں ڈالی تھی۔ ان کا یقیناً یہاں
سے گزر ہوگا۔ اُس زمانہ سے لیکر آج تک نہ معلوم
کتنی اقوام کا واسطہ براہوئی تمن سے پڑا ہوگا۔ علامہ
ابن اثیر کہتا ہے کہ جیسے ترکوں میں جرگہ کا رواج
ہے بالکل اسی طرح بلوچی تمنوں میں جرگہ کی رسم رائج
ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلوچ نسلاً ترک ہیں۔
ابن حوقل بلوتج اور کرد کو ایک قوم سمجھتا ہے۔ اور لکھتا ہے
کہ کرد ہندو عورتوں سے شادیاں کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے
ان کی اولاد بہت خوش شکل اور خوبصورت ہوتی ہے۔
بلوچوں کے اہم قبائل رند۔ براہوئی، گچکی۔ عالیانی مینگل

نوشیرانی آپس میں رشتہ داریوں کی وجہ سے ایک بزرگ منسلک ہیں۔ شاہی خاندان کے امیر لونڈیوں سے شادی کرتے ہیں۔ سندھ کے بلوچ امرا نے ماچھ اور جہانوں سے بھی شادیاں کی ہیں۔ سندھ کے امرا نے ماچھیوں اور جہانوں سے بھی شادیاں کی ہیں۔ ر کے ٹالپر امیروں نے پارکر کے ٹھاکروں کی لڑکیوں سے بھی شادیاں کی ہیں۔ بلوچ بلند قدو قامت کے ہوتے ہیں۔ ان کے رعب و داب کا پتہ ان کی داڑھیوں سے لگتا ہے۔ بہادری ان کا قومی وصف ہے۔ غصے پر قابو پاتا کا شیوہ ہے۔ گفتگو میں صاف گوئی سے کام لیتے ہیں۔ دا پر حلف اٹھانا ان کی مردانگی کا نشان ہے۔ مہمان نوازی کو ایک فریضہ جانتے ہیں۔ کرنل سر تھامس ہنگر فورڈ فوجی حیثیت کہتا ہے۔ کہ ایشیا کی اقوام میں بلوچ سپاہی بہت خوبصور ہوتا ہے۔ ان کی رنگت زیتونی اور ناک عقابی ہوتی ہے ان کے لمبے بالوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ سپاہیانہ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں[ل]۔ تلوار، ڈھال اور خنجر سے لیس ہو قومی ناموس سمجھا جاتا ہے۔ وہ زمانہ قدیم میں جب قافلہ

ل۔ قدیم زمانے میں تمام اقوام لمبے بال رکھتے تھے۔ مگر یورپ کی تقلید نے لمبے سے نفرت پیدا کی ہے۔ یہ ایک پرانی جاہلانہ رسم سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ میں سائنس کی ترقی کے باوجود بلوچ اپنی اس رسم کے پابند ہیں۔ ہندوستان میں بعض ان کو روہیلہ کہتے تھے۔ دکن گجرات اور راجپوتانہ میں انہیں خراسانی کہتے تھے۔ سندھ میں (کوہیار) کے نام سے پکارتے تھے

ساتھ ہندوستان - پنجاب - گجرات - دکن جاتے تھے - ان کو
... کہتے تھے - میر چاکر کے زمانہ کے اشعار سے معلوم ہوتا
... کہ اس زمانہ میں بلوچ تیر و کمان - تلوار اور نیزہ بطور ہتھیار
... کرتے تھے - شیراز، تبریز، بغداد، دمشق سے درآمد کرتے تھے - میر نصیر خان اعظم
... زمانے میں بندوق اور توپوں کا استعمال بھی ہوتا تھا - پانی پت
... جنگ میں میر نصیر خان اعظم کے زیر کمان بلوچ فوج ایک
... قسم کی ہلکی توپ استعمال کرتی تھی - جسے اونٹ پر لادا جاتا تھا -
... (زنبار) کہتے تھے - پہاڑوں میں بلے عرصے تک بلوچ
... دشمن کا مقابلہ کرسکتا ہے - اُس کی وجہ اس کی جفاکشی اور
... سادہ خوراک ہے لہ خوبانی کو خشک کرتے ہیں اور اس
... سالن بناتے ہیں ۲- غلہ، جوار در چاول کی روٹی لسی
... کھاکر گزارہ کرتے ہیں - ان کی بیشتر خوراک خروت یا
... شیلا پنج ہے - خرُوت یا شیلا پنج لسی کی چھاچھ سے بنتی ہے -
... لسی کو جوش دے کر کپڑے کی تھیلی میں ڈال کر لٹکا دیتے
... ہیں - پانی ٹپک کر جدا ہو جاتا ہے باقی چھاچھ جو رہ جاتی
... اس کے پیڑے بنا کر دھوپ میں سکھا لیتے ہیں - ضرورت
... کے وقت ان پیڑوں کو پانی میں حل کر کے اُس کا شوربہ بناتے
... ہیں - اور اُس میں گھی ڈالتے ہیں - چارلس میسن کہتا ہے
... میں بلوچستان میں اپنے سفر کے دوران اسپلینجی کی
... پہاڑیوں میں ایک خانہ بدوش کا مہمان ہوا - پہلے تو میں گھبرا
... بعد میں مجھے شرمندگی محسوس ہوئی - جب میزبان

کی بیوی نے مجھے خشک میوہ اور پنجگور کا حلوہ پیش
کیا ۔ بعد میں چائے پلائی ۔ میزبان کا بدن ایک چادر
ڈھکا ہوتا تھا ۔ جب مجھے اس نے زیادہ چائے پینے
تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ کیتل آگ کے اوپر رکھ
ناشتے کے بعد میں نے اپنا ورجینیا تمباکو کا ڈبہ نکالا
لڑکی نے ایک تانبے کا حقہ بعد میں مجھے پیش کیا
نے حقے کے دو تین کش لگائے مجھے بہت سرور حاصل
کھانے پر ناران کی خشک مچھلی پکائی گئی تھی ۔ اور
کلنگ پرندہ شکار کیا تھا ۔ اس کا سالن دیا ۔ کھانے کے بعد
چھوہارے اور خشک میوہ پیش کیا گیا ۔ جب رات
اور صبح ہوئی ۔ تو مجھے جوار کی روٹی گھی میں تل کر ناشتے
لئے دی گئی ۔ بلوچ چائے بغیر چینی کے پیتے ہیں ۔ جیسے
باشندگان چین کا دستور ہے ۔ مگر میں نے اپنی چائے
ملا کر پی ۔ اب آپ اس سادہ اور پُر تکلف مہمان نوازی
خود اندازہ لگا سکتے ہیں ۔ جس طرح برہمن پیاز اور
پرہیز کرتا ہے ۔ اسی طرح بلوچ مرچ کے استعمال
پرہیز کرتے ہیں ۔ ہینگ کا بہت استعمال کرتے
قلات میں تو اس کا اچار بھی بناتے ہیں ۔ سوکھا گو
(غذیت) سمجھتے ہیں ۔ موسم سرما میں استعمال کرتے ہیں
بعض علاقوں میں بھنگ اور افیون کا استعمال ہوتا
لیکن اتنا عام نہیں ہے ۔ ان منشیات کا استعمال

عام نہیں ہے ۔ بلوچ بہترین شہسوار ہیں ۔ میدان جنگ میں گھوڑے سے اتر کر لڑتے ہیں ۔ فنون جنگ سے واقف ہوتے ہیں ۔ آزاد منش لوگ ہیں ۔ مذہباً مسلمان ہیں ۔ مگر متعصب نہیں ہیں ۔ قندھار کی مہم کے دوران جب مغل شہنشاہ شاہ جہاں اسے سلطنت ایران سے حاصل کرنا چاہتا تھا تو بلوچوں نے اپنے علاقوں میں کاریزوں اور چشموں کو ڈھانپ دیا ۔ جس کی وجہ سے پہاڑوں میں آمدورفت کے دوران پانی کی قلت ہوئی ۔ مغلیہ لشکر کی شکست کی ایک وجہ پانی کی قلت بھی تھی ۔ ان کی پوشاک سادہ ہوتی ہے ۔ ایک لمبا کرتہ پاجامہ اور پاؤں میں چپل ہاں البتہ ہر مرد کے کندھے پر ایک چادر ہوتی ہے ۔ جسے وہ (خیری) کہتے ہیں ۔

مذہب

مذہب : ریاست عالیہ قلات میں کئی جگہوں پر بڑے بتخانوں کے آثار ملتے ہیں ۔ بعض مقامات پر آتشکدوں کے بھی کھنڈرات دریافت ہوئے ہیں ۔ قدیم زمانے میں بلوچستان، افغانستان کے مشرقی حصوں میں لوگ آتش پرست تھے ۔ اور مشرقی حصے بت پرستی کے قائل تھے ۔ ہنگلاج کا بت خانہ زمانہ قدیم میں بہت مشہور تھا ۔ اسلام کے طلوع کے بعد حضرت عمر فاروق رض کی خلافت کے دور میں بلوچ مسلمان ہوئے ۔ جھالاوان کے علاقہ کو شہر گوران کے آتش پرست شہزادے سے مسلمانوں نے فتح کیا ۔ آتشکدوں کا بیان آثار قدیمہ میں کیا جائے گا بخاران

کے کیانی ملک دور بنی امید تک آتش پرست تھے۔ اسلامی دور میں کوفہ بصرہ، نیشاپور، علم و ادب کے سرچشمہ تھے۔ لوگ یہاں آکر دینی اور دنیاوی علوم کے سرچشموں سے فیض حاصل کرتے تھے۔ سیستان میں جس کی حدود میں خاران سراوان شامل تھے۔ بڑے پایہ کے علما، شعرا۔ محدث پیدا ہوئے۔ جن کی شاہی درباروں میں قدرو منزلت کی جاتی تھی۔ تشیعت کا بلوچوں پر کافی اثر رہا ہے۔ بلوچی اشعار اس کا ثبوت ہیں۔ کہ ما مریدوں یا علی۔ ہم حضرت علی کے مرید ہیں اسلامی دور میں جو تحریکیں چلی ہیں۔ بلوچوں نے اُن میں دل کھول کر حصہ لیا ہے۔ عباسی تحریک میں مکران سیستان۔ توران کے باشندوں نے جو بلوچ تھے بھرپور حصہ لیا۔

قرامطہ:۔ جب قرامطی تحریک چلی۔ تو اس کا اثر بلوچستان پر بھی پڑا۔ اس خطرناک تحریک کا خاتمہ سلطان محمود نے کیا۔

ذکری:۔ ذکری تحریک جسے ہندوستان میں مہدوی تحریک کہتے ہیں قرون وسطیٰ میں سید میران محمد جونپوری نے چلائی چونکہ عراق و عرب کی نسبت بلوچستان اور سندھ ہندوستان سے ملحق تھے۔ اس لئے تحریک کا اثر ان خطوں پر بھی پڑا۔ بلیدی ملک جو مکران کے حکمران تھے۔ ان کے سربراہ

بو سعید نے ذکری یا مہدوی اصولوں کو مکران میں رائج کیا۔ [1] ریاست عالیہ قلات کے صوبہ مکران کے علاوہ صوبہ جالاوان کے زیرین علاقہ مشکئے اور لسبیلہ میں بھی ذکری فرقے کے لوگ رہتے ہیں۔ براہوئی زبان میں ان کو (داعی) اور بلوچی زبان میں (قران داعی) کہتے ہیں۔ ذکری قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ دیگر رسومات اہل سنت جماعت سے مختلف ہیں [2]۔

بلوچستان کی پہلی مردم شماری ۱۹۰۱ء میں پہلی بار ذکریوں کے بارے میں رپوٹ شائع ہوئی۔ خانہ کعبہ کی بجائے یہ مکران میں تربت کے مقام پر کوہ مراد پر حج کرنے جاتے ہیں۔ ان کا کلمہ لاالہ اللہ محمد مہدی رسول اللہ ہے [3]۔ ان کے ذکر دو قسم کے ہیں ۱۔ ذکر جلی ۲۔ ذکر خفی ان کے ذکر کے پانچ اوقات مقرر ہیں ۱۔ گوربام ء ذکر (صبح کا ذکر) ۲۔ نیم روچ ء ذکر (ظہر کا ذکر) ۳۔ روچ زرد ء ذکر (عصر کا ذکر) ۴۔ سرشپ ء ذکر (عشا کا ذکر) ۵۔ نیم شپ ء ذکر، آدھی رات کا ذکر، کشتی بھی ان کا ایک خاص قسم کا ذکر ہے جو ہر ماہ کی چودھویں کی رات کو ہوتا ہے۔ ذی الحج کی دس تاریخ تک ہر رات کشتی کی عبادت ہوتی

---

[1] دربار اکبری کی تاریخ قوانین آئین اکبری میں لکھا ہوا ہے کہ علامہ ابوالفضل کا باپ شیخ مبارک ناگوری، مہدوی فرقہ کا پیروکار ہوتا تھا [2] P-HUGLES-BULLER

[3] MAURAN ZIURIS P. 116 بلیدیوں کے بعد گچکیوں کی حکومت مکران میں ہوئی۔ ملا مراد گچکی نے اس فرقے کو کافی ترقی دی۔ کوہ مراد تربت کے قریب حج کرنے کی رسم کا اختراع ہے

ہے ۔ ختنہ اور شادیوں کے موقع پر بھی محفل کشتی ہوتی ہے
کشتی بلوچی چاپ کی طرح ہوتی ہے ۔ اس میں ڈھول اور
نہیں بجائی جاتی ۔ بلکہ ایک خوش الحان خاتون یا مرد
کے بیچ میں کھڑی یا کھڑا ہو کر مہدی کے شا
پڑھنے لگتی یا لگتا ہے ۔ اور دائرے کے لوگ اسی دا
میں رقص کرتے ہوئے ان اشعار کو دہراتے ہیں ۔
رقص عروج کو پہنچتا ہے ۔ تو دائرے میں کھڑے
ھادی یا اور مہدیا کہتے جاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ سب
کر تھکنا چور ہو جاتے ہیں ۔ اور کشتی ختم ہو جاتی ہے
مہدیت کے علاوہ ، چشتی ، نقشبندی ، سہرور
بخاری و گیلانی ۔ قادریہ اور رفاعیہ تحریکوں کے ا
بھی بلوچستان میں نفوذ کر گئے ہیں ۔ بلوچوں میں میر چاکر
بعد میروانیوں نے حنفی فقہ کو بلوچستان میں رائج کر
کے سلسلے میں بہت کام کیا ہے ۔ خاص کر خوانین قلا
جو میروانی قبیلہ کی ایک شاخ ہے ۔ مکران ذکری حاکم
غیر ذکریوں کو مکران میں تنگ کرنا شروع کیا ۔ یہ شک
پہنچی ۔ پہلی گوشش مالی خان عبداللہ خان نے ذکریوں اور
گئی تھی ۔ ان کے بیٹے میر نصیر خان اعظم نے مکران پر
کر کے ان کی طاقت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا

.P.T. MEMOIRS ON THE COUNTRY AND FAMILY
THE AHMADZAI KHANS OF KALAT CALCUTTA
.96

اس دور میں بلوچستان کے دارالخلافہ قلات میں حنفیت کا زبردست پرچار ہو رہا تھا۔ ہرات کے سلطان محمود بیگرہ اور سندھ کے سمہ حکمرانوں میں دو زبردست جنگیں ہوئیں اور وہ بلوچ جو سندھ کے حکمرانوں کی طرف سے سلطان محمود بیگرہ کے خلاف لڑتے ہوئے جنگ میں قید ہوتے تھے انہیں حنفیت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کافی عرصہ تک بلوچستان میں تشیعت کا زور رہا ہے ایل ڈیمز بحوالہ تاریخ فرشتہ لکھتا ہے۔ کہ ملتان میں شیعہ فقہ کی بنیاد میر چاکر رند کے فرزند میر شہداد نے ڈالی۔ سندھ کے ٹالپر امیران کے طائفے مانکانی کے سوا باقی سارے طائفے شیعہ فقہ کے پیروکار ہیں

رفاعی:۔ مسلمانوں میں ایک مذہبی فرقہ ہے۔ جو سید احمد کبیر کے مرید ہیں۔ اس مذہبی فرقے کے پیروکار گجرات بمبئی اور مکران میں پائے جاتے ہیں۔ مکران میں ہمید قبیلہ رفاعی ہے۔ رفاعی اکابر وقتاً فوقتاً ہندوستان آتے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے مکران گجرات اور دکن میں بہت سے مسلمانوں نے ان اکابرین کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس مذہب کو اختیار کیا۔ شیخ شرف الدین اساولی نے گجرات میں مسلمانوں کو رفاعی فرقہ کا پیروکار بنایا۔ ان کے خلیفہ شیخ نصیر بن الجمال اُسادرمی نے ۸۵۱ھ میں

وفات پائی۔ سید علی بن عبدالرحیم رفاعی نے ۱۰۶۶ھ میں
ذہین البلاد، احمد آباد میں وفات پائی۔ سید عبدالرحیم رفاعی
عرب سے آکر سورت میں قیام پذیر ہوا۔ بڑے عرصہ تک
اسلامی تعلیم دیتے رہے اور ۱۱۳۲ھ میں فوت ہوئے۔
رفاعی فرقہ کا صدر مقام بمبئی ہے۔ ان کے خلفاء بمبئی اور
گوادر میں رہتے ہیں۔

پیر پرستی:۔ بلوچوں میں پیر پرستی کا خاصا رواج ہے۔ ہر
قبیلے کا ایک پیر ہوتا ہے۔ جیسے بگٹی قبیلہ پیر سہری ...
قبیلہ پیر بھاولان کو مانتے ہیں۔ جنگزئی سخی فتح خان کے
مرید ہیں۔ محمد شہی ڈھاڈر کے پیر دوپاسی کے معتقد ہیں
پیر سخی تھنگو میدوں کا پیر ہے۔ لس بیلہ میں شاہ
بلاول کو مانا جاتا ہے۔ پیروں کے بعد ملاؤں کا اثر و رسوخ
زیادہ ہے۔ پیر صاحبان جنگوں میں قتل ہونے والے
قبائلی افراد کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ان پیروں کو ان کے مرید
نذرانے بھی پیش کرتے ہیں۔ قلات میں پیر چھتن شاہ کا
مزار ہے۔ لہٰذا قلات میں جس کی سیرابی چشمہ قلات کے
پانی سے ہوتی ہے۔ تمباکو اور بھنگ کی کاشت کی ممانعت
ہے۔ تحصیل قلات ہی موضع زیارت میں بی بی نیک زن کا
مزار ہے۔ بلوچستان اور سندھ کے دور دراز کے علاقے

۱؎۔ یاد ایام (تاریخ گجرات) از مولانا سید عبدالحئی بسلسلہ رفاعیہ ص ۸۰، ۸۱ لکھنؤ

سے زیادہ لوگ زیارت کرنے کے لئے آتے ہیں - بی بی لوہاری کی زیارت خاران میں ہے - مائی گوندرانی کی زیارت بیلہ میں ہے - ان کے مزار پر زائرین دو راتیں گزار کر واپس جاتے ہیں - بلوچستان میں کوئی ایسا بلوچ قبیلہ نہیں جو کسی پیر پر یقین نہ رکھتا ہو -

بلوچوں میں عورت قابل احترام ہوتی ہے - عورت اگر بدچلن ہو - تو اس کی سزا موت ہے - جوان عورت اگر بیوہ ہو جائے - تو اس کی شادی فوت شدہ خاوند کے بھائی یا کسی قریبی رشتہ دار سے کی جاتی ہے [۱]

اس رسم کو باجائی کہتے ہیں - بقول آر ہیوز بُلر ریاست عالیہ قلات میں خواتین کا رتبہ و احترام ہندوستان کی خواتین سے کئی ایک لحاظ سے بلند ہے -

آغا خانی :- مکران کے ساحلی علاقوں میں اسماعیلی فرقے کے لوگ رہتے ہیں - جو سر آغا خان کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں کوئی پانچ سو سال قبل ایک شخص پیر صدرالدین ایران سے ہندوستان میں وارد ہوا - اس نے ایک کتاب دستور تصنیف کی - جس کو آغا خانی آسمانی کتاب مانتے ہیں [۲] ان لوگوں کو خوجہ بھی کہتے ہیں -

---

[۱] MODERN REVIEW GULCUTTA JULY-1918 RELIGI...

[۲] R. HUGHES BULLER, MAKRAN THE STATUS OF WOME...
P-75

عیسائیت :- روایت ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں سے ایک حواری سینٹ تھامس (THOAMAS) بلوچستان کے وسطی علاقہ سے گزرا ہے - اس کی تبلیغ سے سیستان کے انڈو پارتھی راجا - (کنڈو فیرس) نے عیسائی مذہب اختیار کیا تھا[1] تاریخی شہادت موجود ہے - کہ خراسان میں عیسائی مذہب نفوذ کر چکا تھا - وہاں کلیسا بھی تھے - کیونکہ حضرت عثمان امیرالمومنین کے دور خلافت میں (مرو) نے پادری نے فارس کے پادری (سائمن) کو خط لکھا تھا - کہ بیت المال سے اُن کے کلیسا کو باقاعدگی سے امداد مل رہی ہے[2] ۱۵۲۶ء سے ۱۶۲۹ء تک ایران کے صفوی خاندان کا شہنشاہ طہماسپ اور شاہ عباس اعظم آرمینیا اور جارجیا کے عیسائیوں پر حملے کرتے رہے - ان جنگوں میں لاتعداد عیسائی جنگی قیدی بنا کر لائے گئے - اور بطور غلام فروخت ہوتے رہے - ان کی دوسری نسل نے ایران افغانستان اور بلوچستان میں تجارت کا پیشہ اختیار کیا - بعد میں مسلمان ہو گئے - ۱۵۰۲ء سے ۱۶۲۲ء تک خلیج فارس میں جزیرہ ہرمز پر پرتگیزیوں نے قبضہ کیا

---

1. F.A.D. CRUZ ST THONAS THE APOSTLE IN INDIA P.43 MADRAS 1929
2. SAYAD AMIRALI THE SPIRIT OF ISLAM.P 274

چونکہ وہ ظالم اور سفاک تھے - لہذا بلوچستان کے ساحلی علاقہ مکران میں عیسائیت مقبولیت حاصل نہ کر سکی - ۱۶۱۳ء میں فارس کے پادری جونس (JOANNES) نے اطالوی پادریوں کا ایک وفد قدیم بلوچستان یعنی ریاست عالیہ قلات کے راستے - سندھ کے دارالخلافہ ٹھٹھہ کو روانہ کیا - ۱۶۲۱ء میں شاہ جہاں نے عیسائی پادریوں کو سندھ کے شہروں میں کلیسا تعمیر کرنے کی اجازت دی - بقول ہملٹن ۱۶۶۹ء تک ٹھٹھہ میں پرتگیزیوں کا کلیسا موجود تھا - یہاں سے فرانس زویئر (FRANCIS ZAVIER) نے چین اور جزائر شرق الہند تک، عیسائیت کو پھیلانے کے لئے سفر کیا[1] ۱۶۲۲ء میں جب انگریزوں نے شاہ عباس اعظم شاہ ایران سے تجارتی معاہدہ کیا تو پرتگیزیوں کا اقتدار خلیج فارس میں ختم ہوا - اپنے دور اقتدار میں پرتگیزیوں نے ساحل بلوچستان کے علاقہ مکران کی بندرگاہوں گوادر - پسنی اور ٹھٹھہ کے شہروں کو کئی دفعہ نذر آتش کیا - ذکریا قزوینی جس نے ۱۲۶۳ء تا ۱۲۷۵ء اسلامی علاقوں کا سفر کر کے اپنا سفرنامہ لکھا - اس میں اُس نے اس امر کی بھی نشان دہی کی ہے - کہ بلوچستان کے شہروں میں بتخانے - ہیکل - اور کلیسا موجود تھے - باوجود اس کے بلوچستان کی ننانوے فی صد آبادی

---

[1] E.P. HULL BOMBAY MISSION HISTORY, VOL II P.364 BOMBAY 1930

مسلمان ہے۔

راستے

قدیم بلوچستان یا ریاست عالیہ قلات کی دو اہم تاریخی
گزرگاہیں ہیں - درہ بولان اور درہ مولہ - درہ بولان کو انگریز
حکومت نے ۱۸۸۳ء میں خان قلات سے تیس ہزار روپے
سالانہ اجارے پر حاصل کیا۔

درہ بولان و مولہ :- اور انتظامی لحاظ سے اس درے کو
کوئٹہ پشین ضلع میں شامل کر دیا - اس وقت درہ بولان
انتظامی لحاظ سے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ماتحت ہے۔
دوسرا اہم تاریخی درہ مولہ ہے - ویسے تو بلوچستان پہاڑی
علاقہ ہے - اور پہاڑی سلسلوں میں کئی ایک درے ہیں
مگر تاریخی لحاظ سے یہ دو درے بہت مشہور ہیں۔ صوبہ
سرحد کے درہ خیبر کا نام تاریخ میں بہت مشہور ہے۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے جو بھی ہندوستان پر حملہ
آور ہوا ہے - وہ درہ خیبر کے راستے سے آیا ہے - اس کے
مقابلے میں درہ بولان سے کم قومیں ہندوستان پر حملہ آور ہوئی
ہیں - درہ خیبر کے سامنے پنجاب کا زرخیز علاقہ ہے - اور
درہ بولان کے سامنے کچھی کا صحرا ہے - اسی وجہ سے فاتحین
اکثر بیشتر درہ خیبر سے ہندوستان پر حملہ کرتے رہے ہیں۔

درہ بولان کو عبور کرنے کے بعد سندھ و راجپوتانہ کے صحرا آتے ہیں۔ ان مشکلات کو مدنظر رکھ کر فاتحین نے درہ خیبر کا انتخاب کیا ہے۔ تھارنٹن کا قول ہے۔ درہ بولان کی لمبائی ۵۵ میل ہے۔ اس درے کا آدھا حصہ سطح مرتفع قلات میں واقع ہے۔ باقی حصے کی بلندی کم ہو جاتی ہے۔ جہاں گرم ہوائیں چلتی ہیں۔ اوپر سے دھوپ کی تپش ہوتی ہے۔ یہاں گھاس اور چارہ بھی کم دستیاب ہوتا ہے۔ ایلڈوریڈو (EL DORADO) کا بیان ہے کہ بولان سے گزرنا گویا اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں انگریزوں نے اس درے کا طبعی اور جغرافیائی نقشہ تیار کیا۔ اور اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا۔ کیونکہ ہندوستان سے وسط ایشیا کو جانے کا راستہ یہی بولان ہے۔ ہمایوں اسی راستے سے ایران پہنچا تھا۔ مغلیہ دور میں قندھار کی جنگوں میں درہ گومل اور بولان کو استعمال کیا جاتا تھا۔ ۱۸۳۹ء میں پہلی افغان جنگ میں انگریز قندھار پر حملہ کرنے کے لئے اسی درہ سے گزرے تھے[۲]۔ یہ درہ تین طرف سے ریاست عالیہ قلات کے پہاڑی سلسلوں سے گھرا ہوا ہے۔

درہ بولان کا زیریں حصہ سطح سمندر سے ساڑھے سات سو فٹ بلند ہے۔ اور بالائی حصے کی بلندی پانچ ہزار نو

---

[۱] H.R GUPTA LATTER MUGHAL HISTORY OF PUNJAB 1707-1793 .CHI SAYED MOLD LATIF. A HIS TORY OF THE PAWJAB CACUTTA 189

۲۔ نادر شاہ افشار دہلی سے واپسی پر سندھ پر حملہ آور ہوا۔ جبکہ میاں نور محمد کلہوڑا سندھ کا حکمران تھا اسی درہ بولان سے وہ واپس ایران پہنچا۔

سو فٹ ہے۔ درہ بولان مقام کولپور سے شروع ہوتا ہے کولپور سے مقام مچ تک، درے کی بلندی تقریباً ایک جیسی ہے۔ اس حصے میں برفباری بھی ہوتی ہے۔ مچ کے بعد بتدریج بلندی میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ ڈھاڈر کے قریب درہ ختم ہو جاتا ہے۔ مچ سے ڈھاڈر تک کا علاقہ گرمیوں میں سخت گرم ہوتا ہے۔ اس حصے کی پہاڑیاں خشک اور بے برگ و گیاہ ہیں۔ رند علی کے مقام پر درہ بولان کے پہاڑی سلسلے اگر ختم ہو جاتے ہیں۔ اور میدانی علاقہ شروع ہوتا ہے۔ رند علی سے آگے درے کے اندر پہلی منزل کوندلانی ہے۔ جو رند علی سے سات میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ درہ کے اندر دوسری منزل کرتا کا مقام ہے۔ جو کوندلانی سے ۱۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مقام سطح سمندر سے ۱۲۰۰ فٹ بلند ہے۔ یہاں خوانین قلات کا ایک مضبوط قلعہ بھی ہے۔ یہاں گرم پانی کے چشمے بھی ہیں۔ تیسری منزل بی بی نانی ہے۔ یہ مقام سطح سمندر سے ۱۶۹۵ فٹ بلند ہے یہاں سے ایک راستہ رود بار نزک سے ہوتا ہوا قلات کو جاتا ہے۔ بی بی نانی کا مقبرہ اور زیارت گاہ یہیں پر واقع ہے۔ جس کے متعلق عجیب و غریب روایات مشہور ہیں۔ چوتھی منزل آب گم ہے۔ یہ مقام سطح سمندر سے ۲۶۰۰ فٹ بلند ہے۔ یہاں درہ بولان کا پانی زمین میں غائب ہو جاتا ہے۔ پانچویں منزل سری بولان ہے۔ یہ مقام ۵۰۰۰ فٹ

فٹ سمندر سے بلند ہے۔ اسی مقام سے ندی بولان نکلتی ہے۔ آگے کولپور ہے۔ کولپور کے بعد دشت بیدولت شروع ہوتا ہے۔ اس علاقے میں کرد آباد ہیں۔ اس دشت کی چوڑائی ۱۵ سے ۲۰ میل تک ہے۔ اسپلنجی جو بنگلزئی قبیلے کا صدر مقام ہے۔ دشت کے شمال میں واقع ہے۔ انگریزوں کی آمد سے پہلے اس درے میں سے گزرنے والے قافلوں کی حفاظت کی ذمہ داری ریاست عالیہ قلات کی حکومت پر تھی زمانہ قدیم میں جنوبی افغانستان سے تجارتی مال اسی درے سے ہندوستان جاتا تھا۔ اور وہاں سے آتا تھا۔ مری کوچک رندان قافلوں کو کبھی کبھی لوٹتے تھے۔ بارش کے موسم میں درہ بولان کی معاون ندیوں میں طغیانی آتی ہے۔ جس کی رفتار ریل گاڑی سے بھی تیز ہوتی ہے۔ ۱۸۳۹ء میں جبکہ پہلی افغان جنگ ہو رہی تھی۔ انگریزی فوج صعوبتیں جھیلنے کے بعد یہاں سے بمشکل گزری تھی۔ ۱۸۴۱ء میں بنگال توپخانہ کے ایک حصہ کو طغیانی کی وجہ سے ندی بولان بہا کر لے گئی۔ جب ۱۸۷۶ء میں معاہدہ مستونگ مابین حکومت برطانیہ اور حکومت عالیہ ریاست قلات انجام پایا۔ تو درہ بولان کے مختلف مقامات پر انگریزوں نے فوجی چوکیاں قائم کیں۔ انگریزوں نے ۱۸۵۵ میں ایک ریلوے لائن کراچی سے کوٹڑی تک تعمیر کی۔ میجر گرین اور کرنل جان جیکب ۱۸۸۵ میں اس ریلوے لائن کو بڑھا کر درہ بولان تک پہنچا دیا۔ ۱۸۹۱ء

میں چمن کوئٹہ ریلوے لائن بھی تعمیر ہوئی - اس ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ پختہ سڑک بھی بنائی گئی - جسے بولان کوئٹہ روڈ کہتے تھے - اس ریلوے لائن کی وجہ سے وسط ایشیا اور ایران کا مال ہندوستان آنے لگا - اور یہاں سے یورپ جانے لگا -

درہ مولہ :- درہ مولہ کو بلوچی اشعار میں میلا بھی کہا گیا ہے - یہ بھی ایک اہم قدیم درہ ہے - سکندر کا سپہ سالار کرائے تو راس سکندر کے ایک حصہ فوج کے ساتھ یہاں سے گزرا ہے - درہ مولہ کی لمبائی ۱۰۲ میل ہے اس کے کئی ایک چھوٹے چھوٹے درے ہیں - ایک مشہور درہ پیر چھتا ہے - جو کوشٹرو سے ۹ میل مغرب اور بولان سے ۶۰ میل جنوب کی طرف واقع ہے - کوشٹرو سے ۹ میل جنوب کی طرف جھل سے تا فوئی اس کا دوسرا درہ شروع ہوتا ہے - درہ مولہ کچھی سے شروع ہو کر براہوئی پہاڑی سلسلہ کو عبور کر کے جھالاوان کو کچھی کے میدانی علاقے سے ملاتا ہے - پیر چھتا کے مقام پر ایک زیارت گاہ ہے یہاں سے ۱۲ میل کے فاصلے پر کوہاؤ (KUHAU) واقع ہے - یہ مقام سطح سمندر سے ۱۲۵۰ فٹ بلند ہے - اسی مقام پر درہ لمبا اور تنگ ہوتا جاتا ہے - دائیں اور بائیں طرف بلند قامت پہاڑوں کا سلسلہ ہے - درمیان

ہیں ایک ہموار میدان ہے۔ اسی میدانی علاقے کے وسط میں
سے مولہ ندی گزرتی ہے۔ اسی مقام پر ندی کے نو شاخیں
آکر ملتی ہیں۔ جنہیں تولنگ کہتے ہیں۔ کوہاڑ تک جانوروں کے
لیے گھاس مل سکتی ہے۔ کوہاڑ سے ۱۶ میل کے فاصلے پر نہاچی
کا گاؤں ہے۔ جو ندی مولہ کے کنارے پر واقع ہے۔ یہاں
سے درہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ ندی مولہ کے دونوں کناروں
پر کھیت لہلہاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کاشتکاروں کی
جھونپڑیاں ہیں۔ پنی وٹ اور چاہ دو کے گاؤں واقع
ہیں۔ ان سے ۱۶ میل کے فاصلے پر نڑ کا مقام آتا ہے
جو سطح سمندر سے ۲۸۵۰ فٹ بلند ہے۔ اسی مقام پر
جنگلات ہیں۔ نڑ کے بعد پیر لاکھہ کا قبرستان آتا ہے۔ جہاں
ایک زیارت گاہ بھی ہے۔ روایت ہے۔ کہ اسی زیارت گاہ
کو خان میر نصیر خان اعظم نے تعمیر کروایا تھا۔ اس زیارت گاہ
کے مجاور ایک فقیر خاندان سے ہیں۔ جنکو خوانین قلات
نے بہت سی اراضیات بطور عطیات دی ہیں۔ نڑ سے ۱۲
میل کے فاصلے پر پیشتا خان کا گاؤں واقع ہے۔ جو سطح
سمندر ۳۵۰۰ فٹ بلند ہے۔

نڑ سے ایک راستہ گاؤں زہری کو جاتا ہے۔
نڑ سے دوسرا راستہ مقام گیاہ سے گزر کر خضدار جاتا
ہے۔ اسی راستے سے ڈاکٹر بیلو (DR.BELLOW) ۱۹۰۲
میں خضدار گیا تھا۔ پیشتاز خان کی وادی بہت زرخیز ہے۔

نڑڑ سے پیشتا خان تک ندی مولہ کو کئی بار عبور کرنا پڑتا ہے ایک مقام پر پہاڑوں کی دو چوٹیاں دو دانتوں کی طرح ایک دوسری سے ملی ہوئی۔ جس کی بنا پر اسی مقام کو لوگوں نے (دودرندان) کے نام سے موسوم کیا ہے پیشتا خان سے ½-۱ میل کے فاصلے پر تکی کا مقام آتا ہے۔ جو سطح سمندر سے ۴۲۵۰ فٹ بلند ہے، تکی کے بعد ۱۲ میل کے فاصلے پر لپسی بینٹ کا مقام واقع ہے۔ جو سطح سمندر سے ۴۶۰۰ فٹ بلند ہے۔ یہاں ہر طرف کھیت ہی نظر آتے ہیں۔ یہاں سے ۱۲ میل کے فاصلے پر بکپسوٹ کا گاؤں واقع ہے۔ جو سطح سمندر سے ۵۰۰۰ ہزار فٹ بلند ہے۔ اس مقام پر درہ مولہ کے پہاڑ اس قدر قریب ہیں۔ کہ درہ کا عرض صرف تیس چالیس فٹ ہے۔ اگر درے کے اسی مقام پر بڑے بڑے پتھر رکھ دیئے جائیں۔ تو قومی سے قوی دشمن کو بھی روکا جا سکتا ہے۔ فوجی نقطہ نگاہ سے بولان کے مقابلے میں مولہ زیادہ آسان گزرگاہ ہے۔ ۱۸۳۹ء میں انگریزوں کا جرنیل ولشائیر خان میر محراب خان کے ساتھ لڑنے کے بعد اسی راستے سے اپنی ملکی توپوں کے ساتھ گزرا تھا۔ اسی تنگ گھاٹی سے ۱۲ میل کے فاصلے پر انجیرہ کا گاؤں واقع ہے۔ جو سطح سمندر سے ۵۲۵۰ فٹ بلند ہے۔ اسی مقام سے ندی مولہ نکلتی ہے۔

لک :۔ چھوٹے دروں کو لک کہتے ہیں۔ یہ تعداد میں نو ہیں ۔ درہ مولہ اور بولان کے علاوہ یہ (لک) کچھی کے میدانی علاقوں کو سراوان اور جھالاوان کے پہاڑی علاقوں سے ملاتے ہیں۔

۱۔ لک کاہوں ۲۔ لک گزگ ۳۔ لک مسیکھا ۴۔ لک لڈاوُ یا سوج ۵۔ لک مکری جولڈاوُ ۶۔ لک لغاوُ۔ ۷۔ لک بھور کچھی ۸ لک شادی ہار ۹۔ لک زُنگ ۔

راستے

۱۔ کچھی سے قلات براستہ مولہ :۔ یہ راستہ پیر چھتا سے براستہ مولہ قلات تک ۱۵۵ میل ہے۔ راستے میں اہم گاؤں۔ انجیرا سہراب۔ رودہ بجو ہیں۔ سوراب ۱۰ انجیر سے ۱۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔ راستے میں پانی کی قلت ہے۔

۲۔ بی بی نانی قلات براستہ بولان :۔ بی نانی درہ بولان میں تیسری منزل ہے ۔ بی بی نانی ۔ ڈھاڈر سے ۳۵ میل دور ہے ۔ بی بی نانی سے ایک راستہ قلات کو جاتا ہے ۔ بی بی نانی اور قلات کا درمیانہ فاصلہ ۱۱۶ میل ہے۔ راستے میں اہم مقامات برادی ۔ جام ۔ زیہ کوتل ۔ سردہ ، رود بحر ۔ نرمکھ ۔ جوہان

کشادہ ہیں۔ تمام راستے میں پانی کی افراط ہے۔ ایندھن بھی ہر جگہ دستیاب ہوتا ہے۔

۳۔ **شال کوٹ قلات براستہ مستونگ** : شال کوٹ قلات سے ۹۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ کوئٹہ قلات تک مندرجہ ذیل گاؤں راستے میں آتے ہیں۔ اسپلنگی۔ کہنک۔ تیری مستونگ۔ شیریں آپ۔ کاریز دوست محمد۔ زرد۔ برین چوٹو قلات اسی راستے سے CAMPELL کیمبیل گزرا تھا۔ یہ سڑک پکی ہے۔ مستونگ کوئٹہ سے تیس میل دور ہے۔ اور ریلوے لائین کے ذریعے بھی کوئٹہ یا شال کوٹ سے ملا ہوا ہے۔ یہ ریلوے لائین ۱۹۰۵ء میں انگریزوں نے فوجی نقطہ نگاہ سے بنائی تھی۔ اس پر ستر لاکھ روپے صرف ہوئے۔ اور کوئٹہ سے نوشکی تک یہ لائین بچھائی گئی۔ جس کی لمبائی ۸۲ میل تھی۔ مگر جنگ عظیم اول کے دوران جو ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی۔ اس ریلوے لائن کو انگریزوں نے دزدآپ (زاہدان) تک جو ایرانی علاقہ ہے۔ پہنچا دی۔ جس کی لمبائی ۴۰۵ میل ہے۔[1]

---

[1] کرنل ساپٹ (COL SOPPITT) ۱۸۹۱ء میں نوشکی پہنچ کر اس لائین کا سروے کیا۔

۔ خان گڑھ (جیکب آباد) سے ڈیرہ بگٹی براستہ شاہ پور
خان گڑھ (جیکب آباد) ڈیرہ بگٹی تک کا فاصلہ ۱۰۹ میل ہے۔ خان گڑھ یا جیکب آباد سے ڈیرہ بگٹی تک مندرجہ مقامات راستے میں واقع ہیں۔ جہاں گھاس اور خوراک انسانی دستیاب ہو سکتی ہے۔ منوئی۔ اوچ۔ سوری کشتہ۔ زرانی۔ زنگ کپ۔ کمبی۔ ڈیرہ بگٹی کی وادی سطح سمندر سے ۱۲۵۰ فٹ بلند ہے۔ جیکب آباد سے کشمور تک ریلوے لائن بھی جاتی ہے۔ کندکوٹ کے اسٹیشن سے ڈیرہ بگٹی کو راستہ جاتا ہے۔

جیکب آباد سے کاہان براستہ پھلیجی :۔ جیکب آباد سے کاہان مری علاقے کا صدر مقام ۱۲۱ میل دور ہے۔ اس راستے میں درج ذیل گاؤں آتے ہیں۔ شاہپور۔ چھتہ۔ پھلیجی۔ سترکوٹ۔ گوگرسی (مراور۔ وادی)۔ سوری۔ چکرگی۔ سرتاف سے ایک راستہ ڈیرہ بگٹی کو جاتا ہے۔ نفسک کا مقام سطح سمندر سے ایک ہزار فٹ بلند ہے۔ کاہان سطح سمندر سے صرف ۲۰۰۰ فٹ بلند ہے۔

۶۔ کراچی سے شاہ بلاول :۔ شاہ بلاول کراچی سے ۱۱ ½ میل دور ہے۔ یہ مقام لس بیلہ میں واقع ہے۔ راستے میں

لے A.W . HUGHES BALOCHISTAN APPENDIX C.

درج ذیل مقامات آتے ہیں - پیر منگھا - چکرا نالہ - حب ندی - ببرانڈی - ویراحب جو گوٹھ شاہ بلاول ایک زیارت گاہ ہے - جہاں کسی بزرگ کا مقبرہ ہے - اور ایک مسجد ہے۔

۷- کراچی سے قلات براستہ لس بیلہ - کراچی قلات سے ۳۹۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے - اور ۲۲ مقامات راستے میں آتے ہیں - جن کے نام یہ ہیں - حب - لک - سون میانی بندر - شیخ راج - اُتھل - شیخ ران کا گوٹھ - بیلہ - کشاری - پرکا خانی - سلاس - ترک بر - وڈ - وھیر - ازبہی - حفندار - باغبانہ - جرکی - انجیرا - سوراب - رودبنجو - بیری - ہری سن نے پہلی بار اس راستے کو دریافت کیا تھا - جو قلات سے آگے قندھار تک جاتی ہے - اسی راستے پر ریلوے لائن کی تعمیر زیر غور ہے -

۸- کراچی گوادر براستہ بیلہ وتربت :- کراچی سے گوادر بندر ۴۱۳ میل ہے - کپتان راس ۱۸۶۵ء میں اسی راستے سے سفر کر کے گوادر پہنچا تھا - اس راستے میں درج ذیل مقامات آتے ہیں - بیلہ - کنب شیرین - لکشر - نالا - جھاؤ - زیارت - پرائی کور - چشمہ - گرشناک - گوٹھ فقیر جمبو - بلور - ٹنگ - کیل کور - بال گتر - کیتو تک - سمی - تربت - ناگ - کلاتک - کنتدر - کوبک - بلیہ - تنک

۹۔ پنجگور گوادر براستہ :۔ پنجگور سے گوادر تک کی مسافت ۲۳۲ میل ہے۔ ۱۸۷۱ء میں لویٹ (LOVETT) اسی راستے سے گزرا تھا۔ پنجگور سے گوادر تک راستے میں دس مقامات آتے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔ نزیں۔ عیساب۔ گزبتان۔ شاب بلیدا۔ گروک۔ میری عمولانی۔ تالار۔ کپَر۔ کپَر کے بعد گوادر آتا ہے۔ ایک دوسرا راستہ پنجگور سے گوادر براستہ پشین بھی ہے۔ یہ راستہ لمبا ہے۔ جو ۲۹۵ میل ہے۔ ۱۸۷۱ء میں لویٹ (LOVETT) اسی راستے سے گزرا تھا۔ اس راستے میں اہم مقامات یہ ہیں۔ برج سوران کلاگ۔ بلیدا۔ کلاتو۔ ناصرآباد تمپ۔ مند۔ دردان ہیں۔

۱۰۔ جالک سے بنپور :۔ جالک سے بنپور ایرانی بلوچستان کا صدر مقام ۱۹۸ میل دور ہے۔ بنپور سطح سمندر سے ۱۷۰۰ فٹ بلند ہے۔ درج ذیل مقامات اسی راستے پر واقع ہیں۔ جہاں دوران سفر۔ مسافر قیام کرتے ہیں لجی۔ کل بلوچ۔ کلپورکان۔ دزک۔ آپ تپان سوران۔ کارجہ وکان۔ منگس۔ سربہرد۔ اسفیدان۔ اَپتر۔ پُہرا۔

بنپور سے چاہ بار براستہ درہ فنخ :۔ بنپور سے چاہ بار کا فاصلہ ۲۴۱ میل ہے۔ اسی راستے سے میجر گولڈ سمتھ

گزرا تھا۔ اس راستے پہ مندرجہ ذیل مقامات واقع ہیں۔
قاسم آباد۔ بلوچانی چاہ۔ مسکوتو۔ پنج۔ بنیٹ۔ گازنکھار
کپر۔ جل تیتر۔ چاہ بار ہیں ناریل اور آم کے درخت بکثرت
اگائے جاتے ہیں۔

۱۲۔ **بنپور سے چاہ بار براستہ گیہ:۔** اس راستے میں آٹھ مقامات
آتے ہیں۔ بنپور۔ گزکاک۔ اِسفکا۔ پپ۔ مسرگی۔ اچین۔ گیہ
پرگ۔ تیز اور پھر چاہ بار آتا ہے۔

۱۳۔ **بنپور سے گوتر براہ قصر قند:۔** یہ علاقہ ۱۸۷۰ء
تک خوانین قلات کے زیر نگیں تھا۔ گوتر۔ سمندر کے کنارے
پہ واقع ہے۔ بنپور سے ۲۶۲ میل کے فاصلے پر گوتر
واقع ہے۔ اس راستے پر درج ذیل مقامات آتے ہیں
موئیں پشا۔ سرنیج۔ کشکن کتن۔ تنک۔ خواش۔ قصر قند
چرک۔ میری بازار، سیاد۔ رھدن۔ سردکی۔ فلاری
انگورہ۔

۱۴۔ **بنپور سے بم:۔** بم سے ۲۳۰ میل کے فاصلے پہ
واقع ہے۔ اس راستے پہ تیرہ مقامات واقع ہیں۔
کچھیہ گردان۔ چشتر۔ کلانتزو، لدی گھسرین۔ گرن، تلاب خانی
گراں رگ۔ چاہ قمبر۔ کونارتیغ، رکان، برج محمد خان جمالی

۱۵۔ **بیلہ سے مند:۔** مشرق سے مغرب کو جانے والے راستوں میں سب سے لمبا راستہ کراچی سے گوادر تک کا ہے ۔ دوسرے نمبر پر بیلہ سے ہوتا ہوا ایک راستہ قلات کو جاتا ہے ۔ پنجگور سے ایک راستہ مشکے کو جاتا ہے ۔ اور پنجگور سے ایک راستہ بلنپور کو جاتا ہے ۔ اور پنجگور سے کویگ اور گمس کو بھی راستہ جاتا ہے ۔

۱۶۔ **گوادر سے تربت براستہ کلانچ:۔** یہ راستہ بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔ کیونکہ اسی راستے سے کئی مقامات کو راستے جاتے ہیں ۔ تالار درے سے تمپ کو راستہ جاتا ہے تربت سے جیونی تک کا راستہ ۔ وادی دشت سے گزرتا ہے ۔ اور گبد سے ہوتا ہوا گوادر سے مل جاتا ہے ۔

۱۷۔ **قلات سے ماشکیل:۔** قلات سے ماشکیل تک کا راستہ ۳۸۲ میل لمبا ہے ۔ اس راستے میں سترہ مقامات آتے ہیں زیارت ۔ دشت گوران سنجادا ۔ بربکی ۔ سہالو لجی ۔ نوروز قنات خاران قلات ، ملک شاہ ۔ گواش ۔ منگی چاد ۔ دوربن ۔ ہرمگی مولاداد ، ریکان ، گلاچاد ۔ مہرو ۔ لدگشت

۱۸۔ **نوشکی اور پنجگور براستہ خاران و واشک:** نوشکی اور پنجگور

کا درمیانی فاصلہ ۲۴۱ میل ہے۔ راستے میں سترہ مقامات آتے ہیں۔ نانونی، پنجگور۔ نوروز قلات۔ خاران قلات روز آباد۔ بنگی چاہ۔ توار۔ نوک چاہ۔ واشک۔ گزوئی چیکل۔ شہر دوستی مزار آپ۔ تنک۔ سورین کیک۔ سکار بنگ۔ عیلی۔

۱۹۔ خاران سے دالبندین:۔ خاران دالبندین سے ۱۲۱ میل کے فاصلے پر واقع ہے اس راستے میں سولہ مقامات آتے ہیں۔ جہاں دوران سفر لوگ پڑاؤ کرتے ہیں۔ دریچ۔ گورنجی زرو، بلک وغیرہ ہیں۔

۲۰۔ خاران قلات سے نال براستہ بیسیمہ:۔ خاران قلات۔ نال سے ۱۹۴ میل دور ہے۔ گزگ۔ دالی۔ درگ۔ علی محمد۔ کوداتیغ آب راستے کے اہم مقامات ہیں۔

۲۱۔ داشک سے نال:۔ واشک سے نال تک کی مسافت ۱۲۲ میل ہے۔ درہ پالباز اسی راستے پر واقع ہے۔ راستے میں آنے والے مقامات یہ ہیں۔ واشک۔ پالباز۔ گوارگی، نوک چاہ۔ دلیری۔ پتھک۔ سرآپ۔ تیغ آب۔

۲۲۔ قلات پنجگور:۔ پنجگور۔ قلات سے ۲۹۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس راستے کے اہم مقامات یہ ہیں۔

ردین جو، گندگیں ـ سوراپ ـ گدر ـ جیوا ـ زیک ـ مسٹر کرافورڈ
(CRAFORD) جنوبی بلوچستان کے پولیٹیکل ایجنٹ نے ۱۸۸۹ء
یں اسی راستے کا معائنہ کیا تھا

ضلع اور نیابتیں ایرانی بلوچستان

بلوچستان کل رقبہ ۱۳۱۸۵۵ مربع میل ہے اس رقبہ میں ایرانی بلوچستان کا رقبہ بھی شامل ہے۔ جو بقول راس (ROSS) ۶۰۰۰۰ مربع میل ہے[ل] باقی رقبہ ریاست عالیہ قلات بلوچستان کا ہے۔ جس میں مری بگٹی کے قبائلی علاقے بھی شامل ہیں۔ ۱۸۰۰ء سے ریاست عالیہ قلات کے بعض صوبے ریاست سے کٹ کر علیحدہ ہوتے گئے۔ بعض علاقوں پر ایران کے قاچاری فرمانروا بھی تصرف بیجا کرتے رہے ہیں۔ ایرانی بلوچستان کے لوگ آزاد طبع بلوچ ہیں۔ سالانہ پیداوار کا دسواں حصہ خان آف قلات کو بطور عشر دیا کرتے تھے۔ مگر اس عشر کی وصولی کے لئے خوانین کو ہر وقت فوج کشی کرنی پڑتی تھی۔ بعد ہی جب ان علاقوں پر قاچاری حکمرانان ایران نے

ل ROSS.S MENORANDUM ON MAKRAN 1868 PERSIAN BALOCHISTAN A.W. HUGHES BALOCHISTAN CHP III PERSIAN BALOCHISTAN

قبضہ کیا۔ تو بلوچوں نے ان کے ساتھ بھی یہی رویہ برقرار
رکھا۔ خوانین قلات کا انگریزوں کی طرف دوستی کا ہاتھ
بڑھانے کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی۔ کہ ایران کی پیش قدمی
کو روکا جائے۔ اس لیے انگریزوں نے ۱۸۷۱ء میں ایک متحدہ
کمیشن کے ذریعہ جس کا سربراہ سرفریڈرک گولڈ سمتھ تھا۔
ریاست عالیہ قلات اور ایران کی سرحدات کی حد بندی کی
اور ایران کے قاچاری حکمرانوں کو مزید بلوچی علاقوں کو
ہتھیانے سے روک دیا گیا۔ اس کمیشن نے ۱۸۷۱ء میں
اپنا فیصلہ کیا۔ جس کی رو سے ریاست عالیہ قلات کا
۶۰،۰۰۰ مربع میل کا رقبہ ایران کو دیا گیا۔ جسے آج کل
ایرانی بلوچستان کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ دو حصوں میں منقسم ہے
ایک بلوچی علاقہ دوسرا سرحدی علاقہ۔ ایرانی بلوچستان ریاستی
بلوچستان کی طرح پہاڑی ہے۔ ایرانی بلوچستان کی اہم ندیاں
دریا بمپور ندی۔ ماشکیل ندی۔ نہنگ ندی سرباز اور
کاجو ہیں۔ ان ندیوں میں ندی نہنگ ایسی ندی ہے۔ جو
پچاس میل تک ایرانی بلوچستان سے گزرتی ہے۔ اور پھر
ریاست عالیہ قلات میں داخل ہوتی ہے۔ ندی سرباز
مقام سرباز سے نکل کر ندی دشتیاری سے مل جاتی ہے
اور گواتر کے قریب سمندر میں گرتی ہے۔ ایرانی
بلوچستان کے چار اضلاع ہیں۔ ۱۔ سرحد ۲۔ دزک ۳۔
سرباز ۴۔ گہہ۔ ضلع سرحد۔ اس کی مردم شماری کے

کے بارے میں معلومات نہیں ہیں۔ کیونکہ یہاں کے مکین خانہ بدوش ہیں۔ یہاں ایک اہم گاؤں ہے۔ جسے وشت (WASHT) کہتے ہیں۔ ۲۔ ضلع دزک۔ اس علاقے کی مردم شماری ۱۸۸۰ء میں ہوئی تھی۔ جس کی رو سے یہاں کی آبادی ۲۰،۰۰۰ نفوس پر مشتمل تھی۔ دِزک۔ جالق۔ کلاگان۔ سب۔ مگس۔ بم پشت۔ ارفشان اس ضلع کے اہم شہر ہیں۔ یہاں خانہ بدوش بلوچ اور اربابی قبائل رہتے ہیں۔ اربابی زراعت پیشہ لوگ ہیں ۳۔ ضلع سرباز۔ اس ضلع کی مردم شماری بھی ۱۸۸۱ء میں ہوئی تھی۔ جس کی رو سے ضلع کی آبادی ۳۵،۸۰۰ تھی سرباز، قصر قند، کرعن، دشتیاری۔ پشین۔ گوتر اور بنپور اہم شہر ہیں۔ بنپور ایرانی بلوچستان کا دارالخلافہ ہے گوتر ایک اہم بندرگاہ ہے۔ ۴۔ گیہ کی مردم شماری بھی ہوئی تھی جو ۲۵،۰۰۰ نفوس پر مشتمل تھی۔ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری کی رو سے ایرانی بلوچستان کی کل آبادی ۱۱۰۸۰۰ تھی۔ یہ امداد و شمار راس نے دی ہیں۔ جسے مکران کے حالات معلوم کرنے کا بے حد شوق تھا۔ بندرگاہ چاہ بار اٹھارویں صدی کے آخیر تک سلطان بن احمد۔ امام مسقط کے ماتحت تھی مگر ۱۸۷۲ء میں حکومت ایران نے اس پر قبضہ کر لیا۔ چاہ بار کا علاقہ صوبہ کرمان میں شامل ہے۔ بنپور میں ایک ایرانی گورنر رہتا ہے۔ جو علاقے کے نظم و نسق۔ بنپور کی شہر کی آبادی ایک ہزار کے قریب ہے۔ اور یہ علاقہ سطح سمندر سے ۷۰۰ فٹ

بلند ہے۔ ایرانی بلوچستان کے باقی علاقوں پر بلوچی سرداروں کا قبائلی نظام رائج ہے۔ ۱۸۷۰ء میں ایرانی حکومت کو اس علاقے سے صرف پندرہ ہزار روپے کی آمدن ہوتی تھی صرف دزک کی سالانہ آمدنی پانچ ہزار روپے ہے۔ گوتر اور چاہ بار دو بندرگاہیں ہیں۔ بنپور۔ پشین۔ ہیجان۔ قصر قند باہو قلات گیہ اہم شہر ہیں

ضلع اور نیابتیں

ریاست عالیہ قلات بلوچی

ریاست عالیہ قلات کے چھ اضلاع ہیں۔ سراوان۔ جھالاوان کچھی۔ مکران۔ خاراں۔ لس بیلہ۔

سراوان:۔ سراوان کا کل رقبہ ۴۳۳۹ مربع میل ہے شال کوٹ اور نوشکی اس کے حصے تھے۔ سراوان کے مشرق میں کچھی کا علاقہ ہے۔ شمال میں پشین اور بی کے علاقے ہیں۔ جنوب میں جھالاوان ہے۔ سراوان کا علاقہ پہاڑی ہے۔ بعض وادیاں تنگ اور بعض وادیاں کشادہ ہیں۔ سراوان کا خطہ ۵۰۰۰ سے لے کر ۶۵۰۰ فٹ تک سطح سمندر سے بلند ہے۔ یہاں کئی ایک مشہور سلسلہ ہائے کوہ ہیں۔ ناگاؤ۔ ہربار۔ زامری

ہزار ڈی، کوہ ہنگل زئی، کوہ ماران، زیری گھٹ اہم پہاڑی سلسلے ہیں۔ یہاں پھل بہت ہوتا ہے۔ شہتوت۔ آڑو۔ سیب زردآلو۔ بادام۔ انگور۔ سردہ مشہور پھل ہیں۔ انگریزوں نے خان میر مہراب خان ثانی کی شہادت کے بعد ۱۸۳۹ء میں یہ ضلع شاہ شجاع کے حوالے کیا تھا۔ مگر بلوچوں سے شکست کھانے کے بعد انگریزوں نے دوبارہ یہ علاقہ خان بلوچ کو واپس کر دیا۔ ضلع کے مشہور شہر قلات، مستونگ، کہنک۔ پڑنگ آباد۔ تیری۔ منگچر۔ نیچارہ۔ جوہان۔ رودبار

قلات:- قلات۔ ریاست عالیہ قلات کا دارالخلافہ ہے۔ سراوان کے جنوبی حصے میں واقع ہے۔ کوئٹہ سے ۹۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ہندوؤں کے زمانے میں شہر قلات سیوا کے نام سے مشہور تھا۔ یہاں کوئٹہ کی جانب یعنی شمال کے طرف تین میل کے فاصلے پر چھاؤنی ہے۔ جہاں وزیر اعظم کے دفاتر ہیں۔ اور پولیٹیکل ایجنٹ کا بنگلہ و دفتر ہے۔ اسی جگہ اسکول ہسپتال بھی ہیں۔ قلات کے قدیم شہر کے جنوب میں شاہ مردان کا پہاڑ ہے۔ شہر کے اردگرد فصیل ہے۔ جس کے تین دروازے ہیں۔ ۱- مستونگی دروازہ ۲- دلدار کا دروازہ ۳- گل کنڈ کا دروازہ شہر کے وسط میں پہاڑ کی چوٹی پر خان آف قلات کا محل ہے جسے میری کہتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں یہ جنوبی ایشیا کی تجارتی شاہراہ پر ایک بڑی تجارتی منڈی تھی۔ وادی قلات کے مشرق میں چشمہ

قلات کے قریب ۔ خواتین قلات کے مزارات ہیں شہر کی پولیس کے بڑے عہدیدار کو بیرشب کہتے ہیں ۔ یہاں پھلوں کے بہت سے باغات ہیں ۔ قلات میں بہترین اقسام کے سیب ہوتے ہیں ۔

مستونگ :- مستونگ نیابت ہے ۔ یہاں کا بڑا انتظامی عہدہ دار مستوفی کہلاتا ہے ۔ پولیٹیکل ایجنٹ قلات کا ہیڈ کوارٹر بھی مستونگ میں ہے ۔ یہاں ایک شفا خانہ ہے ۔ اور ایک مڈل اسکول بھی ہے ۔ یہاں کے تربوز اور سردے بہت مشہور ہیں ۔ مستونگ میں بہترین قسم کی گندم پیدا ہوتی ہے

صوبہ جھالاوان

جھالاوان کا رقبہ ۲۱۱۲۸ مربع میل ہے ۔ اس کے شمال میں سراوان ہے ۔ جنوب میں لس بیلہ ہے ۔ مشرق میں کچھی و سندھ کے علاقے ہیں ۔ مغرب میں خاران اور مکران ہے ۔ سندھ اور جھالاوان کی سرحدات کا فیصلہ ۱۸۵۲ء اور ۱۸۶۱ء میں ہوا ۔ مشہور پہاڑی سلسلے ہربوئی، کھیرتھر اور براہوئی پہاڑی سلسلے ہیں ۔ عربوں کے دور میں اس علاقے کا نام توران تھا ۔ مشکے اور وڈھ کی وادی میں اکثر زلزلے آتے رہتے ہیں ۔ سوراب ۔ گدر ۔ باغبانہ ۔ زہری ۔ خضدار ۔ نیرونہ آباد ۔ وڈھ، نال ۔ سارونہ ۔ جاؤ ۔ مشکے یہاں کے اہم مقامات

ہیں ۔ جھالاوان کے سرداروں کو ریاست عالیہ قلات کی طرف سے سالانہ پچاس ہزار روپے علاقہ میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے ملتے ہیں ۔ زہری میں شفا خانہ اور سکول بھی ہے ۔

خضدار:۔ خضدار صوبہ جھالاوان کا صدر مقام ہے یہاں ایک بڑا قلعہ ہے جسے خان میر خداداد خان نے ۱۸۷۰ء میں تعمیر کروایا تھا ۔ خضدار قدیم بین الاقوامی تجارتی شاہراہ پر واقع ہے ۔ کچھی ۔ مکران اور خاران کے علاقوں کے راستے خضدار میں آکر ملتے ہیں ۔ صوبہ جھالاوان میں کل ۲۹۹ قصبے ہیں ۔

صوبہ مکران

صوبہ مکران کا کل رقبہ ۲۶۰۰۰ ہزار مربع میل ہے ۔ مکران کے مشرق میں جھالاوان اور لس بیلہ ہیں ۔ مغرب میں ایران ہے ۔ شمال میں خاران ہے ۔ جنوب میں بحیرہ عرب ہے مکران میں ۱۲۵ گاؤں اور قصبے ہیں ۔ جن میں ۱۵ گاؤں میں بڑے مضبوط قلعے ہیں ۔ قلعے ان مقامات پر ہیں ۔ تربت ۔ ناصر آباد تمپ ۔ بلیدا ۔ عیسائی ، پنجگور ۔ ان قلعوں میں خوانین قلات کی افواج رہتی ہے ۔ موجودہ مکران کو کیچ مکران کہتے ہیں [1]

---

[1] سر اولیور سینٹ جان (SIR OLIVER SAINT JOHN) کی رائے میں مکران لفظ ماہی خوران کی بگڑی ہوئی صورت ہے ۔ یعنی مچھلی کھانے والے لوگ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے)

مکران کو مکرانات بھی کہتے ہیں ۔ کیونکہ اس کا ایک حصہ ایران میں
ہے ۔ مکران کے پہاڑوں کا رخ شرقاً غرباً ہے ۔ مکران کی ا
وادیاں ۔ کلانچ ۔ نگور ۔ کیچ ۔ کولواہ ۔ سمی ۔ تمپ ۔ مند ۔ رخشان
بلیدہ ۔ بالگتر ۔ پیروم ۔ گچک ۔ راغئی ہیں ۔ مکران کی اہم ندیاں
دو ہیں ۔ رخشان اور دشت ان میں بارشوں کے موسم میں سیلاب
آتا ہے ۔ جس سے کافی کاشتکاری ہوتی ہے ۔ ساحلی علاقے
کی آب و ہوا معتدل ہے ۔ انگریزوں نے ١٨٦٩ء میں خان آف
قلات کی طرف سے ۔ ریاست عالیہ قلات کے صوبہ مکران اور
ایران کی سرحدوں کی حد بندی کی تھی ۔ مکران میں کافی نخلستان
ہیں ۔ کھجور کے تقریباً پانچ لاکھ درخت ہیں ۔ تربت ۔ پنجگو
پسنی ۔ گوادر ۔ کولواہ ۔ دشت ۔ مند ۔ تمپ صوبہ مکران کے ا
شہر ہیں ۔

تربت : تربت جس کا قدیم نام کیچ تھا ۔ مکران کا دارالخلاف
تھا ۔ سندھ کے شہر بھنبھور کا ہمعصر شہر تھا ۔ تربت سے گوادر اس

بقیہ حاشیہ :۔ یونانیوں نے مکران کو گدروشیا کے نام سے موسوم کیا ہے
لارڈ کرزن کے بیان کے مطابق مکران کا لفظ موکا ران کی بگڑ
ہوئی صورت ہے ۔ جو دراوڑی لفظ ہے ۔ میجر سائیکس کی رائے میں مک
سنسکرت کے ان دو الفاظ (ماکا) اور (ایرانیا) کا مرکب ہے ۔ جس
ہیں ۔ " ویران جھیلوں والا ملک

میل اور پسنی ۶۵ میل کے فاصلے پر جنوب مغرب کی طرف واقع ہیں۔ تربت چھوٹے چھوٹے گاؤں پر مشتمل شہر ہے۔ میری کلاتک قلعہ نو۔ گشتانگ۔ تربت، آبسر۔ ان سب قصبوں کے مجموعہ کو کیچ کہتے ہیں۔ تربت کا قلعہ کیچ ندی کے بائیں ساحل پر ایک ٹیلے پر واقع ہے۔ ہوتوں کے بعد مکران میں رندوں کی حکمرانی رہی۔ یہاں سے ایران۔ سندھ اور گجرات کو راستے جاتے ہیں۔ عربوں نے کیچ کو کیز کہا ہے۔ خان میر نصیر خان اعظم کے زمانہ میں ایرانی بلوچستان خوانین قلات کے زیر نگیں تھا۔ کیچ سب سے بڑی چھاؤنی تھی۔ عربوں کے دور میں کیچ کی چھاؤنی میں چھ ہزار عرب فوج رہتی تھی [۱]۔ کیچ سے قندہار۔ قلات اور شکارپور کی تجارتی قافلے جاتے تھے۔ پسنی۔ گوادر۔ بندرگاہیں ہیں۔ آری جام ہوتوں کا وطن یہی کیچ تھا۔ کھجور کے علاوہ آم، لیموں کیلا اور نارنگی کی بھی پیداوار ہوتی ہے۔ وادی کیچ کی لمبائی دو سو میل اور چوڑائی ۶ میل سے گیارہ میل تک ہے۔ ذکری قبیلہ کی عبادت گاہ یہیں پر واقع ہیں۔

پنجگور:۔ کیچ کے شمال مغرب میں ایک سو میل کے فاصلے پر پنجگور کا شہر واقع ہے۔ یہاں کی کھجور بہت عمدہ ہوتی ہے

---

[۱] ۔ عرب دکن اور مرہٹوں کی فوجوں میں بھرتی ہوتے تھے۔ اسی طرح بلوچ خلیج کے علاقوں میں ملازمت کرتے تھے۔

فنزابوں یا فنزبور کا شہر یہیں پر واقع ہے۔

بلبیدہ: بلبیدہ۔ بلبیدی بلوچ میروں کا وطن ہے قدیم زمانہ کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ جس کو (دنبانی کور) کہتے ہیں گیشکور کی ندی وادی بلبیدہ سے گزرتی ہے۔

کولواہ: وادی کولواہ میں آشال شہر میر چاکر خان رند کی جائے ولادت ہے۔ کولواہ میں قبیلہ میر واڑی اور نوشیروانی رہتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں اسی وادی میں میر واڑیوں اور نوشیروانیوں کے درمیان ایک زبردست لڑائی ہوئی تھی۔ دوسری لڑائی نوشیروانیوں اور بیزنجوؤں کے درمیان ہوئی تھی۔

تمپ: تمپ کا شہر ندی نہنگ پر واقع ہے میر نصیر خان اعظم نے وادی تمپ گچکیوں کو عطا کی تھی۔

مند: مند کیچ کے مغرب میں واقع ہے۔ یہاں کافی کاریزات ہیں۔ کاشتکاری کا انحصار انہی کاریزوں پر ہے۔ یہاں کی گندم بہت مشہور ہے۔

دشت: دشت ایک زرخیز وادی ہے۔ یہاں سے جو ندی گزرتی ہے۔ اس کا نام بھی دشت ہے۔ اسی وادی میں

[...]زنگی کے قریب میجر ماکلر نے ۱۸۷۶ء میں ایک مندر
[...]آثار قدیمہ دریافت کیے تھے[1]

ریاست لس بیلہ

علاقہ لس بیلہ کا رقبہ ۶۴۱۱ مربع میل ہے۔ شمال میں جھالاوان
[...]ے۔ جنوب میں بحیرہ عرب ہے۔ مشرق میں سندھ مغرب میں
[...]ران ہے۔ لس بیلہ کا مشرقی حصہ پہاڑی ہے۔ درمیانی حصہ
[...]یدانی ہے۔ حب ندی سے دریائے ہنگول تک ساحل لسبیلہ
۲۵ میل ہے۔ لس بیلہ کی بڑی ندیاں پورالی اور حب ہیں
[...]ور۔ خزاری، بھور انہی ندیوں کی معاون شاخیں ہیں رئس،
[...]ے معنی ہیں۔ ہموار میدان۔ سونمیانی اور ماڑہ لس بیلہ کی دو اہم
[...]ندرگاہیں ہیں۔ ۳۲۵ ق۔م اسکندر مقدونی اسی ساحل سے
[...]زرا تھا۔ عالیانی خاندان کا سلسلہ جام عالی کنتوریہ سے شروع
[...]تا ہے۔ کرنل جیمس ٹاڈ اس خاندان کو نسلاً راجپوت بیان
[...]تا ہے[2]۔ ہنگلاج کا قدیم مندر بھی لس بیلہ میں واقع ہے۔
[...]س کا تذکرہ عظیم بابل اور راجستھان کی تاریخوں میں بھی موجود

---

[1] JOURNAL OF THE ASIATIC SOCIETY, VOL IX OARI 1876.

[2] J-TOD ANNELS OF ANTIQUITIES OF: PAHS[...] TAN, KAND HOJB

ہے۔ شاہ بلاول کی خانقاہ بھی لس بیلہ میں ہے جسے لاہو
لا مکان بھی کہتے ہیں ۔ لس بیلہ کی سات نیابتیں ہیں ۔ ج
کے نام ہیں ۔
۱۔ ولیپٹ ۲۔ اوتھل ۳۔ شہر لیاری ۴۔ میانی ۵۔ ح
۶۔ کنراج ۷۔ اور مارہ ۔ لس بیلہ کے ایک سو انتالیس (۱۳
گاؤں تھے ۔ یہاں سندھی زبان بولی جاتی ہے ۔ ساحلی علاق
کے لوگ بلوچی بولتے ہیں ۔ یہاں سے گھاس اور چونے کا
کراچی جاتا ہے ۔ انڈو یورپین تار برقی یہاں سے گزرتی
اور مارہ میں اس کا دفتر ہے ۔ اس لائن کی حفاظت
لئے جام لس بیلہ کو سالانہ ۔/۴۰۰ ۸ روپے ملتے ہیں ۔

انڈو یورپین ٹیلیگراف لائین :- انگریزوں نے ۱۸۵۹ء کی جنگ
آزادی کے بعد انگلستان کو ہندوستان سے تار برقی کے ذریع
ملانے کا منصوبہ تیار کیا ۔ اس کی دو شاخیں تھیں ۔ ایک ا
کی خلیج والی لائین اور دوسری لائین ، خلیج فارس وا
لائین جس کا دفتر بوشہر میں تھا ۔ خشکی سے گزرتی تھی ۔ ا
ترکی ٹیلیگراف سے ملتی تھی ۔ یہ خشکی والی لائین کراچی لسب
اور ریاست عالیہ قلات کے صوبہ مکران سے گذر کر ا

SIR T. H. HODICH THE INDIAN BORDERLAND
...H SOUTHERN BALOCHISTAN

بلوچستان میں داخل ہو کر جاسک سے جاکر ملتی تھی۔ جاسک سے
اس کی ایک لائین مقسط کو جاتی تھی۔ بوشہر سے ایک لائین
شیراز اور اصفہان سے ہوتی ہوئی طہران جاتی تھی۔ اس
ٹیلیگراف لائین کے دو ڈائریکٹر تھے ایک کراچی میں اور
دوسرا طہران میں رہتا تھا۔ اس لائین کی تجویز ۱۸۶۰ء میں
مسٹر بیڈجر (BADGER) نے پیش کی تھی۔ چونکہ۔ یہ لائین
کئی علاقوں سے گزرتی تھی۔ اور کئی حکومتوں سے اس کا تعلق
تھا۔ برطانیہ۔ سلطان مسقط۔ شاہ ایران۔ حکمران ریاست
عالیہ قلات سے اس اسکیم کا براہ راست تعلق تھا۔ مکران
اور لس بیلہ کے ساحلوں کی پیمائش اس سکیم کے لیئے ضروری
تھی۔ چنانچہ بمبئی گورنمنٹ نے میجر گولڈ سمتھ کو جو سندھ
کا اسسٹنٹ کمشنر تھا۔ دسمبر ۱۸۶۱ء میں پیمائش کام سونپ
دیا۔ وہ کراچی سے روانہ ہو کر۔ گوادر آیا۔ جام لس بیلہ خان
قلات کے مکران کے گورنر فقیر محمد بزنجو سے دوران سفر
ملاقاتیں کیں۔ فروری ۱۸۶۲ء کو کراچی واپس پہنچا۔ اور ٹیلیگراف
لائین کا کام شروع ہوا۔ ۱۸۶۲ء میں لائین پسنی تک پہنچی
پھر ۱۸۶۹ء میں لائین گوادر اور چاہ بار تک پہنچی انگریزوں
نے اس لائین کی حفاظت کے لئے تمام امراء و روئسا کو معاوضہ
دیا کرتے تھے۔ جس میں سر فہرست جام میر خان جام
لس بیلہ۔ فقیر محمد بزنجو گورنر مکران ریاست عالیہ قلات
سردار بھائی خان گچکی سردار کیچ تھے۔ چونکہ جام میر خان جام

لس بیلہ خان آف قلات کے خلاف بغاوتوں میں مع...
تھا۔ اس لئے ۱۸۶۹ء سے لے کر ۱۸۹۰ء تک۔ ان رو...
کو رقم کی ادائیگی روک دی گئی[1] ۱۸۹۵ء میں مکران کے ...
کی شورش کی وجہ سے لائین کو کچھ نقصان پہنچا اس ...
سے سر رابرٹ سنڈیمن کو مکران جانا پڑا۔ ۱۸۹۱ء میں ...
کے انتظام کے لئے ایک ڈائریکٹر کا تقرر ہوا۔ اور لوگوں ...
معاوضے پولیٹیکل ایجنٹ قلات کے ذریعے ملنے لگے۔

بیلہ

بیلہ:- لس بیلہ ریاست لس بیلہ کا صدر مقام ہے۔ لس بیلہ سے کراچی روزانہ ڈاک جاتی ہے۔ سر رابرٹ سنڈیمن انگریزوں کا پہلا نمائندہ تھا۔ جو ۱۸۹۲ء میں لس بیلہ کے دورے پر آیا تھا۔ یہیں پر اس کا انتقال ہوا۔ اُس کی قبر شہر لس بیلہ کے جنوب میں ہے۔ ... نام... میں اس شہر کا نام ارما بیل لکھا ہوا ہے۔ یہاں ایک شفاخانہ اور ایک پرائمری اسکول ہے۔

---

[1] جنوری ۱۸۶۹ء میں جام میر خان ثانی نے بہت سرداروں کے ساتھ مل کر قلات پر حملہ کیا۔ مگر خان قلات کے وزیر اعظم شاہ غاسی نے اسے شکست دی۔ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ کراچی میں پناہ گزین ہوا۔ کراچی میں رہ کر وہ قلات کے معاملات میں دخل اندازی کرتا رہتا تھا۔ اسی وجہ سے ۱۸۷۱ میں انگریزوں نے اس کو پہلے حیدرآباد سندھ اور بعد میں احمد نگر میں نظر بند کر دیا۔

خاران

خاران کا رقبہ ۱۴۲۱۰ مربع میل ہے۔ یہ ایک لق و دق صحرا ہے۔ جو سطح سمندر سے ۲۵۰۰ ہزار فٹ بلند ہے۔ خاران کے شمال میں سلسلہ راس کوہ ہے۔ جنوب میں کوہ سیاہان ہے۔ مشرق میں جھالاوان ہے۔ مغرب میں ایران ہے۔ یہاں کھجور بہت پیدا ہوتی ہے۔ یہاں بڑے بڑے نخلستان ہیں۔ اصطخری نے خاران کو (قاران) لکھا ہے اور راس کوہ کو کوہ برفیں لکھا ہے۔ ابن بطوطہ نے خاران کو (کرناہ) لکھا ہے۔ امیر تیمور کے ساتھ کیانی ملکوں نے خاران کے صحراؤں میں لڑائیاں لڑیں۔ بلوچوں نے اسی صحرا میں سلطان محمود غزنوی کے قافلے لوٹے۔ ضلع چاغی کی طرح یہاں کے باشندے زیادہ تر صحرانشین ہیں۔ خیموں میں رہتے ہیں۔ خان میر خداداد خان کے دور میں میر آزاد خان نوشیروانی خاران کا سردار تھا۔ خان کے اور میر آزاد خان کے درمیان کشمکش شروع ہوئی۔ جس کا تصفیہ رابرٹ سنڈیمن نے کروایا۔ پوٹنجر پہلا انگریز تھا۔ جس نے خاران کا سفر پہلی بار ۱۸۱۰ء میں کیا۔ ۱۸۶۷ء میں چارلس میکریگر نے خاران کی سیاحت کی۔ خاران کی چھ نیابتیں ہیں۔ ۱۔ خاران ۲۔ گواش ۳۔ شمشان ۴۔ ہرماگئے ۵۔ ماشکیل ۶۔ واشک۔ صحرائی قبائل نواب خاران کو مالیہ

دیتے ہیں۔ دامنی لوگوں کو پرامن رکھنے کی خاطر نواب خاران کو ایک مختصر فوجی دستہ رکھنا پڑتا ہے۔ خاران کا صدر مقام خاران شہر ہے۔ جہاں ایک کاریز کے پانی سے زراعت کی جاتی ہے۔

صوبہ کچھی

کچھی کو کچھ گنداوہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک تکونا ہموار میدان ہے۔ کچھی تین طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ ۵۱۱۰ مربع میل کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ کچھی سطح سمندر سے پانچ سو فٹ بلند ہے۔ کچھی کے شمال میں ضلع سبی ہے۔ جنوب میں سندھ ہے۔ مشرق میں مری کا قبائلی علاقہ ہے۔ مغرب میں جھالاوان ہے۔ دونوں اہم دروں کی ابتداء بولان اور مولہ کچھی کے میدانی علاقوں سے ہوتی ہے۔ درہ بولان ڈھاڈر سے شروع ہوتا ہے اور درہ مولہ کی ابتدا پیر چھتا سے ہوتی ہے۔ ناڑی۔ مولہ۔ سکھلیجی۔ لہڑی۔ چھتر۔ ڈھوراپری اہم ندیاں ہیں۔ کچھی کے متصل پہاڑوں میں ان دروں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے درے بھی ہیں۔ جن کو لک کہتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں گنداوہ کا نام کندابیل تھا۔ اور کچھی کے علاقے کو بدھا یا ندھا کہتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ سندھ اور کچھی پر سندھ کے ہندو رائے خاندان حکومت تھی۔ عرب جغرافیہ دانوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں انہی ناموں سے کچھی اور گنداوہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس خطے میں

گنداوہ اور جھلگری قدیم شہر ہے۔ قدیم زمانہ میں سبی میں
بہت بڑا بت خانہ تھا۔ جہاں ہیونگ سانگ زیارت
لیے آیا تھا۔ موجودہ شہر جھلگری کے قریب بدھ زمانہ
کھنڈرات کے آثار موجود ہیں۔ کچھی کے اہم شہر یہ ہیں۔
ڈھاڈر، حاجی، بھاگ، لہڑی، شوران، گاجان، کوٹڑو
۔ پندرھویں صدی عیسوی میں جب رندوں نے مکران سے
رت کرکے اور کچھی میں وارد ہو کر بود و باش اختیار کی۔ انہوں
بارکھان مری بگٹی کے علاقوں تک بستیاں قائم کیں۔ رندوں
جب سبی فتح کی تو سبی اُن کا دارالخلافہ تھا۔ بعد میں شوران
اپنا دارالخلافہ بنایا۔ لاشاریوں کا صدر مقام گاجان تھا۔ خوانین قلات
دور حکمرانی میں بھاگ ریاست عالیہ قلات کا سرمائی دارالخلافہ
۔ بھاگ سے چالیس میل کے فاصلے پر جنوب مغرب میں
گنداوہ کا شہر واقع ہے۔ جو ایک ٹیلے پر تعمیر ہوا ہے۔ شہر کے
چاروں طرف فصیل ہے۔ ڈھاڈر۔ درہ بولان سے پانچ میل مشرق کی
طرف واقع ہے۔ ڈھاڈر سے آگے پندرہ میل کے فاصلے پر سبی کا شہر
واقع ہے۔ ڈھاڈر چونکہ درہ بولان کے دہانے پر واقع ہے۔ لہٰذا
قلات اور شکارپور کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے تجارتی منڈی
ہے۔ کچھی کی اہم نیابتیں۔ بھاگ۔ گنداوہ۔ ڈھاڈر اور لہڑی ہیں۔

نظام حکومت

ایشیا میں ریاست عالیہ قلات کی بلوچی حکومت ۱۶۶۶ء میں

وجود میں آئی۔ جبکہ میر احمد خان بلوچ نے مغلوں کو شکست دے
کر بلوچی کنفیڈریسی کی بنیاد رکھی۔ اور ایک خود مختار حکومت قائم
کی۔ جو سلطنت ایران اور سلطنت ہندوستان کے درمیان بفر
لبفر اسٹیٹ تھی۔ اس حکومت کے قیام سے پہلے تمام بلوچ
قوم مختلف قبیلوں میں بٹی ہوئی تھی۔ اور کئی ایک خود مختار
سرداریاں تھیں۔ اگر کوئی بیرونی طاقت انکو زیر کرتی تھی۔ زیر
کے سامنے جھک جاتے تھے۔ ان کو خراج دیتے تھے۔ مگر
اندرونی طور پر خود مختار تھے۔ بہر حال بیرونی بڑی سلطنتیں
ان کی دوستی کو باعث امن و عافیت سمجھتی تھیں۔ بعض حکمران
ان کے امرا کے ساتھ رشتے بھی قائم کرتے رہے ہیں۔ تاکہ
ان کی طاقت رشتوں کی وجہ ہمیشہ قائم رہے۔ قبائل کے
امرا بلوچی حکومت کے رکن ہوتے تھے۔ انہی کے متفقہ
فیصلوں سے تمام نظام حکومت چلتا تھا۔ مگر خان خداداد خان
کے دور میں خان اور سرداروں کے درمیان نا اتفاقی شروع
ہو گئی۔ بلوچی اسمبلی کے اہم اراکین، سردار تاج محمد زرک زئی
سردار آزاد خان نوشیروانی، جام میر خان ثانی۔ سردار نور الدین
مینگل۔ سردار ملا محمد رئیسانی اور خان میر خداداد خان کے درمیان
چپقلش شروع ہوئی۔ اسی چپقلش کے نتیجے میں انگریزوں کو
بلوچستان میں مداخلت کرنے کا موقع مل گیا اور انگریزوں کے
نمائندے سر رابرٹ سنڈیمن نے خان قلات اور ان سرداروں
کے درمیان صلح کروائی اور ۱۸۷۵ء کا مستونگ کا عہد نامہ

ان دنوں ہندوستان میں لارڈ میو (MAYO) وائسرائے ہند تھا۔ [1]

فوجی قوت

میر جلال خان رند کے حلیف چوالیس (۴۴) قبائل تھے۔ جن کا وہ امیر اعلیٰ تھا۔ اور اس کی فوجی قوت انہی چوالیس قبائل کے جنگجو افراد کی مرہون منت تھی۔ اسی طرح امیر میرو میروانی سرادان۔ جھالاوان، خاران کے قبائل کے امیر اعلیٰ تھے۔ ان کی فوجی قوت بھی انہی قبائل کے جنگجو افراد پر مشتمل تھی۔ میر چاکر خان رند جب ہمایوں کے ہمراہ دہلی کی فتح کے لئے روانہ ہوا۔ تو اُن کے پاس چالیس ہزار بلوچ فوج تھی [2]۔ میجر پوٹنجر انگریزوں کے جاسوس سیاح نے ۱۸۱۰ء میں پہلی بار بلوچستان میں قدم رکھا۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ خان میر نصیر خان اعظم کی باقاعدہ فوج تیس ہزار تھی۔ ریزرو فوج ڈھائی لاکھ تھی۔ فوج کے تین حصے ہوتے تھے۔ ۱۔ پیادہ ۲۔ سوار ۳۔ توپ خانہ بلوچوں کی جب بھی کوئی حکومت بنی اس کے قائم رہنے کا

---

[1] EARL OF MAYO RULERS OF INDIA P.P. 132-133 OXFORD 1891

[2] L. DAMES POPULAR POETRY OF BALOCHES, EXPEDITION TO DEHLI

دارو مدار ان کی فوجی قوت پر رہا ہے۔ سندھ کے ٹالپر حکمرانوں کی فوج انتیس ہزار پیادہ اور بائیس ہزار سواروں پر مشتمل تھی

عدالت :- ریاست عالیہ قلات میں ابتدا ہی سے عدالتی دستور رائج تھا۔ خان میر عبداللہ خان شہباز کوہستان و خان میر نصیر خان اعظم نے اس عدالتی نظام کو مزید مستحکم بنیادوں پر قائم کیا۔ خوانین کے دور میں باقاعدہ قاضیوں کا تقرر ہوتا تھا۔

جرگہ : معمولی تنازعات کا فیصلہ تکری اور اہم معاملات کا فیصلہ سردار کیا کرتے تھے۔ ناانصافی کی صورت میں اپیل خان آف قلات کو کی جاتی تھی۔ جرگہ دراصل ترکی لفظ ہے۔ جو ریاست عالیہ قلات کی عدالت عالیہ اور قانون ساز اسمبلی تھی۔ تمام قبائل کے سردار اس جرگہ کے ممبر ہوتے تھے۔ ایک ضلعی جرگہ اور دوسرا صوبائی جرگہ ہوتا تھا۔ ایک مرکزی جرگہ ہوتا تھا۔ جسے شاہی جرگہ بھی کہتے تھے ۱۸۹۰ء میں بلوچستان میں فرنٹیئر ریگولیشن قانون بھی نافذ کر دیا گیا تھا۔

مالیہ :- ریاست عالیہ قلات میں مالیہ کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ زری کلنگ ایک قسم کا ٹیکس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مالیہ بعض جگہ دسواں اور بعض جگہ ۱/۴ حصہ لیا جاتا ہے۔ خان میر نصیر خان اعظم کے زمانے میں ریاست عالیہ کی

آمدنی تیس لاکھ روپے تھی۔ بعض علاقے ایسے بھی ہیں جو مالیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ وہ قبائلی علاقے ہیں۔ جو دوران جنگ جنگجو جوان مہیا کرنے کے پابند ہیں۔ اور ریاست عالیہ قلات کی فوج انہی افراد پر مشتمل ہے۔

مکران میں شرح مالیہ دسواں حصہ ہے۔ دیگر علاقوں میں $\frac{1}{3}$ حصہ ہے۔ اور خشکابہ اراضیات سے $\frac{1}{4}$ حصہ لیا جاتا ہے قحط کی صورت میں مالیہ معاف کر دیا جاتا ہے [1]۔

بلوچی جھنڈا:۔ ترک عرب اور ایرانیوں کی طرح بلوچوں کے قومی جھنڈوں پر بھی تصویریں ہوتی تھیں۔ جیسے حضرت خالد بن ولید کے جھنڈے پر سیاہ عقاب کی تصویر ہوتی تھی۔ اس کو رایت العقاب " کہتے تھے ایرانیوں کا اہم قومی جھنڈا (درفش کاویان) تھا۔ سردار میر جلال خان رند کے جھنڈے پر (مزار) یعنی چیتے کی تصویر تھی۔

---

[1] C. MASSON NARRATIVE OF A JOURNEY TO KALAT 1843

ریاست عالیہ قلات کے خوانین بلوچ کے جھنڈے پر کوئی تصویر نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ وہ تین رنگوں کا جھنڈا ہوتا تھا۔ دستہ سراوان کا جھنڈا سُرخ رنگ کا اور دستہ جھالاوان کا جھنڈا زرد رنگ کا ہوتا تھا۔ دستہ ہیچ گنداوہ اور نوشکی قلات کے جھنڈے کا رنگ سبز ہوتا تھا۔ خان بلوچ جو جھنڈا خود استعمال کرتا تھا وہ انہی تین رنگوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ زرد، سبز، سرخ

سکہ :- ریاست عالیہ قلات کا خطہ مختلف ادوار میں مختلف حکمرانوں کے ماتحت رہا ہے۔ اور انہی کے سکے چلتے رہے ہیں سکندر کی فتح کے بعد یہاں یونانی سکہ رائج تھا۔ اسی طرح بعد میں موریہ خاندان کے سکے چلنے لگے۔ ایک انگریز محقق میجر ماکلر کو گوادر کے ایک ٹیلے سے یونانی باختری سکے ملے تھے۔ اسلامی دور میں بنو اُمیہ کے سکے چلنے لگے میر چاکر کے زمانہ میں ہند کے مغلیہ اور صفوی حکمرانوں کے سکے یہاں ملتے تھے۔ حتیٰ کہ انگریز وارد ہوئے۔ اور انگریزی

سلہ چلنے لگا:

آثارِ قدیمہ

آثار قدیمہ: ریاست عالیہ قلات کے طول و عرض میں ایسے ٹیلے ملتے ہیں جہاں سے آثارِ قدیمہ دریافت ہوئے ہیں۔ جنہیں عام اصطلاح میں (دمب) کہتے ہیں۔ ان میں بعض دمبوں کی کھدائی ہوئی ہے اور بعض ابھی تک محتاج تحقیقات ہیں۔ ان آثار قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کے قدیم باشندے متمدن تھے۔ جنہوں نے پہاڑوں کی گھاٹیوں میں پتھر کے بندات تعمیر کئے۔ اور بارش کے پانی سے زراعت کو ترقی دی پہاڑوں کی چوٹیوں پر قلعے تعمیر کئے۔ زراعت کے لئے کاریزیں کھدائیں ان . . . بندات کو گبر بند یا گور بند کہتے ہیں۔ یعنی آتش پرستوں کے بنائے ہوئے بندات آثار قدیمہ کی تحقیق کے کام کا سہرا یورپی اقوام کے سر ہے۔ جنہوں نے اس کام میں پہل کی ہے۔ جیسے ایم۔ لیارڈ نے بابل و نینوا رالن سن نے پارتھیا۔ مربیٹ اور ماسپیرو نے مصر کے آثار قدیمہ دریافت کئے۔ اسی طرح سر اے۔ اشٹین (SIR-A-STIEN) نے بلوچستان کے آثارِ قدیمہ پر کام کیا اور اپنے مضامین شائع کئے۔ اور اس طرح لوگوں پر انکشاف ہوا۔ کہ بلوچستان میں زمانہ قدیم میں ایک متمدن قوم آباد تھی۔

سراوان کے آثار قدیمہ: ۔ قلات کے قریب دو دمب

ہیں - ایک کو بیک کوکی (BEK KUKI) اور دوسرے
کو سورا (SORRA) کہتے ہیں - ایک ٹیلہ مستونگ میں
ہے جسے ساپسور کہتے ہیں - منگچر کی وادی میں جو ٹیلا ہے وہ
کرلوخا کے نام سے مشہور ہے - کوئٹہ کی چھاؤنی جس ٹیلہ پر
واقع ہے - ۱۸۸۶ء میں کپتان میکنزی کو ہرکیولس کا مجسمہ وہاں
سے ملا - کپتان سینٹ جان نے اسپین غنڈی کے ٹیلے کی صفائی
کروائی تو کمرے برآمد ہوئے ان میں لوہے اور پیتل کے
برتن ملے - جن پر بکرے اور انسانوں کی تصویریں تھیں - اسپین غنڈی
کے ٹیلے کے قریب دو اور ٹیلے ہیں جسے راجہ جیسور کاٹل کہتے
ہیں - رئیسا غنڈی جس کا عرض ۱۲۰ گز تھا - اس کی کھدوائی ڈاکٹر
سٹین نے کروائی - یہاں سے انسانی ہڈیاں نکلیں

جھالاوان کے آثار قدیمہ : جھالاوان کے شمال میں پندران
کے گاؤں کے قریب پہاڑ پر چند یونانی حروف کندہ ہیں - جن کو
کپتان لگ نے نقل کیا - یہ حروف چار سے پانچ انچ موٹے ہیں

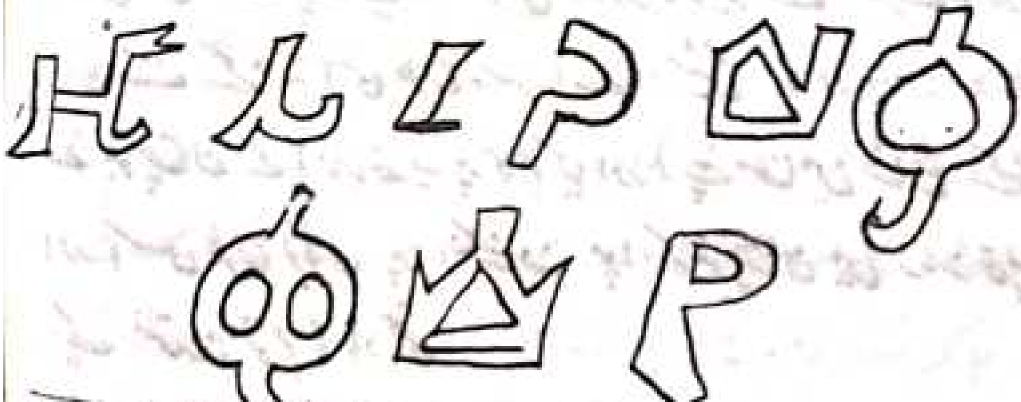

۱. A.W. HUGHES. BALOCHISTAN PROVINCE OF JAHALAWAN RUINS AND ANTI-QUITIES, P, 85

جھالاوان کا علاقہ بڑے بڑے پتھروں کے بندات سے بھرا پڑا ہے۔ جس کو گورڈ بند کہتے ہیں۔ بلوچستان سے جتنے جو سیاح گزرے ہیں۔ انہوں نے ان بندات کا مشاہدہ کیا ہے۔ بعض ان کو ساسانی دور کے تعمیر شدہ بندات تصور کرتے ہیں۔ مگر یہ رائے مستند نہیں۔ ممکن ہے یہ اُس سے پہلے کے بنے ہوئے ہوں۔ کرنل۔ سر۔ ٹی۔ ایچ ہالڈیچ کا بیان ہے۔ کہ یہ بندات یمن کے حمیری عربوں (HIMYARTIC-ARABS) نے تعمیر کئے ہیں۔ جو سدمارب کے ٹوٹنے کے بعد یمن سے ہجرت کر کے جھالاوان و سراوان میں آباد ہوئے میر قنبر میرانی کے شاعر احمد بن شوران کے بیان کے مطابق جھالاوان پر سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں حملہ ہوا۔ یہاں کے بڑے شہر کوران کی شہزادی جو گبرتھی۔ لوگ اُس کے خلاف تھے۔ انہوں نے عربوں کو حملے کی دعوت دی۔ پندران کے پہاڑ میں ایک غار ہے۔ جس میں مردے دفن ہیں۔ علامہ بلاذری عباس بن ہشام بن محمد بن السائب کلبی سے روایت کرتا ہے۔ کہ عربی خط پہلے انبار میں ایجاد ہوا تھا۔ یہ شہر مدائن جو ساسانی فرمانرواؤں کا پایہ تخت تھا۔ اُس کے قریب تھا۔ اس کے بعد آل منذر نے حیرہ (کوفہ) میں ۳۰ھ میں خط کوفی کو ترقی دی۔ تیسری ہجری صدی میں کاتب ابن مقلہ المتوفی نے ۳۲۸ھ میں خط کوفی کو موجودہ خط نسخ میں تبدیل کیا۔[1] ۱۹۲۵ء میں آثار قدیمہ کے ماہر مسٹر ہارگریوز

---

[1] کشف الظنون، حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ چلپی ص ۶۶۲ یورپ ۱۸۳۵ء

(H-HARGREAVES) نے نال کے ایک ٹیلہ سے پیتل
اور پتھر کے برتن اور ہتھیار نکالے جن پر نقاشی کا کام تھا۔

لس بیلہ کے آثار قدیمہ: بلوچستان کے خطوں میں سب
سے زیادہ آثار قدیمہ لس بیلہ میں ہیں۔ اشوک اعظم کے زمانہ
میں یہ بدھ مت کا تبلیغی مرکز تھا۔ ڈبلیو۔ ہیوز نے کچھ کندہ تحریرات
اشوک کے زمانے کے لس بیلہ سے نقل کئے ہیں۔ جن کی صورت کچھ
ایسی ہے۔

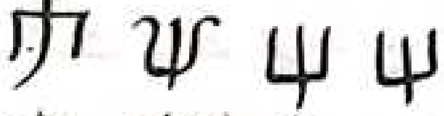

جنوبی مکران کے آثار قدیمہ جو کیرتھر کے پہاڑی سلسلے سے
شروع ہو کر خلیج فارس کے سواحل پر ختم ہوتے ہیں۔ انکی
کے بارے میں میجر ای ماکلر اور میجر جنرل ہیگ نے کافی تحقیق
کر کے اپنے مقالات جنرل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال اور بمبئی
میں شائع کروائے ہیں۔ جن سے کافی معلومات حاصل ہوتی ہے۔ شہر
ریگان (REGHAN) جو بیلہ کے شہر سے ۹ میل شمال کی طرف ہے
ہیارلس مبین بیان کرتا ہے۔ ندی پرالی کے کنارے واقع اس شہر
کے کھنڈرات سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں اناج کے گودام تھے
جن۔ کمرے کی لمبائی اور چوڑائی پچاس فٹ ہے۔ یہاں
اندازاً ڈیڑھ ہزار کے قریب عمارتوں کے کھنڈرات ہیں۔
کہتے ہیں۔ کہ لس بیلہ کا یہ شہر الور۔ دیبل اور بھنبھور کے
قدیم شہروں کا ہم عصر شہر تھا۔ بیلہ شہر کے شمال اور جنوب

شرق میں مقام گوندرانی کے قریب غاریں ہیں - جو بدھ مت کے
انہ عروج میں بھکشوؤں کے رہنے کی جگہ تھی - ڈی وانڈش
نے اس قسم کی ایک سو اسی غاروں کا مشاہدہ کیا ہے - ان
بیان ہے کہ یہ غاریں میکسیکو کے غاروں سے مشابہت
تی ہیں -۱ - عرب گورنر محمد بن ہارون کا مقبرہ بھی لس بیلہ
ں ہے - وندر میں سسی و پنوں کی قبریں ہیں -۲- کنراج
ے علاقے میں بے شمار قلعے اور تہوں کے کھنڈرات موجود
ں - لس بیلہ کا ہنگلاج بت خانہ قدیم تاریخی اہمیت کا حامل
ہے - گولڈ سمتھ اور چارلس میسن اس بت کو یونانی دیوتا
نیا (NANIA) کا بت قرار دیتے ہیں، راجہ نین پال راٹھوڑ
نے [illegible]ء میں قنوج فتح کیا - یہ راٹھوڑ ہنگلاج چندیلا کے
بت خانے کے پجاری تھے - اس بت سے عقیدت رکھتے
ے - اسی لئے نین پال کے ایک بیٹے کی نسل خود کو چندیلا کمد
اج کہتے تھے رہا۔

مکران کے آثار قدیمہ:- مکران کے تقریباً تمام قدیم
ہروں کے نام یونانی اور عرب مورخین و جغرافیہ دانوں نے

۱؎ A.R. HOPE, MONCRIEFF THE WORLD OF TOD

BALOCHISTAN P. 98

۲؎ تحفتہ الکرام - جلد دوئم ذکر بلوچ وجت۔

۳؎ J. TOD. ANNALS OF ANTIQUITIES OF RAJAST

MARWAR

بیان کئے ہیں ۔ پنچ جس کو اصطخری کیز (KIZ) بیان کرتا ہے ۔ اس شہر کے کھنڈرات قلات کے قریب اب بھی موجود ہیں ۔ ادریسی جس شہر کو قنزابول اور یونانی کروسی (KIRUSI) لکھتے ہیں ۔ وہ ایلیٹ کی تحقیق کی رو سے موجودہ پنجگور کا شہر ہے ۔ ان شہروں کے علاوہ وزک ۔ بیلہ قصر قند اسپکا جن کے متعلق تمام عرب مورخین اور جغرافیہ دانوں نے تذکرہ کیا ہے ۔ مسٹر سی ۔ آر ۔ راؤ (C.R.ROY) ناظم وکٹوریہ میوزیم کراچی نے لس بیلہ اور گندھو کے پہاڑوں میں پچاس پرانے مقبرے سلاطین کے دریافت کئے ہیں ۔ ایران اور مکران میں بڑے آتشکدے تھے ۔ جو ایران کے کسراؤں نے تعمیر کئے تھے ۔ ڈاکٹر برگیس (DR BURGESS) مسٹر فرگسن (FERGUSSON) نے ثابت کردیا ہے ۔ بدھمت کے ابتدائی زمانہ میں مغربی ہندوستان کے تمام علاقے ایرانیوں کے ماتحت تھے ۔ ایرانی تہذیب و فارسی زبان نے مملکت قلات پر اثر ڈالا ۔ مجوسی مذہب ۔ مکران ۔ سندھ، سمرقند ۔ تاشقند تک پھیل گیا ۔ کرمان کے آتشکدہ کو گشتاسپ کے دادا نے تعمیر کروایا تھا ۔ زردشت نے گشتاسپ کو حکم دیا تھا کہ اسی آتشکدہ میں اس آگ کو لاؤ جس کی جمشید تعظیم کرتا تھا ۔ کہتے ہیں ۔ اس آگ کو نوشیروان نے شہر خوارزم سے لاکر اس آتشکدہ میں رکھا تھا کہ جب کیخسرو ۔ افراسیاب کے مقابلے میں نکلا ۔ اور وہاں پہنچا تو اس آگ کو سجدہ

(حاشیہ صفحہ ۳۰۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

آنحضرت صلعم کے بعثت کے وقت مجوسی فرقہ کا بڑا چرچا تھا۔ یہ مذہب قسطنطنیہ تک پھیلا ہوا تھا۔ عباسی خلیفہ مہدی کے عہد تک قسطنطنیہ میں مجوسی موجود تھے۔ سپیگل (SPIEGEL) اوستا کے مقدمے میں لکھا ہے کہ ایران کے آریائی مکران کی طرف سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔

بنارس یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر پران ناتھ نے لکھا ہے (سومیری، مصری اقوام نے گنگا تک بستیاں قائم کی تھیں۔ ان کا قدیم وطن مصر تھا۔ جو مکران کے راستے سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ مکران میں بہت سے ٹیلے ہیں۔ جن کو (دمب کوہ) کہتے ہیں۔ میجر مالکلم نے گوادر کے مغرب میں چالیس میل کے فاصلے پر ایک دمب کو کھدوایا۔ اس میں سے پانی کے تالاب کے کھنڈر دریافت ہوئے۔ ایرانی مکران کے دشتیاں کے دمبوں سے پتھر کے بنے ہوئے گھونگھے کے زیور۔ مٹی کے برتن اور ایک یونانی باختر کے زمانے کا سکہ نکلا۔ جیونی کے قریب گیارہ دمبوں کو کھودا گیا۔ ان سے گھونگے۔ پیتل کے زیورات اور ہتھیاروں کو تیز کرنے والی

JOURNAL, SIND HISTORICAL SOCIETY, VOL III P.30 MARCH 1937, ANCIENT AND MEDIVAL MAKRAN BY M, R HAIG JOURNAL OF THE ROYAL GEOGRAPHICAL SOCIETY, VOL: VII, NO. VI JUNE 1896 LONDON,

پتھر کی سلیں نکلیں۔ کرنل ہالڈیچ ان آثار کو ڈریویڈی کے زمانے کے آثار بتاتا ہے۔ جو کلدیا سے نکل کر مکران میں آباد ہوئے۔ پھر سامی طبقی قوموں نے ان کو ہندوستان کی طرف دھکیل دیا تھا۔ تربت سے دو میل کے فاصلے پر ایک دمب ہے۔ جس کو دمب بہمن کہتے ہیں۔ جو شاہنامہ کے بہمن بن اسفندیار کے نام سے مشہور ہے۔ لک جاؤ ے جو راستہ مکران کو جاتا ہے۔ یہاں کے باشندوں کا خیال ہے۔ کہ راستہ فرہاد کا بنایا ہوا ہے کیچ میں دو کاریزیں ہیں۔ جو کاوسی اور خسروی کے نام سے مشہور ہیں۔ جنہیں کیکاؤس اور کیخسرو نے احداث کروائی ہیں۔ ایک کاریز قلاتک کے قریب ہے۔ جو کاریز سعد آباد کے نام سے موسوم ہے۔ یہ فاتح قادسیہ حضرت سعد بن وقاص کے نام پر احداث کی گئی تھی۔ مکران میں تراشیدہ پتھروں کے کئی ٹکڑے مختلف شہروں میں پڑے ہوئے ملے ہیں۔ اس قسم کے چار چورس پتھر کیچ میں ہیں۔ اور ایک کیساک میں ہے۔ آسیاباد تربت اور ناصر آباد میں بھی ایسے پتھر ملے ہیں۔ جن کے وزن اور فن تراش خراش کو دیکھ کر انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے۔ کہ ان پتھروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کیسے پہنچایا گیا ہے۔ مغربی علماء ان پتھروں کو اُس شاہراہ کا نشان بتاتے ہیں۔ جو کہ ایران و ہندوستان کے درمیان تھی۔ ملہ پنجگور اور کولواہ

میں ایسے مقبرے ہیں - جن پر خط کوفی میں عبارتیں کندہ ہیں - گوادر شہر کے پہاڑ پر ایک ویران بند کے آثار نظر آتے ہیں - سمی سے آٹھ میل جنوب کی طرف گیشں کور ندی کے دہانے پر کیچ کے حکمران میر زہری کا مقبرہ ہے - جو سترھویں صدی عیسوی میں مکران کا حکمران تھا اور مہدویہ فرقہ کا پیرو تھا - گورجگ میں ایک بڑے شہر کے کھنڈرات موجود ہیں - یہ تمام شہر زلزلہ کی وجہ سے نابود ہو گئے ہیں ۲؎ - بلوچ قوم نے ہمیشہ اپنے مشاہیر کا احترام کیا ہے - ان کے نام پر شہر اور گاؤں بسائے ہیں - ان مقامات کے نام اس طرح رکھتے تھے - جیسے چاکر تنک - نوروز قلات، نصیر آباد وغیرہ - اسی طرح دو کلمتی امیر البحروں کے جنگی کارنامے زریں حروف میں لکھنے کے قابل ہیں - اور لوگوں کے دلوں میں ان کے نام اب بھی زندہ ہیں - ناخدا بالگی اسماعیل حمل جیند یہ امیر البحر مسلسل پرتگیزوں سے لڑتے تھے - اس دور میں مکران کا حاکم ابو سعید بلیدی تھا - اس نے پرتگیزوں کے ناپاک ارادے کو ناکام بنانے کی غرض سے مصر کے مملوک سلاطین عثمانی ترک سلاطین روم اور گجرات و دکن کے سلاطین سے رابطہ

۱؎ R. HUGHES BULLER MAKRAN HISTORY, P. 59

۲؎ A.W. HUGHES : BALOCHISTAN, TOPOGRAPHY AND ETHNOLOGY. P. 54

پیدا کر کے تعاون حاصل کیا ۔ بلکہ اس نے سلطان سلیمان اعظم سے دفاعی معاہدہ بھی کیا تھا۔ ریاست عالیہ تلات کی دو بندرگاہیں پسنی اور گوادر ۱۵۸۱ء میں پرتگیزوں کے حملوں کی وجہ سے مٹی کے ڈھیر بن گئیں ۔ باوجود ان نقصانات سے پرتگیزوں کو شکست ہوئی ۔ بہرحال پرتگیز ۔ مکران کے ساحل پر قدم نہ جما سکے ۔ پرتگیزوں سے بلوچوں نے توپیں چھین لیں ۔ جو بطور یادگار ۱۹۰۲ء تک گوادر اور پسنی میں موجود تھیں ۔ گزدان بل کے مقام پر ناخدا بانگی اسمٰعیل کا مقبرہ اور حمل جیند کا سنگین کنواں ، بطور یادگار اب بھی موجود ہیں ۔ مارکو پولو نے اپنی کتاب کی جلد دوئم میں کیس مکران (KESMACORAN) کی حکومت کا ذکر کیا ہے ۔ اس کے بعد ڈیوریٹ باربوسا (DURATE BARBOSA) ایک پرتگیز سیاح تھا ۔ جو جزیرہ ہرمز سے سفر کر کے گجرات کے شہر کھمبات تک پہنچا ۔ اور اپنا سفر نامہ تحریر کیا ۔ اس کی تحریر ملاحظہ ہو ۔

اس ساحل پر سندھ کی مملکت ہے ۔ جہاں عربوں کی (MOORS) حکومت ہے ۔ یہاں کے باشندے اپنے گھوڑوں کو خشک مچھلی کا گوشت کھلاتے ہیں یہاں کے سرکنڈے انسان کی ٹانگ کے برابر موٹے ہوتے ہیں ۔ دریائے سندھ فرات سے نکل کر فارس کو عبور کر کے گجرات کے شہر کھمبات

ف J. STEVENS: PORTUGUESE ASIA VOL II CH XX P. 373 . LONDON 1695 TRANSLAITON

کھاڑی میں سمندر میں جا گرتا ہے [1]

سیستان کے آثار قدیمہ:- اگر سیستان کا مملکت ریاست
عالیہ قلات سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن زمانہ قدیم میں بلوچ اقوام
سیستان سے آکر بلوچستان میں آباد ہوئیں۔ اور اس کی تہذیب
ثقافت کا اس علاقے پر کافی اثر پڑا ہے۔ لہٰذا یہاں سیستان
بیان کرنا ضروری ہے۔ شاہ نامہ میں سیستان کا نام زابلستان
بیان ہوا ہے۔ اسلامی دور میں عربوں نے اس علاقے
سجستان کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چچ نامہ میں اس
علاقے کو نیمروز کہا گیا ہے۔ علامہ طبری بیان کرتا ہے
شاہ پور ثانی نے یہاں کئی شہر تعمیر کروائے ہیں سیستان
آتشکدہ تمام آتشکدوں سے بڑا تھا۔ جس کا نام (کرکرا)
تھا جسے بہمن نے تعمیر کروایا تھا۔ عربوں کے حملے کے وقت
سیستان کا پایہ تخت زرنج تھا۔ یہاں اسلامی دور میں
بڑی بڑی مساجد تعمیر ہوئیں۔ یہاں آثار قدیمہ کے دو اہم
باقیات تھے۔ بند رستم جو دریائے ہلمند پر شہر بُست کے
قریب واقع تھا۔ دوسرا زرنج کی عمارات۔ مگر

---

[1] M.L DAMES THE BOOK OF DURATE BARBOSSA
P. P. 106-107

[2] البیان۔ فی علوم القرآن۔ مولوی عبدالحق صاحب دہلوی ص ۳۱۷ دہلی

۱۳۸۳ء میں امیر تیمور کے حملوں کے دوران تباہ و برباد ہو گئیں۔ ابن حوقل کے بیان کے مطابق یہاں ایک دفعہ ریت کا زبردست طوفان آیا۔ جس سے عمارتیں ریت کے نیچے دب گئیں زاہدان میں ایک مینار ہے۔ جس پر کوفی میں عبارات کندہ ہیں۔ موجودہ پایہ تخت سیستان نصرت آباد کہلاتا ہے۔ جو زرنج کے تباہ شدہ شہر سے چند میلوں کے فاصلے پر واقع ہے۔

خاران کے آثار قدیمہ:۔ خاران کا علاقہ اگرچہ ریگستانی ہے۔ مگر آثار قدیمہ سے بھرا پڑا ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علاقہ زمانہ قدیم میں بہت زرخیز رہا ہے۔ خاران کے طول و عرض میں چورس گنبد نظر آتے ہیں۔ جو اکثر کے مزار ہیں۔ اس قسم کے گنبد والے مزار تقریباً ۵ ہیں جن میں ایک مشہور گنبدوں کے نام یہ ہیں۔ پنج گنج۔ علاقہ واشک میں ہے۔ گنبد نوشیروانی۔ دیگوار کی وادی میں ہے۔ گنبد شاہ عثمان۔ ہرماگی میں ہے۔ گنبد ملک شاہی چاہ گواز میں واقع ہے۔ اسی طرح قلات کے قبرستان میں گنبد ملک۔ شاہی شادی۔ بی بی لبو۔ سعید امیر بھی اسی قسم کے گنبد والے مقبرے ہیں۔ اسی قسم کے گنبد والے مقبرے۔ پنجگور۔ ایران، بلوچستان میں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ یہ مقبرے بحرین اور خلیج فارس کے نواحی علاقوں

کے مقبروں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان مقبروں پر طاؤس بیل۔ سانپ۔ شیر۔ اونٹ اور انسانوں کی تصاویر کندہ ہیں ۱ ۔ گنبد ملک شاہو۔ نوروز آباد میں ہے۔ جس پر زیادہ تر جانوروں کی تصاویر کندہ ہیں۔ ملک شاہو۔ ملک بہرام شاہ کا بھائی تھا۔ بہرام شاہ نے ۱۲۱۵ سے ۱۲۲۲ تک سیستان پر حکومت کی ہے ۲ سیستان کے کیانی ملکوں نے امیر تیمور کا مقابلہ کیا تھا۔ گنبد نوشیروانی پر مزار نقودر لکھا ہوا ہے۔ بقول مصنف طبقات ناصری۔ نقودر قبیلہ نقودری کا امیر تھا۔ جس نے ۱۳۸۲ میں امیر تیمور سے شکست کھائی تھی۔ جالک کے گنبدوں کے متعلق میجر پرسی موسورت سائیکس لکھتا ہے۔ کہ یہ صفاری خاندان کے ملکوں کے مقبرے ہیں۔ تیسری صدی ہجری میں دولت عباسیہ کا اقبال جب زوال پذیر ہونے لگا۔ تو اسلامی سلطنت میں جابجا طاقتور امراء نے جو مختلف علاقوں میں گورنر تھے۔ اپنی چھوٹی چھوٹی نیم خود مختار حکمرانیاں قائم کرلیں۔ سب سے پہلے خراسان میں طاہر نے اپنی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ ۲۵۹ھ میں یعقوب صفار نے خراسان سیستان اور بلوچستان میں اپنی حکومت

۱- P.M. SYKES TEN THOUSAND MILES IN PERSIA P.299

۲- طبقات ناصری۔ قاضی منہاج الدین الجرجانی انگریزی ترجمہ کلکتہ

قائم کرلی۔ سلام بیک میں دو گنبد ہیں۔ جو گنبد توبو اور گنبد بالا کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ دونوں براہوئی قبیلے کے امیر تھے۔ اور بھائی تھے جو پندرھویں صدی عیسوی میں براہوئی جدگال۔ محاربہ میں شہید ہوئے۔ درہ جالوار میں مقبرے ہیں ان پر یہ عبارتیں کندہ ہیں۔ ایک پر امیر سہل بن عمر بن عبدالعزیز الحسن بن الحسین اور دوسرے ابی موسٰی رکیع بن محمد المسعودی تیسرے پر عمر احسان وانکو ابی سہل ابوالقاسم۔ گوا تن میں ۱۹۰۲ء میں ایک قبر کی کھدائی کی گئی۔ ان میں سے جو لاش برآمد ہوئی وہ ممی کی طرح بالکل صحیح حالت میں تھی۔ اور ایک قالین پر رکھی ہوئی تھی اس کا لباس ریشمی تھا اور اسے زیور پہنا کر دفن کیا گیا تھا۔ یہاں بھی جھالاوان اور سراوان کی طرح بے شمار گر بند موجود ہیں۔ یہ بندات سلسلہ راس کوہ اور سلسلہ کوہ سیاہان میں باندھے گئے ہیں۔ ان بندات کو ۱۸۱۰ء میں ہینری پُٹنجر نے دریافت کیا تھا۔ ذکریا قزوینی نے ریاست عالیہ قلات کے ان شہروں کے نام بھی لکھے ہیں جن میں ۱۳ تیرھویں صدی عیسوی تک آتشکدے موجود تھے

کچھی کے آثار قدیمہ:-

روایت ہے کہ کچھی پر نمرود کے باپ کرش نے حکومت کی ہے۔ جو بابل کا پہلا بادشاہ ہے اور اسی کی نام کی مناسبت سے علاقے کا نام کچھی پڑا[1] یہاں

---

[1] ارض القرآن۔ سید سلیمان ندوی جلد اول صفحہ ۱۰۴

بودھا (چلگری) اور سیوی دو قدیم بت خانے تھے۔ انہی بت خانوں کی یاترا کے لئے چینی سیاح ہیون سانگ آیا تھا۔ یہ گنبد نما بڑا ٹیلہ تھا۔ جس کو قربانی کا ٹیلہ کہتے تھے[۱]۔ تاریخ معصومی میں سیوی کے متعلق عجیب و غریب بیانات دیئے ہیں۔ عربوں کے زمانے میں گنداوہ کا نام کندا بیل اور کچھی کا نام بدھا تھا۔ شہر سنی جہاں شہباز کوہستان خان میر عبداللہ خان اور میاں نور محمد کلہوڑہ امیر سندھ کے درمیان لڑائی ہوئی اس میں خان موصوف نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اس کا قدیمی نام سینہ تھا۔ جو سندھ کے راجا چچ بن سیلائج کے وقت کچھی کا صدر مقام تھا[۲]۔ سر آرل سٹین نے جرنل رائل جغرافیکل سوسائٹی لندن میں ایک مضمون میں بیان کیا ہے۔ کہ اوکشن ندی پر جو ٹیلہ واقع ہے۔ وہ بدھ کے زمانے کا ہے۔ مملکت قلات میں وہی تہذیب رائج تھی۔ جو عراق۔ مغربی ایران اور سندھ میں رائج تھی[۳]

---

۱. S. JULIEN : HIOUN THASANG, VOL I P. 137 PARIS

۲. KALICH BEG FREDUN BEG THE CHACHNMA. P. 39

۳. THE ROYAL GEO RAPHICAL JOURNAL. APRIL, 1928 P.P. 378. 379

اس کتاب کی تدوین میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۔ اے۔ ڈبلیو۔ بلوچستان لندن۔ ۱۸۷۷ء

۲۔ ایس۔ سی۔ سرکار۔ دی نیو ایریبک۔ کلکتہ۔ ۱۹۴۴۔

۳۔ دی سٹیٹس میں ایریبک۔ لندن۔ ۱۹۲۳ء

۴۔ آر۔ ہیوز بلر: امپیریل گزیٹیر آف انڈیا بلوچستان کلکتہ۔ ۱۹۰۸۔

۵۔ ایچ گپتا: لیٹر مغل۔ ہسٹری آف دی پنجاب ۱۷۹۳۔ ۱۸۰۷ لاہور ۱۹۴۴

۶۔ سر۔ اے۔ لایل: برٹش ڈومینین ان انڈیا۔ لندن ۱۹۱۴۔

۷۔ ایس۔ سی۔ سرکار: ہندوستان ایریبک۔ کلکتہ ۱۹۲۸

۸۔ جورنل ایشیاٹک سوسائیٹی بنگال، والیوم۔ ایل۔ ... کلکتہ۔ ۱۸۹۶۔

۹۔ ایم۔ بی۔ پیتھا والا: دی لوئر انڈس بیسن کراچی ۱۹۲۶ء

۱۰۔ آر۔ ہیوز بلر۔ بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر مکران بمبئی ۱۹۰۷ء

۱۱۔ ایم۔ ایل۔ ڈیمز: پاپولر پوئیٹری آف دی بلوچیز لندن۔ ۱۹۰۷ء

۱۲- سر ٹی - ایچ - ہولڈچ : دی گیٹ وینر آف انڈیا۔
لنڈن - ۱۹۱۰ء

۱۳- سی - ایف - منچن : بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر -
خاران بمبئی ۱۹۰۸ء

۱۴- سر سی - ایم میکریگر : وانڈرنگز ان بلوچستان - ۱۸۸۲ء

۱۵- ای - گبن : ڈیکلائین اینڈ فال آف رومن ایمپائر -
VOL - X -

۱۶- کے - بی - فضل اللہ : گزیٹیر آف دی بمبئی پریزیڈنسی
VOL - IX - گجرات : بمبئی - ۱۸۹۹

۱۷- قلیچ بیگ ، مرزا : دی چچ نامہ - کراچی - ۱۹۰۰

۱۸- اے - آر - ہوپ - منکریف : دی ورلڈ آف ٹوڈے
VOL - II لنڈن

۱۹- چوڈزکو : پاپولر پوئٹری آف پرشیا - لنڈن - ۱۸۴۲ء

۲۰- یول - سی - بی مارکوپولو VOL - II لنڈن - ۱۸۷۱ء

۲۱- الیسٹ اینڈ ویسٹ بمبئی - ۱۹۰۴ء

۲۲- ایچ - پوٹنجر : ٹریولز ان بلوچستان اینڈ سندھ
لنڈن ۱۸۱۸ء

۲۳- سی - میسن : جرنی ان بلوچستان - افغانستان اینڈ
پنجاب - لنڈن ۱۸۴۲ء

۲۴- جے - ہٹن : سینٹرل ایشیا - لنڈن - ۱۸۴۸ء

۲۵- ایچ - ایم - اسٹیفنز : رولرز آف انڈیا - البرقوق آکسفورڈ ۱۸۹۲

۲۶- ڈیلی اسٹیٹس مین دہلی۔

۲۷- ای-ایچ- ایٹکن : گزیٹیر آف دی پراونس آف سندھ کراچی - ۱۹۰۷-

۲۸- جے - برنز : اے نیریٹیو آف وزٹ ٹو دی کورٹ آف سندھ- ایڈنبرگ - ۱۸۳۱-

۲۹- پی- ڈوڈ ہم سمتھ : دی ایلشنٹ ورلڈ - لنڈن-۱۹۲۰

۳۰- جے- ایس -کاٹن : رولرز آف انڈیا - ایم ایلفنسٹن آکسفورڈ -۱۸۹۲

۳۱- دی انڈین ایریئب -۲۲-۱۹۲۱- کلکتہ

۳۲- فرنٹیر اینڈ اورسیز ایکس پڈیشنز فرام انڈیا کلکتہ ۱۹۱۰

۳۳- سرڈی برے - دی براہوئی پرابلم - دہلی - ۱۹۳۴

۳۴- جورنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال

۳۵- جورنل آف دی رائل جغرافیکل سوسائٹی لنڈن - ۱۸۹۶

۳۶- جے- پی- میلیسن : ہسٹری آف افغانستان -لنڈن-۱۸۷۸

۳۷- ایس اقبال علی شاہ : دی ٹریڈجی آف امان اللہ خان لنڈن - ۱۹۳۳ء

۳۸- جے- سرکار : ہسٹری آف اورنگ زیب کلکتہ ۱۹۱۲

۳۹- جے ٹاڈ- آینلز اینڈ انٹیکی کیوٹیز آف راجستان ۱۷۵۱ - I - لنڈن

۴۰- زیڈ -آر- ٹرگا زبن : دی اسٹوری آف نیشنز آسیریا - لنڈن

۴۱- ہسٹری آف ایلیٹن سیٹلمنٹس - ان - دی پراونس آف سندھ کراچی ۱۸۸۸

۴۲- ای - تھارنٹن : دی ہسٹری آف برٹش ایمپائر ان انڈیا لندن - ۱۹۲۵ء

۴۳- ماڈرن - ریویو - کلکتہ - ۱۹۱۸ -

۴۴- سر - ایل - گریفن : رولرز آف انڈیا - رنجیت سنگھ آکسفورڈ ۱۸۹۳ء

۴۵- ای - موکلر : انٹروڈکشن ٹو - اے - گرامر آف دی بلوچی لینگویج لندن - ۱۸۷۷ء

۴۶- ایچ - ڈیمز : بلوچی گرامر لاہور - ۱۹۱۲ء

۴۷- آر - ڈبلیو - فریزر - برٹش انڈیا - لندن - ۱۸۹۱

۴۸- آر - موئیر - ای - پی - گیرج : اٹلس آف یونیورسل ہسٹری لندن - ۱۹۳۴

۴۹- ڈبلیو - ہنٹر : ہسٹری آف انڈیا -

۵۰- سندھ گزیٹیئر تھرپارکر ڈسٹرکٹ - بمبئی - ۱۹۲۶ء

۵۱- ایچ - کوسنس : انٹیکویٹیز آف سندھ - ۱۹۲۹

۵۲- آر - برٹن - سندھ - ری وزیٹیڈ - لندن - ۱۸۷۷ -

۵۳- ایس - جولین : ہیون سانگ ۷۵۸ - ۱ پیرس ۱۸۵۷

۵۴- سی - میسن : نیریٹیو آف اے جرنی ٹو کلات لندن ۱۸۴۳ء

۵۵- او - ہیری ینس : گلوسری آف دی ملتانی لینگویج - لاہور ۱۹۰۳

۵۶- ایم - ایل - ڈیمز، اسکیچ آف دی- نارڈرن بلوچی
لینگوُج لاہور- ۱۸۸۱
۵۷- جی- کیمی آری : تژو ایشاٹک رُڑکی - لنڈن- ۱۸۷۸
۵۸- کے -بی -صادق علی : مسلمان ریسز فونڈ ان سندھ -
بلوچستان- اینڈ- افغانستان - ۱۹۰۱
۵۹- بینڈڈی - شی ؛ دی سسٹری آف انتروپولوجی- I-VOL
لنڈن ۱۸۵۶
۶۰- ڈارون رسی - دی امپرلیشن آف دی اموشن ان مین
اینڈ اینی ملز ۱۸۷۲-
۶۱- الفریڈ -سی - آمیڈن ، ہسٹری آف انتروپالوجی-لنڈن
۶۲- سمتھ : یونٹی آف دی ہیومن ریسز -لنڈن-۱۸۵۰
۶۳- ایم - ایل - ڈیمز ، اے ہسٹاریکل اینڈ ایتنولوجیکل
اسکیچ آف بلوچ ریس - ۱۹۰۴ء-
۶۴- جی -پی - ٹیٹ - اے ممائیر ان دی کنٹری اینڈ آف
دی فیملی آف دی احمدزئی خانز آف قلات -کلکتہ
۱۸۹۶ء
۶۵- الیف -اے -ڈی -کرُز ، سینٹ تھامس دی
آپاسٹل ان -انڈیا مدراس -۱۹۲۹ء
۶۶- سید امیر علی : دی اسپرٹ آف اسلام کلکتہ-
۶۷- ای - آر - ہل - بمبئی مشن ہسٹری بمبئی ۱۹۳۰ء
۶۸- سید محمد لطیف ، اے ہسٹری آف دی پنجاب- کلکتہ
۱۸۹۱

۶۹- راس : میمورینڈم آن مکران - بمبئی ۱۸۶۸ -
۷۰- سر - ٹی - ایچ - ہولڈچ = دی انڈین بورڈر لینڈ -
لنڈن - ۱۹۰۱
۷۱- آرل آف میٹو : رولرز آف انڈیا - آکسفورڈ ۱۸۹۱ -
۷۲- اینوول ببلوگرافی آف انڈین آرکیالوجی - ۶ ۱۹۲
۷۳- ڈبلیو - ایچ - ... ب : دی پیری پلس آف دی
ایری تروسن سی نیویارک - ۱۹۱۲
۷۴- جورنل آف سندھ ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۷۱
۷۵- جے - اسٹونز : پارچوگیز ایشیا - لنڈن - ۱۶۹۵
۷۶- ایس - ایم - بلیمو ریا : ایمن شنٹ سندھ کراچی
۷۷- یادگار تاجپوشی قلات : مولوی دین محمد کھوکھر لاہور ۱۹۳۲
۷۸- تاریخ الخلفا سیوطی - اردو ترجمہ کلکتہ
۷۹- تحفتہ الکرام : علی شیر قانع ٹھٹھوی مطبع ناصری بمبئی
۸۰- تاریخ فرشتہ : حکیم محمد قاسم فرشتہ - اردو ترجمہ نولکشور
لکھنؤ
۸۱- الفاروق : شبلی نعمانی اعظم گڑھ
۸۲- عرب و ہند کے تعلقات - سید سلیمان ندوی
۸۳- تاریخ ہندوستان اقبال نامہ اکبری - مولوی محمد ذکا اللہ
علی گڑھ
۸۴- مسلمانوں کی صنعت و حرفت و تجارت : مولوی محمد جلیل الرحمن
الہ آباد

۸۵- ابنِ بیطار : یورپ
۸۶- تاریخ یعقوبی : یورپ
۸۷- معجم البلدان : یاقوت حموی
۸۸- تاریخ سنی والملوک : حمزہ اصفہانی کلکتہ
۸۹- تاریخ معصومی : میر معصوم سبزواری سندھی ترجمہ کراچی ۱۸۶۵
۹۰- لغات فیروزی :- مولوی محمد فیروزالدین لاہور
۹۱- تاریخ الامت : محمد اسلم جیراجپوری
۹۲- شاہ جو رسالو - ڈاکٹر گربخشانی کراچی - ۱۹۲۴
۹۳- تمدن عرب : سید علی بلگرامی - حیدرآباد دکن ترجمہ
۹۴- تاریخ اسلام : سید آمیر علی لاہور ترجمہ
۹۵- تاریخ بلوچستان : رائے بہادر ہیتو رام - لاہور
۹۶ سیرۃ المتاخرین : پروفیسر عبدالباقی - لاہور
۹۷- تاریخ بلوچیاں سردار غلام رسول خان قرائی امرتسر
۹۸- مکمل شرح دیوان غالب : مولوی عبدالباری آسی لکھنو
۹۹- تاریخ افغانستان : حضرت جمال الدین افغانی ترجمہ - لاہور
۱۰۰- ارمغان حجاز : علامہ ڈاکٹر محمد اقبال - لاہور
۱۰۱- یاد ایام (تاریخ گجرات) مولانا سید عبدالحی لکھنو -
۱۰۲- مذاہب اسلام : مولوی حکیم نجم الغنی رامپور
۱۰۳- ابن اثیر - جلد (۸)
۱۰۴- تجارب الامم : ابن مسکویہ
۱۰۵- اخبار الحنیف : بلوچستان ایڈیشن ۱۹۲۷ - جیکب آباد

۱۰۶- کشف الظنون : حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ چلپی یورپ
۱۰۷- البیان فی علوم القرآن : مولوی عبدالحق دہلوی دہلی۔
۱۰۸- طبقات ناصری۔ قاضی منہاج الدین جوزجانی کلکتہ ۱۸۶۴ء
۱۰۹- ارض القرآن : سید سلیمان ندوی اعظم گڑھ

ہماری چند مطبوعات

کتاب کا نام	مصنف	قیمت
بلوچستان ماقبل تاریخ	ملک محمد سعید	۷-۰۰
نغمۂ کوہسار	عبدالرحمٰن غور	۲-۵۰
بلوچستان میں فارسی شاعری	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	۶-۰۰
بلوچستان کی کہانی	میر گل خان نصیر	۱۵-۰۰
شاعروں کی زبانی		
بلوچی عشقیہ شاعری	میر گل خان نصیر	۴۵-۰۰
بلوچی رزمیہ شاعری	میر گل خان نصیر	۴۵-۰۰
صحافت وادی بولان میں	کمال الدین احمد	۳۰-۰۰

بلوچی اکیڈمی پٹیل روڈ کوئٹہ